343 جنوری ۲۰۱۱ء

مدیر اعلیٰ
حافظ عبدالرحمن مدنی
حفظہ اللہ

مدیر
ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

محدث

۲ قانونِ توہین رسالت: منظوری اور ترامیم
۵۷ توہین رسالت اور عاصمہ جہانگیر
۹۴ امام شافعیؒ اور تدلیس کا حکم

مجلس التحقیق الاسلامی
ISLAMIC RESEARCH COUNCIL

فہرست مضامین

فکر و نظر

قانون توہین رسالت: منظوری اور ترامیم	ڈاکٹر حسن مدنی	2

فقہ واجتہاد

مسلم اور غیر مسلم شاتم رسول کی سزا	حافظ مسعود عالم	21
توہین رسالت کی سزا پر وارد اعتراضات	حافظ ابتسام الٰہی ظہیر	30
حقوق النبی اور شاتم رسول کی توبہ کا حکم	مولانا امین اللہ پشاوری	37
اوقات نماز مکروہ اوقات نماز	کامران طاہر	49

حقائق و وقائع

قانون توہین رسالت اور عاصمہ جہانگیر کا کردار	محمد عطاء اللہ صدیقی	57
آسیہ مسیح اور قانون توہین رسالت	حامر میر	76

شیعہ واہل السنہ

خلافت راشدہ اور وراثت انبیاء	مولانا ثناء اللہ امرتسری	86
محرم الحرام کی اہمیت اور واقعہ کربلا	عطیہ انعام الٰہی	89

تحقیق و تنقید

امام شافعی اور تدلیس کا حکم	حافظ زبیر علی زئی	94
امام قرافی اور 'الفروق' کا تعارف	ڈاکٹر صہیب حسن	123
مسئلہ توہین رسالت پر علماء اہلحدیث کا فتوی	خالد حسین گورایہ	131
مراسلات: محمد اقبال کیلانی، ابو رجال، محمد اقبال		135
ماہنامہ 'محدث' کا ایک سالہ اشاریہ 2010ء	محمد شفیق کوکب	140

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فکر و نظر

قانونِ توہین رسالت: منظوری اور خاتمے کے مابین

پاکستان میں امتناعِ توہینِ رسالت کا قانون ایک بار پھر لادین طبقہ کے پیدا کردہ شبہات اور اعتراضات کی زد میں ہے۔ سیکولر لابی کے لگاتار دباؤ اور عالمی قوتوں کے پرزور اِصرار کا مقصد یہ ہے کہ پاکستان میں اسکو کتابِ قانون سے حذف یا کم از کم غیر مؤثر کر دیا جائے۔ جبکہ ایک اسلامی ریاست ہونے کے ناطے حکومت کا یہ بنیادی فرض بنتا ہے کہ یہاں براہِ راست کتاب وسنت کو نافذ کر کے پاکستان کے مقصدِ وجود کے مطابق ضروری اقدامات کئے جائیں۔

پاکستان کے سیکولر عناصر کو پہلے روز سے پاکستان کا اسلامی تشخص قبول نہیں اور وہ آئے دن اس کو ختم کرنے کی تمام تر کوششیں بروئے کار لاتے رہتے ہیں۔ اس لابی کو پہلے حدود قوانین پر شدید اعتراضات تھے جنہیں پرویز مشرف کے دور میں آخر کار 'ویمن پروٹیکشن بل' کے نام سے غیر مؤثر کرنے میں شرمناک کامیابی حاصل کی گئی، ان لوگوں کا اگلا مرحلہ پاکستان کے 'قصاص ودیت کے قوانین' ہوں گے جنہیں عالمی سطح پر موت کی سزا کے خاتمے کی تحریک سے ہم آہنگ کر کے پاکستان میں ان اسلامی قوانین کے خاتمے کی کوشش کی جائے گی۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں پاکستان کے نام میں 'اسلامی' کا لفظ بھی کھٹکتا ہے اور اگلے دنوں میں پاکستانی دار الحکومت کا نام 'اسلام آباد' اور پارلیمنٹ کی پیشانی پر کلمہ طیبہ بھی کھٹکنا شروع ہو جائے گا۔ ان لوگوں نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے حکومتی فیصلہ کو بھی کبھی تسلیم نہیں کیا۔ یہی وہ طبقہ ہے جو نصاب سے قرآنِ مجید اور اسلامی تاریخ کے نامور کردار حذف کرانے کے لئے کوشاں ہے اور پاکستان کی تاریخ اور کلچر کا ناطہ ہندومت، راجہ داہر اور موہن جوداڑو کی تہذیب سے جوڑنا چاہتا ہے۔ کلچر اور ہندوستانی تہذیب سے والہانہ شغف کی بنا پر اس طبقہ کو برصغیر کی تقسیم بھی بہت کھٹکتی ہے، اور یہ بھارت سے فلمی کلچر کی

www.KitaboSunnat.com

درآمد کے علاوہ غیر مشروط تجارتی و معاشرتی تعلقات استوار کرنا چاہتا ہے۔

آسیہ مسیح کے واقعہ کے تناظر میں ایک بار پھر یہ طبقہ قانونِ توہین رسالت کی تنسیخ کے حوالے سے انتہائی متحرک ہو چکا ہے اور اس متحرک اقلیت کی نمائندہ شیری رحمن نے اپنی ماضی کی الحادی روایات کے عین مطابق، قومی اسمبلی میں مؤرخہ 24 نومبر ۲۰۱۰ء کو ایک بل جمع کرایا ہے، جیسا کہ اس سے 2006ء قبل حدود قوانین کے خلاف بھی پیپلز پارٹی کی اسی دین بیزار رہنما نے قومی اسمبلی میں بل پیش کیا تھا، اور 2004ء میں پاکستان میں قتل غیرت کے جرائم پر مطلوبہ قانون سازی بھی اس نے ایک بل کی صورت پیش کی تھی۔ حالیہ بل کا مقصد یہ ہے کہ موجودہ امریکہ نواز حکومت سے اور بہت سے ظالمانہ اقدامات کے ساتھ ساتھ قانون توہین رسالت کا خاتمہ بھی کروالیا جائے۔ ملک میں اس وقت توہین رسالت کے قانون کے حوالہ سے جاری مظاہرے اور مباحثے کا یہی پس منظر ہے۔ قانون توہین رسالت پر اُٹھائے جانے والے اعتراضات اور شبہات کا ایک جائزہ ذیل میں پیش کیا جارہا ہے، مزید برآں ایک مختصر تاریخی تجزیہ کے ساتھ اس قانون کو غیر مؤثر کرنے کی مرحلہ وار تفصیل پیش کی جارہی ہے جس کی روشنی میں آئندہ کا منظر نامہ بڑی حد تک واضح ہو جائے گا :

کیا پاکستان ایک سیکولر ملک ہے؟

توہین رسالت کے قوانین کے خلاف پاکستان کا ملحد و سیکولر طبقہ اور عالمی قوتیں اس لئے مجتمع ہیں کہ اُنہیں پاکستان جیسی ایٹمی قوت کا اسلامی تشخص بہت چبھتا ہے۔ سیکولر نظریات کے ناطے وہ ہر اس قانون اور علامت کو ختم کرنا چاہتے ہیں جو اسلام کے نام پر وجود میں لائی گئی ہو۔ یہ لوگ اسلام کے کسی قانونی تصور کو ریاستی سطح پر نافذ کرنے کے شدید مخالف ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ اگر اہانتِ رسول کا کوئی قانون اسلام میں موجود ہو بھی، تب بھی اس کو ریاستی سطح پر 'جرم' کی بجائے مغرب کی طرح یہاں بھی محض مذہبی بنیاد پر 'ایک گناہ' کی حیثیت تک محدود کر دیا جائے اور ان قوانین کی تنفیذ سے ریاست کو کوئی سروکار نہیں ہونا چاہئے۔ جبکہ دوسری طرف یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ پاکستان کا وجود ہی کلمہ طیبہ کا مرہونِ منت ہے۔ قراردادِ مقاصد کی منظوری اور اس کے بعد 1973ء کے متفقہ آئین میں

www.KitaboSunnat.com

پاکستان میں کئی ایک اسلامی قوانین متعارف کرائے گئے ہیں۔ اگر بانی پاکستان کی کسی تقریر میں پاکستانی معاشرہ کے بارے میں کوئی احتمالی الفاظ ملتے بھی ہیں جن کا مخصوص پس منظر ہے، تو بعد ازاں اُن کے دیگر متعدد بیانات اور واضح قومی پیغامات سے اس کی صریح نفی ہو جاتی ہے۔ قراردادِ مقاصد کے ذریعے قیامِ پاکستان کی جدوجہد کے حقیقی رخ اور اہداف ومقاصد کا دستوری تعین کیا جاچکا ہے جس کو بعد میں آئین پاکستان 1973ء میں واضح تر الفاظ میں کئی ایک قانونی دفعات کی بھی شکل دے دی گئی۔ لیکن نامعلوم سیکولر دانشور آئین کی حاکمیت کا دم بھرنے بلند بانگ دعوؤں کے باوجود اتنے صریح استدلال کو کیوں نظر انداز کر دینے پر مصر ہیں۔ پاکستان میں اسلامی نظریاتی کونسل ہو، خلافِ شریعت قانونی دفعات کی بات ہو یا پاکستان کے نام کا مسئلہ ہو، حدود قوانین ہوں یا شرعی عدالتیں، ان کو دستور میں طے شدہ طریق کار کے مطابق پاکستان کی اسمبلیوں نے منظور کیا ہے۔ ان صریح زمینی اور قانونی حقائق کی روشنی میں پاکستان کے سیکولر عناصر کا مغالطہ اور مباحثہ اساس کے لحاظ سے ہی غلط ہے اور اُنہیں پاکستان کی عظیم اکثریت کا یہ موقف کہ وہ پاکستان کو ایک اسلامی ریاست بنانے کے شدید خواہش مند ہیں، تسلیم کر لینا چاہئے اور اپنے اس لگاتار خلافِ دستور جرم سے باز آجانا چاہئے جو وہ غیر ملکی قوتوں کی آشیر باد سے اہلیانِ پاکستان پر بزورِ جبر نافذ کرنا چاہتے ہیں۔

کیا قانونِ توہین رسالت جنرل ضیاء الحق مرحوم نے نافذ کیا تھا؟

یہ دعویٰ جاتا ہے کہ یہ قانون ایک آمر ضیاء الحق نے متعارف کرایا تھا، جبکہ امر واقعہ اس کے بالکل خلاف ہے۔ آمروں کے بنائے ہوئے قوانین سے تو پاکستان میں لادینیت اور فحاشی کو تحفظ حاصل ہو رہا ہے جس کے خلاف کوئی آواز اُٹھائی نہیں جاتی اور تحریک بپا نہیں کی جاتی۔ پاکستان میں خلافِ اسلام عائلی قوانین ہوں یا ویمن پروٹیکشن بل، یہ دونوں قوانین واضح طور پر فوجی آمر ایوب خاں اور پرویز مشرف کے لاگو کردہ ہیں، اس کے باوجود سیکولر حلقوں اور بزعم خود 'سول سوسائٹی' میں ان کو بسر وچشم قبول کیا جاتا ہے اور اسلامی قوانین کے خلاف فضائے عامہ ہموار کرنے کے لئے ان پر 'آمر کے قوانین' کی پھبتی کسی جاتی ہے۔

1973ء کے متفقہ دستور کی دفعہ نمبر 227 میں اہلیانِ پاکستان کو یہ حق دیا گیا تھا کہ وہ

www.KitaboSunnat.com

خلافِ اسلام دفعات کی نشاندہی کرکے ان کو اسلام کے مطابق تبدیل کرا سکتے ہیں۔ بھٹو کے زیر نگرانی تیار کردہ اس دستور کے دیے ہوئے حق کو استعمال کرتے ہوئے مجاہد ناموس رسالت محمد اسمٰعیل قریشی ایڈووکیٹ نے 1984ء میں وفاقی شرعی عدالت میں ایک رِٹ پٹیشن دائر کی تھی جس میں مذہبی دل آزاری کے سابقہ قوانین کو ناکافی قرار دیتے ہوئے، ان میں توہین رسالت کے جرم کی سزا کے تعین کا مطالبہ کیا گیا تھا۔اِس دوران 17 مئی ۱۹۸۶ء کو سیکولر ایجنڈے کی اَن تھک منادی عاصمہ جہانگیر نے اسلام آباد کے ایک ہوٹل میں نبی کریم ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کا ارتکاب کیا جس کی روک تھام کے لئے قومی اسمبلی میں محترمہ نثار فاطمہ نے توہین رسالت کے مجرم کے لئے سزاے موت کا بل پیش کیا جس کے نتیجے میں فوجداری ترمیمی ایکٹ نمبر 3 (سال 1986ء) کے ذریعے 295 سی کی صورت میں توہینِ رسالت کا قانون نافذ کیا گیا لیکن اس قانون میں توہین رسالت کی سزا 'سزاے موت یا عمر قید مع جرمانہ' کی صورت میں رکھی گئی تھی۔

چونکہ اس بل سے یہ قانون عین اسلام کے مطابق نہ ہو سکا، اور جناب محمد اسمٰعیل قریشی کی رٹ پٹیشن کی ضرورت باقی رہی، اس بنا پر وفاقی شرعی عدالت میں داخل اس رٹ پٹیشن کا فیصلہ اکتوبر 1990 کو آیا جس میں 295 سی سے عمر قید کی سزا حذف کرنے کی سفارش کی گئی اور فاضل عدالت نے یہ بھی قرار دیا کہ حکومتِ پاکستان نے یہ اگر مجوزہ تبدیلی نہ کی تو 30 اپریل 1991ء کے بعد 'عمر قید کی سزا' کے الفاظ خود بخود حذف ہو جائیں گے۔ یاد رہے کہ اس فیصلہ میں یہ سزا تمام انبیا کرام کی گستاخی تک وسیع کرنے کی سفارش بھی کی گئی تھی۔ ①

یہ فیصلہ ملک کی اعلیٰ وفاقی شرعی عدالت کے پانچ فاضل جج صاحبان نے ملک کے جید علماے کرام کی معاونت سے صادر کیا۔ان جج صاحبان کے نام یہ ہیں:

1. چیف جسٹس گل محمد خاں — سابق جج لاہور ہائی کورٹ
2. جسٹس عبدالکریم خاں کنڈی — سابق جج پشاور ہائی کورٹ
3. جسٹس عبدالرزاق تھہیم — سابق جج کراچی ہائی کورٹ

① PLD, FSC 1991, p.10

www.KitaboSunnat.com

4. جسٹس عبادت یار خان — سابق جج کراچی ہائی کورٹ
5. جسٹس ڈاکٹر فدا محمد خاں — پی ایچ ڈی، اسلامی قانون

مذکورہ تاریخ تک حکومت نے مطلوبہ قانون سازی نہ کی جس کے نتیجے میں فاضل عدالت کا فیصلہ از خود نافذ ہو گیا۔ یہ نواز شریف کی وزارتِ عظمیٰ کا پہلا دور تھا اور حکومت سپریم کورٹ میں اس فیصلے کے خلاف اپیل میں جانے کی تیاری کر رہی تھی۔ اسی دوران عوام کے پرزور مطالبے پر نواز حکومت کو پیچھے ہٹنا پڑا، اور حکومت نے اس سلسلے میں قومی اسمبلی میں بل پیش کر دیا۔ اس موقع پر ناموسِ رسالت کے قائدین نے اس بل کو قومی اسمبلی میں پیش کرنے کو بے فائدہ قرار دیتے ہوئے حکومت سے یہ مطالبہ کیا کہ اگر حکومت اس سے متفق ہے تو سپریم کورٹ میں اپیل کی پیروی نہ کرے، نتیجتاً یہ قانون خود ہی مطلوبہ ترمیم کے ساتھ نافذ ہو جائے گا۔ تاہم 2 جون 2010ء کو قومی اسمبلی میں یہ قانون زیر بحث آیا اور اسمبلی نے 'عمر قید' کی سزا کے خاتمے کو منظور کر دیا اور 8 جولائی 1992ء کو پاکستان کی سینیٹ نے بھی اس بل کو اتفاقِ رائے سے منظور کیا۔

گویا توہین رسالت کا حالیہ قانون تین مختلف سمتوں سے ہونی والی کاوشوں کے نتیجے میں پاکستان کے مجموعہ تعزیرات کا حصہ بنا ہے:

1. جناب محمد اسمٰعیل قریشی کی 1984ء میں وفاقی شرعی عدالت کو دی جانے والی درخواست اور اس پر وفاقی شرعی عدالت کا 1990 کا فیصلہ (یہی اس قانون کا اصل محرک ہے)
2. قومی اسمبلی میں آپا نثار فاطمہ کا پیش کردہ بل اور اس کے نتیجے میں محدود قانون سازی
3. آخر کار جون 1992ء میں پاکستانی پارلیمان میں سزاے عمر قید کے خاتمے کا بل پیش ہونا اور اس کا منظور ہو جانا، گو کہ اس آخری مرحلہ کی ضرورت نہ تھی، کیونکہ شرعی عدالت کے فیصلے کی روشنی میں مقررہ تاریخ گزر جانے کے بعد قانون خود ہی تبدیل ہو چکا تھا، تاہم پارلیمان کی قانون سازی نے اس ترمیم کی مزید تائید کر دی۔ اب اس قانون کو دستور 1973ء میں دیے ہوئے حق کے استعمال یا قومی اسمبلی کی 1992ء میں منظوری کا نتیجہ قرار دیا جاسکتا ہے، ظاہر ہے کہ یہ ہر دو اقدامات کسی آمر کے ذریعے حاصل نہیں

www.KitaboSunnat.com

ہوئے۔[1]

4. بلکہ حقیقتِ واقعہ تو یہ ہے کہ قانون توہین رسالت تو فاضل عدالت اور پارلیمنٹ کی متفقہ منظوری کا حاصل ہے، جبکہ اس کو غیر مؤثر کرنے کی باضابطہ ترمیم 2004ء میں پرویز مشرف کے آمرانہ دور میں ہوئی، جیسا کہ تفصیل آگے آرہی ہے۔

یہ اسلام کا ایک متفقہ شرعی تقاضا اور پاکستانی پارلیمنٹ کا منظور شدہ قانون ہے، اس کے باوجود افسوس ناک امر یہ ہے کہ ۱۸ سال سے اس قانون کے نفاذ کے باوجود آج تک کسی کو توہین رسالت کی سزا نہیں دی جاسکی جس کی ایک وجہ سیکولر عناصر کا یک طرفہ، بدترین پروپیگنڈا اور شدید عالمی دباؤ ہے تو دوسری طرف پاکستانی حکومتوں کی منافقت بھی ہے کہ اس قانون کے معاً بعد سے اس قانون میں ایسی ترامیم کردی گئیں جس سے قانون ناقابل عمل ہوگیا۔ اب صورتِ حال یہ ہے کہ سیکولر قوتوں کے شدید پروپیگنڈہ کے نتیجے میں جو شخص بھی توہینِ رسالت کا ارتکاب کرتا ہے تو یہ اہانت اس کے لئے خصوصی 'اعزاز' کا سبب بن جاتی ہے۔ جس طرح عاصمہ جہانگیر کی توہین رسالت کے بعد آج ہماری قوم نے عدلیہ کے ایک اعلیٰ منصب یعنی سپریم کورٹ بار کی صدارت کا اعزاز اُسے بخشا ہے اور اس کے لئے پیپلز پارٹی کی حکومت نے بھرپور منصوبہ بندی اور لابنگ کی ہے، اسی طرح توہین رسالت کے دیگر مرتکبین کو عاصمہ جہانگیر کا انسانی حقوق کمیشن عالمی قوتوں کا تحفظ فراہم کرتا اور اُنہیں خصوصی پروٹوکول عطا کرواتا ہے۔ ماضی میں سلامت مسیح کا کیس ہو یا رحمت مسیح کا، شانتی نگر کا واقعہ ہو یا جوزف روبنسن کا، ان واقعات میں آسیہ مسیح کے کیس کی طرح ملزمین کو ہمیشہ عالمی ہمدردی اور خصوصی اِعزاز ہی حاصل ہوا ہے۔

یاد رہے کہ 'نیشنل کمیشن برائے عدل وامن' کی رپورٹ کی رو سے پاکستان میں 1986 تا 2009ء تک کل 986 کیس سامنے آئے ہیں جن میں سے 479 کا تعلق مسلمانوں سے اور صرف 119 کا تعلق عیسائیوں سے ہے۔ ان تمام مقدمات میں کسی ایک کو بھی سزائے موت

[1] مزید تفصیل کیلئے: 'قانون توہین رسالت' از محمد اسمٰعیل قریشی: ص155

www.KitaboSunnat.com

نہیں دی گئی۔اس سے ایک طرف حکومت کے منافقانہ کردار کا پتہ چلتا ہے تو دوسری طرف اس اعتراض کی حقیقت بھی کھل جاتی ہے کہ یہ قانون اقلیتوں کے خلاف بنایا گیا ہے۔

دیگر ممالک میں قانونِ توہین رسالت کے مماثل قوانین

کہا جاتا ہے کہ اس قانون سے پاکستانی میں مذہبی انتہا پسندی میں اضافہ ہوتا ہے اور دنیا بھر میں پاکستان کا تشخص ایک کٹر اور شدت پسند ملک کے طور پر نمایاں ہوتا ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان میں توہین رسالت کے قانون کو بلاوجہ مطعون اور پاکستان کے مذہبی اقدامات کے بارے غیر معمولی حساسیت کا مظاہرہ بلاوجہ ہی کیا جاتا ہے۔ پاکستان کے قانون میں صرف مسلمانوں کے نبی آخر الزمان کو ہی یہ تحفظ و تقدس حاصل نہیں بلکہ تمام انبیا اور جملہ اَدیان کو یہاں قابل سزا جرم[1] قرار دیا گیا ہے۔ پاکستان میں مذہبی جذبات کے احترام کا یہ تحفظ صرف مسلمانوں کو ہی نہیں بلکہ عیسائیوں کو بھی حاصل ہے،اس کے بعد اس الزام کی بھی کیا حیثیت رہ جاتی ہے کہ یہ قانون اقلیتوں کے خلاف یا مذہبی امتیاز پر مبنی ہے۔ دفعہ 295 سی کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے:

دفعہ ۲۹۵ (ج): ''پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے توہین آمیز الفاظ وغیرہ استعمال کرنا:
''جو کوئی الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا نقوش کے ذریعے، یا کسی تہمت، کنایہ یا در پردہ تعریض کے ذریعے بلاواسطہ یا بالواسطہ رسول پاک حضرت محمد ﷺ کے پاک نام کی توہین کرے گا تو اسے موت کی سزا دی جائے گی اور وہ جرمانے کی سزا کا بھی مستوجب ہوگا۔''

☜ اسلام کا قانونِ توہین رسالت تو کائنات کی عظیم الشان ہستی کی ذات کے تقدس کے بارے میں ہے جس کی عظیم الشان خدمات کی مثال انسانی تاریخ کسی بھی حوالے سے پیش کرنے سے قاصر ہے۔ نبی کریم ﷺ کی اس ہمہ جہتی عظمت کا اعتراف مسلمانوں سمیت غیر مسلموں نے بھی کیا ہے۔ جبکہ دیگر ممالک میں ایسا ہی تحفظ ان کے ایسے حکمرانوں کو حاصل

[1] مجموعہ تعزیراتِ پاکستان: دفعہ 295،295الف،298

www.KitaboSunnat.com

ہے جو گناہوں اور کوتاہیوں میں بری طرح غرق ہیں۔ان میں سے ایک ملکہ برطانیہ بھی ہے جس کے تقدس کو باقاعدہ قانون سازی کے ذریعے تحفظ دیا گیا ہے۔

☜ ایسا ہی تحفظ یہودیوں کے ہولوکاسٹ (ہٹلر کے دور میں یہودیوں کے خلاف ڈھائے گئے مظالم) کو بھی حاصل ہے جس میں یہودی جذبات کا احترام نہ کرنے والوں اور ایک تاریخی واقعہ کے بارے میں مطلوبہ اظہار نہ کرنے کو سنگین سزا کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ سزا فرانس، جرمنی، ہنگری، ہالینڈ اور سوئٹزرلینڈ سمیت دنیا کے بیشتر ممالک میں موجود[1] ہے۔

☜ علاوہ ازیں ہر ملک میں چند انسانوں کے بنائے ہوئے دستور کی مخالفت کرنے والے شخص کو ریاست کا باغی قرار دے کر آج کی ریاست اس سے جینے کا حق چھین لیتی ہے اور اسے موت کی سزا دیتی[2] ہے۔ صد افسوس کہ کائنات کی سب سے عظیم ہستی ﷺ کو مغرب کی متعصب تہذیب وہ تحفظ دینے کی روادار نہیں جو وہ اپنے دستور کی 'کتابِ مقدس' کو دیتے ہیں۔ آج کی حکومتیں ریاست سے بغاوت کو تو قابل گردن زدنی قرار دیتی ہے لیکن مذہب سے بغاوت کو جرم نہیں سمجھتیں۔

❁ سیکولرزم کی مالا جپنے والی یہ مغربی ریاستیں آئے روز پاکستان کو توہین رسالت کے جامع قانون کے خاتمہ کی تلقین کرتی ہیں لیکن اپنے آپ کو ایک سیکولر ریاست باور کرانے کے باوجود اپنے ہاں عیسائیت کے تحفظ کے لئے قانون سازی کرنے اور اس کو برقرار رکھنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتیں۔ان کی 'منتخب اخلاقیات' کا نوحہ لکھا جائے یا اُنہیں منافقت اور دھوکہ دہی کا مجرم سمجھا جائے۔ جیسا کہ امریکہ نے اپنے ہاں عیسائی حقوق کے تحفظ کا ٹھیکہ لے رکھا ہے اور امریکہ کی سپریم کورٹ توہین مسیح سے متعلق اپنے ایک فیصلہ[3] میں واضح طور پر یہ قرار دیتی ہے کہ

''امریکہ میں چرچ اور سٹیٹ ایک دوسرے سے علیحدہ ہیں، لیکن دیگر مذاہب کے مقابلہ

---

① مزید تفصیل کے لئے: ترجمان القرآن: دسمبر 2010ء ص 10

② مثلاً دیکھئے: دستورِ پاکستان کی دفعہ 6

③ کیس کا نام: موکس بنام سٹیٹ

www.KitaboSunnat.com

میں امریکہ میں مسیح کے پیروکاروں کی تعداد زیادہ ہے۔امریکہ کے بڑے عہدیدار بائبل پر ہی حلف لیتے ہیں، چنانچہ عدلیہ، مقننہ اور انتظامیہ کا مذہب سے یک گونہ تعلق بالکل واضح ہے۔اس بنا پر آزادئ مذہب، آزادئ پریس اور بنیادی حقوق، توہین مسیح کے قانون اور اس کی بابت قانون سازی میں قطعاً مزاحم نہیں ہیں۔'' (مختصراً)

یاد رہے کہ امریکہ میں دیگر مذاہب اور ان کی مقدس شخصیات کی توہین قابل مؤاخذہ جرم نہیں، البتہ توہین مسیح کی سزا موت کی سزا کے خاتمہ کے بعد عمر قید کردی گئی ہے۔

❁ ایسے ہی جب برطانیہ میں جب شاتم رسول سلمان رشدی کو تحفظ دینے کا واقعہ پیش آیا تو برطانیہ اس کی حفاظت کے لئے کھڑا ہوگیا۔ برطانیہ کے مسلمان باشندوں نے یہ مطالبہ کیا کہ برطانیہ میں توہین مسیح کے قانون کے ساتھ توہین محمد ﷺ کی شق کو بھی شامل کرلیا جائے تو برملا اس سے انکار کیا گیا اور واضح جانبداری دکھائی گئی کہ برطانیہ صرف عیسائیوں کے حقوق کا ہی محافظ ہے۔ یہ ہے مذہبی غیر جانبداری کا دعویٰ کرنے والوں کا مکروہ چہرہ!

اس موقع پر برطانیہ کے وزیر قانون جان پیٹس نے مسلمانوں کی درخواست کو مسترد کرتے ہوئے تحریری طور پر بتلایا کہ حکومتِ برطانیہ توہین مسیح کے قانون میں کسی قسم کی ترمیم کو جائز قرار نہیں دیتی۔ پھر برطانیہ کی سب سے بڑی عدالت 'ہاؤس آف لارڈز' نے اس بارے میں فیصلہ کرتے ہوئے حکومتِ برطانیہ کے موقف کو درست قرار دیا اور لکھا کہ

''برطانوی قانون کی رو سے مذہبِ اسلام پر جارحانہ حملہ غیر قانونی نہیں ہے۔ اگر حکومتِ برطانیہ قانونِ توہین مسیح میں اسلام کے قانون توہین رسالت کی کوئی شق شامل کردے تو برطانیہ کی اعلیٰ عدلیہ اس کو یہاں نافذ کرنے سے گریز کرے گی۔''

یہ رویہ صرف یورپ وامریکہ کا ہی نہیں بلکہ یورپ کی 'ہیومن رائٹس کورٹ' کو بھی جب مسلمانوں نے اس ضمن میں درخواست دی تو اُس نے مسلمانوں کی یہ درخواست مسترد کردی۔ ①

① دیکھئے مضمون: 'قانون توہین رسالت کے نئے معنی ومفہوم' از محمد اسمٰعیل قریشی روزنامہ 'نوائے وقت'

www.KitaboSunnat.com

توہین رسالت کی سزا کیا 'انسانی حقوق' کے منافی ہے؟

اوپر بیان کردہ حقائق کے بعد یہ امر بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ جب توہین مسیح کا قانون مغرب کے اکثر ممالک میں نافذ العمل ہے اور یورپی ممالک کی عدالتیں ان کے فیصلوں کو نافذ کرتی اور یہ بھی قرار دیتی ہیں کہ یہ قانون انسانی حقوق کے خلاف نہیں ہے تو پھر پاکستان میں کیوں کر اس کو انسانی حقوق کی خلاف ورزی قرار دیا جاسکتا ہے؟

یورپ کے بعض ممالک مثلاً ڈنمارک، اسپین، فن لینڈ، جرمنی، یونان، اٹلی، آئرلینڈ، ناروے، آسٹریا، نیدرلینڈ وغیرہ میں بھی مذہبی جذبات کی توہین پر سنگین سزائیں موجود ہیں اور برطانیہ میں تو ملکہ کی توہین کو بھی اس میں شامل کر لیا گیا ہے۔ اس کے بعد پاکستان میں اس قانون کو انسانی حقوق کی خلاف ورزی قرار دینے کی کیا تک ہے؟

دراصل انسانی حقوق کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی رہنمائی سے کٹ کر انسانوں نے اپنے تئیں بعض حقوق کا تعین کر لیا ہے۔ دوسری طرف اسلام نام ہی اس امر کا ہے کہ کوئی انسان اپنے آپ کو مخلوق تسلیم کر کے خالق کی رضا کے لئے مطیع و فرمانبردار ہو جائے۔ اور جو حقوق اس مطیع بندے کو اس کا خالق دے، یعنی حقوق العباد تو اِن حقوق تک اکتفا کرے۔ اسلام کے نظریۂ حقوق میں سب سے بالا تر حق اس ذاتِ گرامی ﷺ کا ہے جو انسان کو اس کے خالق ربّ العٰلمین سے جوڑتی ہے۔ اگر اس ذات پر ایمانِ کامل ہو اور اس کی محبت واطاعت موجود ہو تو اس کے نتیجے میں ہی قرآنِ کریم اور خالق کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے اسلام کی نظر میں تمام حقوق سے بالا تر حق ذات گرامی ﷺ کا ہے، جسے اسلام میں 'امّ الحقوق' کا درجہ حاصل ہے۔ اس کے بالمقابل مغرب کا نظریۂ حقوق 'خالق کے تصور سے ناآشنا اور انسان پرستی' کے رویے کا حاصل ہے۔ ایک طرف حقوق العباد کی بات ہے تو دوسری طرف حقوقِ انسان کی بات ہے۔ دونوں حقوق کا سرچشمہ اور نظریہ وڈھانچہ ہی مختلف ہے تو دونوں میں ظاہری مطابقت حاصل ہو بھی جائے تو بھی جزوی مماثلت سے کیا حاصل۔ الغرض انسانی حقوق کے ایجنڈے پر کارفرما جدید مغربی ریاست سب سے بالا تر حق ریاست کا قرار دیتی ہے تو اسلام سب سے بالا تر حق اس ملتِ اسلامیہ کے مرکز و محور کا قرار

www.KitaboSunnat.com

دیتا ہے جس سے چودہ صدیوں سے پوری اسلامیت وابستہ چلی آرہی ہے۔ اور اسلام یہ حق، ذاتِ گرامی کو منصبِ رسالت کی بنا پر دیتا ہے جو محمد ﷺ کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے فرستادہ تمام انبیاے کرام کا بھی حق ہے۔ اسلام کی نظر میں یہ حق اللہ کے حق اطاعت سے مقرون و متصل ہے اور اس پر قرآنِ کریم کی درجنوں آیات شاہد ہیں۔

قانون امتناعِ توہین رسالت کو غیر مؤثر کرنا

پاکستان میں توہین رسالت کے قانون کو سیکولر عناصر نے کبھی قبول نہیں کیا اور اس قانون کے نفاذ کے فوراً بعد سے پاکستان کو عالمی اداروں کی طرف سے ملنے والی تمام تر امداد اس قانون کے خاتمہ سے مشروط رہی ہے۔ اگر برطانیہ، فرانس یا امریکہ نے کبھی کوئی تجارتی لین دین، یا اسلحے کی خرید و فروخت کا معاہدہ کیا ہے تو اسے بھی اس قانون کے خاتمے سے مشروط کیا گیا ہے۔ اقوام متحدہ کے ادارے ایمنسٹی انٹرنیشنل نے بارہا اس بنا پر پاکستان کے خلاف رپورٹیں پیش کی ہے، حالانکہ بیشتر رپورٹوں میں کوئی شے حقائق پر مبنی نہیں۔ ان عالمی اداروں کی رپورٹیں پاکستان میں مغرب کے گماشتوں کی تیار کردہ ان فرضی رپورٹوں کا چربہ ہوتی ہیں جنہیں وہ ادارے اپنے علاقائی یا عالمی مقاصد کے تحت ایک تسلسل سے امریکہ و اقوام متحدہ وغیرہ میں ارسال کرتے رہتے ہیں۔ بہرحال اس لگاتار مہم بازی کا نتیجہ یہ نکلا کہ پاکستان کے حکمران اس قانون کو نافذ کرنے کی بجائے اسے ختم کرنے کے درپے ہوگئے۔

نواز شریف جس کے پہلے دور حکومت میں قومی اسمبلی نے یہ قانون منظور کیا تھا، اس کے دوسرے دورِ حکومت میں اس قانون کی تاثیر پر اس طرح شب خون مارا گیا کہ اس پر جس قدر افسوس کیا جائے، کم ہے۔ حکمرانوں میں نہ تو ایسی سیاسی قوت ہے کہ وہ اس قانون کو براہِ راست نشانہ بنا سکیں اور نہ ہی پاکستان کا دستور اس خلافِ شرع اقدام پر ان کی حمایت کرتا ہے، چنانچہ حکمرانوں نے ہمیشہ اصل قانون کی بجائے قانون کے اجرا کے طریقہ کار میں ترمیم کی درپردہ کوششیں کیں۔

❶ **بینظیر حکومت اور قانون توہین رسالت:** جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ پاکستان میں توہین رسالت کا موجودہ قانون 1991ء میں وفاقی شرعی عدالت کے فیصلہ اور پھر جولائی 1992ء میں

www.KitaboSunnat.com

پارلیمان کی قانون سازی کے نتیجے میں حتمی ہو کر کتابِ قانون کا حصہ بنا، لیکن قانون کی تشکیل کے موقع پر 1992ء میں ہی پیپلز پارٹی کی قیادت اس حوالے سے شدید پریشانی اور خلجان میں مبتلا تھی۔

◉ قائدِ حزب اختلاف بینظیر بھٹو نے جولائی 1992ء میں پارلیمنٹ میں پیش کئے جانے کے موقع پر اس بے چینی کا اظہار ان الفاظ میں کیا تھا کہ

''پاکستان جیسے مسلم اکثریتی ملک میں ایسا قانون غیر ضروری ہے، یہاں کی مسلم اکثریت خود ہی اپنے نبی کے تقدس کی حفاظت کر سکتی ہے۔ پارلیمنٹ کے ذریعے ایسا قانون منظور کرانا ملک کو بنیاد پرست ریاست بنانے کی کوشش ہے جس سے عوام کے حقوق سلب ہوں گے اور پاکستان بدنام ہوگا۔'' ①

◉ اگلے سال اقتدار میں آتے ہی بینظیر حکومت نے 'لاء کمیشن' کے ذریعے 20 دسمبر 1993ء کو اسلامی نظریاتی کونسل سے اس قانون میں ترمیم کی سفارش کی اور یہ مطالبہ کیا کہ اس جرم کو ناقابل دست اندازی پولیس بنا دیا جائے۔

◉ اپریل 1994ء میں بینظیر حکومت کی وفاقی کابینہ نے اس جرم کی سزا محض 10 سال قید میں تبدیل کرنے کا فیصلہ دیا۔ جولائی 1994ء میں اس حکومت کے دو وزرا: وزیر تعلیم ڈاکٹر شیر افگن اور وزیر داخلہ نصیر اللہ بابر نے یہ بیانات دیے کہ توہین رسالت اب ایک قابل دست اندازی پولیس جرم نہیں رہا، اب اس کی رپورٹ سیشن کورٹ یا کم از کم علاقہ مجسٹریٹ کے پاس ہی بطورِ استغاثہ درج ہوگی۔ مزید برآں غلط شکایت پر 10 سال کی سزا بھی لاگو کر دی گئی ہے۔ ②

پولیس کے قابل دست اندازی جرم نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس جرم کی سزا دلوانا، دیگر جرائم کی طرح پاکستانی حکومت کا مسئلہ نہیں رہا بلکہ اس جرم کے وقوع پر سیشن کورٹ میں شکایت درج کرانے پر ہی اس کے خلاف کاروائی ہوگی، اور پہلے شکایت کنندہ کو

---

① روزنامہ جنگ، کراچی: اگست 19ء

② روزنامہ دی نیوز: 14 جولائی 1994ء

www.KitaboSunnat.com

جرم کا وقوع ثابت کرنا ہوگا۔ گویا یہ جرم ریاست کے خلاف نہیں بلکہ مسلمان کے خلاف ہے، جس کی تلافی کے لئے اسے شکایت کر کے حکومت کی مدد حاصل کرنا ہوگی۔ اس ترمیم کا نتیجہ یہ نکلا کہ شکایت کنندہ مسلمان کو وقوعہ کے اندراج کے تمام اخراجات نہ صرف خود ہی برداشت کرنا ہوں گے، بلکہ گواہوں کے ذریعے وقوعہ کو ثابت بھی کرنا ہوگا۔ اس ترمیم کا مقصد واضح طور پر اس جرم کی سزا کے نفاذ میں رکاوٹیں کھڑی کرنا تھا۔

❷ **نواز شریف حکومت اور قانونِ توہین رسالت:** بینظیر کے دورِ حکومت 1996ء میں سینٹ کے قائدِ حزبِ اختلاف راجہ ظفر الحق نے 7 مارچ 1996ء کو امریکی حکومت کے مطالبے پر اس قانون کے طریقہ کار میں اس تبدیلی کو انتہائی مایوس کن قرار دیا۔ لیکن 1998ء میں جب نواز شریف حکومت کا دوسرا دور تھا، تو اس وقت وفاقی وزیر مذہبی واقلیتی اُمور نے 7 مئی 1998ء کو یہ بیان دیا کہ حکومت اس قانون میں تبدیلی کے بجائے طریقہ کار میں تبدیلی پر غور کر رہی ہے۔ اور وہ یہ کہ ''توہین رسالت کی سماعت عام عدالت کی بجائے سپیشل کورٹ میں کی جائے۔ علاوہ ازیں ایسے کیس چلنے سے قبل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے پاس جائیں تاکہ وہ اس بات کا فیصلہ کرے کہ یہ کیس چلنا بھی چاہئے یا نہیں؟''①

افسوسناک امر یہ ہے کہ یہ بیان دینے والی مبارک شخصیت وہی تھی جنہوں نے بینظیر دور میں اس قانون میں تبدیلی کی بھرپور مخالفت کی تھی لیکن اپنے دورِ حکومت میں وہ خود اس قانون میں تبدیلی پر کمربستہ ہوگئے حتیٰ کہ نواز حکومت کے وفاقی وزیر قانون خالد انور نے تو چند دنوں بعد یہ بیان بھی دے دیا کہ ''حکومت قانونِ توہین رسالت میں بھی ترمیم کرے گی۔''②

اس پس منظر کے ساتھ آخر کار وزیر اعظم نواز شریف نے جون 1998ء کو اس قانون کے طریقہ کار میں تبدیلی کی منظوری دے دی۔ اس موقع پر روزنامہ 'نوائے وقت' میں شائع ہونے والی خبر کا متن یہ تھا:

---

① روزنامہ 'خبریں' لاہور: 9 مئی 1998ء

② روزنامہ 'خبریں' لاہور: 24 مئی 1998ء

www.KitaboSunnat.com

"وزیراعظم میاں نواز شریف نے وفاقی وزیرمذہبی واقلیتی اُمور سینیٹر راجہ ظفر الحق کی رپورٹ پر توہین رسالت کے مبینہ واقعات میں FIR کے اِندراج کے قانون میں ترمیم کی منظوری دے دی ہے۔ یہ انکشاف قومی اسمبلی کے رکن اور سابق وزیر مملکت ڈاکٹر روفن جولیس نے سینیٹر راجہ ظفر الحق کی زیر صدارت اسلام آباد میں منعقدہ اجلاس میں شرکت کے بعد صحافیوں سے بات چیت کے دوران کیا۔اُنہوں نے کہا کہ وزیر اعظم نے ہدایت کی ہے کہ جہاں توہین رسالت کا مبینہ واقعہ پیش آئے،اس علاقے کے اچھی شہرت کے حامل دوایمان دار، سچے مسلمان اور دو عیسائی منتخب کیے جائیں۔ڈپٹی کمشنر، ایس ایس پی اور ان چار اَفراد سمیت چھ اَفراد پر مشتمل ایک کمیٹی اس واقعہ کی تحقیقات کرے گی اور اگر تفتیش کے دوران جرم ثابت ہوگیا تو کمیٹی کی رپورٹ پرFIRدرج کی جائے گی۔"①

افسوس ناک امر یہ ہے کہ صدرِ مملکت محمد رفیق تارڑ، وفاقی وزیر مذہبی اُمور سینیٹر راجہ ظفر الحق اور نواز شریف وشہباز شریف جیسے بظاہر 'عاشقانِ رسول' کی حکومت میں قانون توہین رسالت کو غیر مؤثر کرنے کے قانونی تقاضے پورے کر لئے گئے۔ یہ وہی لوگ تھے جو اس سے قبل عوام میں سستی مقبولیت کے لئے اس قانون کی برملا حمایت کیا کرتے تھے۔

بینظیر حکومت نے اس قانون کو ناقابل دست اندازی پولیس قرار دیا، لیکن اصل قانون میں تبدیلی نہ کر سکی۔ جبکہ نواز حکومت نے ایسی کمیٹی کو اس کی شکایت کے لئے ضروری قرار دیا، جو ڈپٹی کمشنر، ایس ایس پی اور دو مسلمان، دو عیسائی سچے افراد پر مشتمل ہو۔اس قدر سنیئر افسران اور ہر محلہ میں مسلم عیسائی افراد کی موجودگی کی مشکل اور تاخیری شرائط کے ذریعے جرم کی سزا کے نفاذ میں ایسی سنگین رکاوٹیں کھڑی کی گئیں کہ قانون بظاہر باقی رہے لیکن اس کی سزا کسی کو نہ ہو سکے۔ ہر ضلع میں ڈپٹی کمشنر اور ایس ایس پی کی بیش بہا مصروفیات اور اس پر مستزاد اُن کے عموماً دین گریز رجحانات کا واضح نتیجہ یہ تھا کہ ایسے جرم کی سزا آغاز میں ہی اس قدر مشکل بنادی جائے کہ اس کی شکایت کرنے سے قبل کوئی مسلمان بیسیوں بار سوچے۔

① روزنامہ 'نوائے وقت' لاہور: 14 جون 1998ء

www.KitaboSunnat.com

❸ **مشرف حکومت اور قانونِ توہین رسالت:** جنرل پرویز مشرف نے 21 مئی 2000 کو یہ اعلان کیا کہ قانون توہینِ رسالت کا غلط استعمال ہو رہا ہے، اس لئے اس کے طریقۂ نفاذ میں مزید تبدیلی کی ضرورت ہے لیکن عوام کے شدید ردّ عمل کے بعد عملاً اس تبدیلی کو ملتوی کر دیا گیا۔ مئی 2004ء میں جنرل مشرف نے قانونِ توہین رسالت پر دوبارہ نظرثانی کا اعلان کر دیا۔ ان دنوں اعجاز الحق وزیر مذہبی اُمور تھے، اُنہوں نے جولائی 2004ء میں یہ بیان جاری کیا کہ توہین رسالت کی غلط شکایت کرنے والے کو موت کی سزا دی جائے گی، گویا اصل جرم کی سزا کے عین برابر۔ وزیر موصوف کی یہ قانون فہمی اور سفارش بھی شرمناک جسارت سے کم نہ تھی۔ آخر کار نومبر 2004ء میں پاکستان میں قتل غیرت کے جملہ قوانین کے ساتھ قانونِ توہین رسالت میں بھی تبدیلی کر دی گئی۔ یاد رہے کہ قتل غیرت کے حوالے سے قانون سازی کے مطالبے میں بھی شیری رحمٰن پیش پیش تھی، اور اس موقع پر اس نے قومی اسمبلی میں 'خواتین کو بااختیار بنانا' کے عنوان سے ایک بل جمع کرایا تھا۔

قانونِ توہین رسالت میں مشرف حکومت نے جو ترمیم پیش کی، اس کا تعلق بھی طریقۂ نفاذ کی تبدیلی سے تھا۔ واضح رہے کہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 156 کا تعلق وقوعہ جرم کی رپورٹ سے ہے، اس میں نومبر 2004ء میں پیش کئے جانے والے 'کریمنل لاء ایکٹ 2004ء' کی دفعہ » کی رو سے 156 اے اور بی، دو ترامیم کا اضافہ کیا گیا۔ 156 بی کا تعلق تو حدود قوانین کی رپورٹ سے تھا، جبکہ 156 اے کا تعلق قانونِ توہین رسالت کی تنفید سے۔ اس بل کی منظوری کے بعد ضابطہ فوجداری میں 156 اے کا اضافہ کر دیا گیا، جس کا متن یہ تھا:

۱۵۶/اے: تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۲۹۵ سی کے تحت جرم کی تفتیش:

''سپرنٹنڈنٹ پولیس کے عہدے سے کم رتبے کا کوئی پولیس آفیسر تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 295 سی کے تحت درج مقدمے کے ملزم سے تفتیش نہیں کر سکے گا۔''

یہ قانون اس وقت ضابطہ فوجداری میں محولہ دفعہ کے تحت موجود اور نافذ عمل ہے۔

❹ زرداری دور میں قانونِ توہین رسالت کو غیر مؤثر اور تبدیل کرنے کی کوشش

موجودہ دور میں آسیہ مسیح کے کیس کے ذریعہ ایک بار پھر قانونِ توہین رسالت کو نشانہ

www.KitaboSunnat.com

بنایا جارہا ہے۔ ننکانہ کی آسیہ مسیح کی دریدہ دہنی اور بار بار اس کا اعتراف، اپنی بقیدِ حیات بہن کے شوہر کے ساتھ اس کا نکاح جس کی بنا پر اس علاقہ کے عیسائی بھی آسیہ کے مخالف ہیں، اور مسیحیت کی تبلیغ کے ساتھ اس کی شانِ رسالت میں گستاخی کی تمام تفصیلات[1] میڈیا پر آچکی ہیں۔اس کے باوجود «2 نومبر کو گورنر پنجاب سلمان تاثیر کا اپنی بیٹیوں اور بیوی کے ہمراہ شیخوپورہ جیل میں اس سے ملاقات کرنا اور اس کو بے گناہ قرار دینا، بعد ازاں حکومت کا شاتمہ آسیہ مسیح کو شیخوپورہ جیل سے نامعلوم مقام پر منتقل کرنا اور صدر زرداری کو اس کی سزا معافی کی درخواست، ایسی عجیب وغریب چیزیں ہیں جو حکمرانوں کی توہین رسالت کے مجرموں کے ساتھ غیر معمولی ہمدردی کا برملا اظہار کررہی ہیں۔

آسیہ مسیح نے شانِ رسالت میں چند مسلمان خواتین کی موجودگی میں مؤرخہ 14 جون 2009ء کو گستاخی کا ارتکاب کیا۔ اور ایڈیشنل سیشن جج ننکانہ جناب محمد نوید اقبال نے کئی ماہ پر محیط تفصیلی سماعت کے بعد 8 نومبر 2010ء کو ملزمہ کو سزاے موت اور ایک لاکھ روپے جرمانہ کی سزا سنائی۔ جس کے بعد «2 نومبر کو گورنر پنجاب نے جیل جاکر، پورے عدالتی عمل کو سبوتاژ کرتے ہوئے آسیہ کو بے گناہ قرار دیا۔ معلوم ہوا کہ قانون کے اجرا کی راہ میں ماضی میں تمام تر رکاوٹیں حائل کرنے کے باوجود، آخرکار سیشن کورٹ سے بھی کسی ملزمہ کو سزا ہوجائے تو پاکستان کے لادین عناصر اس کو بھی گوارا کرنے کو تیار نہیں۔ چنانچہ اُنہوں نے اصل قانون میں تبدیلی کی ضرورت کا اِدراک کرتے ہوئے اس بار مزید پیش قدمی کی۔

میڈیا میں اس واقعہ کے نمایاں ہونے کے چند ہی دنوں کے دوران شیری رحمٰن نے 24 نومبر کو قومی اسمبلی میں قانونِ توہین رسالت کے خلاف ترمیم کا بل [بنام توہین رسالت ترمیمی ایکٹ 2010ء] داخل کردیا۔ بل میں کوئی نئی بات نہیں، بلکہ اس بار اس کا مقصد ایک طرف اصل قانون میں تبدیلی اور دوسری طرف اس قانون کے ضمن میں شکایت کرنے والے کو نشانِ عبرت بنا دینا ہے۔

---

[1] مکمل تفصیل: مقدمہ توہین رسالت کے اصل حقائق: ماہنامہ 'ملیہ' فیصل آباد، دسمبر 2010ء، ص 16 تا 23

www.KitaboSunnat.com

① دفعہ 295بی میں قرآنِ کریم کے تقدس کو پامال کرنے کی سزا عمر قید کی بجائے صرف پانچ سال قید یا جرمانہ کردی جائے۔

② جبکہ 295 سی میں توہین رسالت کی سزا کو موت کی بجائے 10 سال قید یا جرمانہ سے تبدیل کردیا جائے۔

③ یہ بھی مطالبہ کیا گیا ہے کہ 203اے کی صورت میں یہ اضافہ کیا جائے کہ توہین کے تمام قوانین، 295اے بی اور سی کی غلط رپورٹ کرنے والے کو وہی سزا دی جائے جو اس جرم کے ارتکاب کی صورت میں بنتی ہے۔ گویا توہین رسالت کی سزا کی غلط رپورٹ کرنے والے کو وہی سزا دی جائے جو توہین رسالت کے مرتکب کو دیا جانا مطلوب تھی۔

④ اقلیتوں کے تحفظ کے لئے مطالبہ یہ بھی ہے کہ 298 ای کی ایک شق کا اضافہ کیا جائے جس کی رو سے مذہبی منافرت پھیلانے میں ایسی معاونت جو امتیاز اور تشدد کو تحریک دے، اس کے مرتکب کو سات سال تک قید یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جائے۔

افسوسناک امر یہ ہے کہ اس قدر سنگین اہانتوں کے مرتکب کے لئے سزائے قید یا جرمانہ، ہر دو کا امکان برقرار رکھا گیا ہے، جبکہ جرمانہ کا کوئی تعین بھی نہیں کیا گیا۔ گویا توہین رسالت کے مرتکب کو چند روپے جرمانہ بھی کردیا جائے تو قانوناً اس کی گنجائش موجود ہے۔

تبصرہ و تجزیہ

مذکورہ بالا ترامیم سے پتہ چلتا ہے کہ یہ وہی ترامیم ہیں جو قانونِ توہین رسالت کی منظوری کے معاً بعد بے نظیر بھٹو کی وفاقی کابینہ نے 1994ء میں پیش کی تھیں کہ توہین رسالت کی سزا 10 سال قید اور غلط شکایت کرنے والے کو بھی وہی سزا دی جائے۔

مشرف دور میں کی جانے والی قانونی تبدیلی میں بظاہر تو ایف آئی آر کی تفتیش کے طریقۂ کار میں تبدیلی تجویز کی گئی تھی لیکن درحقیقت یہ تبدیلی قانون توہین رسالت کے تحت درج مقدمات میں پیش رفت کو سست بلکہ بے اثر بنانے کے لئے عمل میں لائی گئی تھی۔

فوجداری قانون کا یہ مسلمہ اُصول ہے کہ جب بھی کسی تھانہ کے انچارج پولیس آفیسر کو کسی قابل دست اندازی پولیس جرم کی اطلاع موصول ہو تو اس پر لازم ہے کہ

www.KitaboSunnat.com

وہ اس اطلاع کی بنیاد پر ایف آئی آر درج کرے اور اس کے بعد اپنی تفتیش کا آغاز کرے۔ تفتیش کے بعد اگر وہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ یہ اطلاع غلط یا بے بنیاد تھی تو وہ دیگر اختیارات کے علاوہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۱۵۷ کے تحت متعلقہ مجسٹریٹ کو تحریری رپورٹ بھیجوا کر مزید کاروائی کو نہ صرف روک سکتا ہے بلکہ حتمی رائے قائم کرنے کے بعد دفعہ ۱۸۲ کے تحت جھوٹا مقدمہ درج کروانے پر، اطلاع دہندہ کے خلاف کارروائی کرتے ہوئے اسے عدالت سے باقاعدہ سزا بھی دلوا سکتا ہے۔اس طے شدہ قانونی طریقے سے انحراف کرکے توہین رسالت کے معاملے میں تفتیش کو ایس ایچ او کے بجائے ایس پی کے حوالے کرنا ایک تو رائج الوقت قانونی تقاضوں سے ہٹ کر ہے۔

اس کے علاوہ پاکستان کا ہر شخص جانتا ہے کہ ایک وسیع و عریض سرکل میں صرف ایک ایس پی تعینات ہوتا ہے۔بے شمار دیگر انتظامی اُمور اسکے ذمہ ہوتے ہیں۔ عام آدمی کا اپنے علاقے کے تھانہ تک پہنچنا بھی دشوار ہوتا ہے۔دوسرے قصبات اور علاقوں سے سفر کرکے ایس پی صاحب کے دفتر میں حاضر ہونا اور پھر مسلسل شامل تفتیش ہونے کے مراحل سے گزرنا عملی طور پر ممکن دکھائی نہیں دیتا۔اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اس جرم کے ارتکاب کی اطلاعات کا اندراج درپیش مشکلات کی وجہ سے از خود کم ہوجائے گا اور جو افراد ایس پی تک رسائی کرکے اطلاع فراہم بھی کردیں گے، اُنہیں بھی پہلے ایک مجرم کی طرح تفتیش کے مراحل سے گزرنا پڑے گا اور گواہوں کے سفر وحضر کے اخراجات برداشت کرنا ہوں گے۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر یقین ہونے لگتا ہے کہ توہین رسالت کے متعلق مقدمات کے اندراج اور مقدمات پر کارروائی کو عملی طور پر ناممکن بنایا جارہا ہے۔

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ قانون توہین رسالت کی مخالفت کرنے والی این جی اوز دیگر خود ساختہ وجوہات کے علاوہ یہ اعتراض بھی بہت شدومد سے کرتی ہیں کہ قانونِ توہین رسالت ایک امتیازی قانون ہے۔ جبکہ ہمارے نزدیک ترمیمی قانون کے ذریعے اس کا طریقۂ تفتیش ضابطہ فوجداری میں بیان کردہ عام طریقے سے الگ کرنا بجائے خود

www.KitaboSunnat.com

ایک امتیازی اقدام ہے۔ جس کے نتیجے میں لازمی طور پر فریقین کو مشکلات کا سامنا کرنے پڑے گا۔ لہٰذا مغرب نوازاین جی اوز کے اپنے نکتہ نظر کی روشنی میں بھی امتیازی خصوصیت کے باوصف یہ ترامیم قابل استرداد ہیں۔ قانونی ماہرین اور مسلم مفکرین کا فرض ہے کہ وہ اس سلسلے میں عوام الناس میں آگہی کی ایک تحریک چلائیں اور ارکانِ اسمبلی کو درست سمت میں رہنمائی مہیا کرکے اُنہیں اس تبدیلی کے خلاف متحرک کریں۔ نیز قانونِ توہین رسالت کے اجرائی قانون میں تاخیری حربوں کے انسداد کی بھی تحریک چلائیں، جن کی بناپر اس قانون کی بناپر کسی کو سزا دلوانا انتہائی مشکل بنادیا گیا ہے۔

جہاں تک اصل قانون توہین رسالت میں تبدیلی کا تعلق ہے تو یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ 10 سال قید یا چند روپے جرمانہ کی سزا کا قانون شریعتِ اسلامی سے سنگین انحراف ہے، جو خلافِ اسلام ہونے کے ساتھ ساتھ دستورِ پاکستان کی دفعہ 227 وغیرہ کے بھی خلاف ہے، جن میں پاکستان کے تمام قوانین کو اسلام کے مطابق کرنے کا دعویٰ کیا گیا ہے۔

اندریں حالات پاکستان کے حکمرانوں، مقتدر طبقہ اور مسلمان عوام پر یہ لازم ہوتا ہے کہ اس خلافِ اسلام تبدیلی کو ہر مرحلہ پر ردّ کرنے کی بھرپور کوششیں کریں تاکہ پاکستان میں شانِ رسالت میں گستاخی کرنے والے اپنے حقیقی انجام کو پہنچ سکیں۔ دنیا بھر میں ناموسِ رسالت کو اس قدر ارزاں کردیا گیا ہے کہ انسانی تاریخ اس ہمہ گیر و مسلسل زیادتی واہانت کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اسلام کے نام پر حاصل کئے جانے والے ملک پاکستان میں بھی اگر شانِ مصطفیٰ ﷺ کی حفاظت نہ کی جاسکی اور سالہا سال میں ہونے والی ایک مثبت قانونی پیش قدمی کو تحفظ نہ دیا جاسکا تو پھر دیگر اسلامی قوانین کی کیا قدر و وقعت باقی رہ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایسی قوت و نصرت عطا فرمائے جس سے اس دور میں ناموسِ رسالت میں گستاخی کرنے والوں کو ان کے مکروہ انجام تک پہنچایا جاسکے۔ آمین!

(ڈاکٹر حافظ حسن مدنی)

www.KitaboSunnat.com

فقہ واجتہاد حافظ مسعود عالم

مسلم اور غیر مسلم شاتم رسول کی سزا

قرآن وسنت، اجماع اور ائمہ امت کے اقوال کی روشنی میں

حمد وثنا کے بعد! رسول اکرم ﷺ کے اکرام واحترام، تعظیم وتوقیر کے حوالے سے اُمت مسلمہ کی جو ذمہ داری ہے، قرآنِ مجید میں اس کو واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ اُمت کو کس طرح ان فرائض کو ادا کرنا چاہئے۔ رسول اکرم ﷺ کے اکرام واحترام اور آپ ﷺ کی تعظیم وتوقیر کے حوالے سے ہر مسلمان کا اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنا دینی فرض ہے۔

قرآنِ مجید میں آپ ﷺ کے مقام ومرتبہ اور حق کو بالکل واضح طور پر بیان فرمادیا گیا ہے۔ بالخصوص سورۃ الاحزاب، سورۃ الحجرات، سورۃ النور اور سورۃ التوبہ کے مطالعے سے واضح ہوجاتا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کی توقیر اور آپ کے ادب واحترام اور تعظیم کے کیا تقاضے ہیں؟ اور مسلمانوں سے اس سلسلے میں کیا مطلوب ہے؟

رسولِ اکرم ﷺ کی اہانت، تحقیر، سب یا شتم کا مرتکب شخص اگر اسلام کا دعویدار ہے تو اس کا یہ دعویٰ بالکل جھوٹا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ادب نہ کرنا، آپ سے بغض رکھنا ایمان کے منافی ہے۔ اہلِ علم نے آپ ﷺ سے اور آپ کے دین سے بغض کو اعتقادی نفاق میں شمار کیا ہے۔ اور اگر مسلمان سے توہین رسالت، سب وشتم کا فعل صادر ہو تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔ صرف ارتداد ہی نہیں بلکہ اس کا یہ عمل زندقہ اور الحاد کے زمرے میں آتا ہے۔ چنانچہ ایسا شخص مرتد، ملحد اور زندیق ہوگا اور اس کی جو سزا قرآن وسنت اور سیرت خلفاے راشدین اور فقہا ومجتہدین اور علماے حدیث کے اتفاق سے سامنے آتی ہے، وہ یہ ہے کہ ایسا شخص واجب القتل ہے۔ اور اس کے لئے کسی معافی کی کوئی گنجائش نہیں۔ الموسوعة الفقهية الكويتية میں ہے کہ

إذا سبّ مسلم النبي ﷺ فإنه يكون مرتدًا بلاخلاف[1]

---

[1] الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۴/۱۳۶

www.Kitabosunnat.com

''اگر مسلمان نبی ﷺ کو گالی دے گا تو وہ شخص بلا اختلاف مرتد ہو جائے گا۔''

آپ ﷺ پر سب و شتم کے معاملے میں اہل علم نے وضاحت کی ہے کہ رسول اکرم ﷺ پر طعن و تشنیع کرنا، آپ کی تنقیص اور توہین کرنا، آپ کی ذاتِ گرامی کے لئے یا آپ کے نسب شریف کے لئے، آپ ﷺ کے دین و شرع کے لئے یا آپ ﷺ کی صفات اور عادات و خصائل کے لئے کوئی اس طرح کے الفاظ ادا کرتا ہے تو یہ کام ارتداد اور کفر کا مظہر ہیں اور ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ جب وہ مرتد ہو جاتا ہے تو اللہ ربّ العزت نے اس کے لئے جو سزا متعین فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ ایسے شخص کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں۔ اللہ رب العزت اس جہاں کے فرمانروا ہیں اور محمد ﷺ اللہ کے فرستادہ، سفیر اور اللہ کے دین کے پہنچانے والے ہیں، اللہ ربّ العزت نے ان کے لئے خود یہ مرتبہ مقرر فرمایا ہے کہ ان کا احترام کیا جائے، ان کی تکریم کی جائے اور ان کی تعظیم و توقیر کی جائے۔

مسلم شاتم رسول کے ارتداد، کفر اور قتل پر قرآنی دلائل

① سورہ توبہ میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے

وَ مِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَ يَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ يُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ رَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ وَ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (آیت:٦١)

''اور ان میں بعض ایسے ہیں جو پیغمبر ﷺ کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص نرا کان ہے۔ (ان سے) کہہ دو کہ (وہ) کان (ہے تو) تمہاری بھلائی کے لئے اور اللہ کی اور مؤمنوں (کی بات) کا یقین رکھتا ہے۔ اور جو لوگ تم میں ایمان لائے ہیں اُن کے لئے رحمت ہے اور جو لوگ اللہ کے رسول ﷺ کو رنج پہنچاتے ہیں اُن کے لئے عذابِ الیم (تیار) ہے۔''

اس آیت میں صراحت سے تذکرہ ہے کہ آپ ﷺ کو اذیت پہنچانا، تکلیف دینا بڑا جرم ہے۔ اور جو اس کا ارتکاب کرتے ہیں: وَ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

''اور جو لوگ رسول اللہ ﷺ کو رنج پہنچاتے ہیں ان کے لئے عذابِ الیم ہے۔''

پھر اسی سیاق میں یہ بات ذکر فرمائی کہ ایسا کرنا اللہ اور رسول کی مخالفت ہے اور اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ اعلانِ جنگ ہے۔

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ (التوبۃ:٦٣)

www.Kitabosunnat.com

''کیا ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے مقابلہ کرتا ہے تو اس کے لئے جہنم کی آگ (تیار) ہے جس میں وہ ہمیشہ (جلتا) رہے گا؟ یہ بڑی رسوائی ہے۔''

محادہ، مخالفہ، مشاقہ اختلاف کسی کے بالکل برعکس ہو جانے کو کہا جاتا ہے کہ وہ اختلاف کرنے والا ایک جانب ہے اور جس سے اختلاف کر رہا ہے وہ دوسری جانب ہے۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی سزا یہ ہے اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ یہاں ایذا کے بعد 'محادہ' کا ذکر ہوا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی ایذا رسانی ہی رسول اکرم ﷺ کا محادہ ہے۔

② سورہ مجادلہ میں اللہ ربّ العزت نے فرمایا:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ا(آیت:22)

''جو لوگ اللہ پر اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہیں تم ان کو اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے خواہ وہ اُن کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان ہی کے لوگ ہیں۔''

جب اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ محادّہ کرنے والے کے ساتھ کوئی اہل ایمان محبت نہیں کر سکتا ہے اور اس آدمی سے محبت کرنے والا مؤمن نہیں ہو سکتا تو وہ شخص کہاں مؤمن ہو سکتا ہے جو خود محادہ کا ارتکاب کرے۔ اس لئے اس آیت سے ایسے شخص کے ایمان کی قطعاً نفی ہو جاتی ہے۔

③ دوسرے مقام پر فرمایا

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ قَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ؕ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (المجادلہ: ۵)

''جو لوگ اللہ اور اسکے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ اسی طرح ذلیل کئے جائیں گے جس طرح ان سے پہلے لوگ ذلیل کئے گئے تھے اور ہم نے صاف اور صریح آیتیں نازل کر دی ہیں اور جو نہیں مانتے، ان کو ذلت کا عذاب ہو گا۔''

کبت کا لفظ ہلاکت، تذلیل اور نابود کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ ایسی وعید اہل

www.Kitabosunnat.com

ایمان کے لئے نہیں بلکہ صرف کفار کے لئے ہوتی ہے۔

④ سورہ توبہ میں ہے:

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ۝ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ۭ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ (آیات:۶۴،۶۵)

''منافق ڈرتے رہتے ہیں کہ ان (کے پیغمبر ﷺ) پر کہیں کوئی ایسی سورت (نہ) اُتر آئے کہ ان کے دل کی باتوں کو ان (مسلمانوں) پر ظاہر کردے۔ کہہ دو کہ ہنسی کیے جاؤ جس بات سے تم ڈرتے ہو، اللہ اس کو ضرور ظاہر کردے گا۔ اور اگر تم ان سے (اس بارے میں) دریافت کرو تو کہیں گے کہ ہم تو یوں ہی بات چیت اور دل لگی کرتے تھے۔ کہو کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول ﷺ سے ہنسی کرتے تھے؟''

پھر فرمایا:

''بہانے نہ بناؤ، ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے۔ اگر ہم تم میں سے ایک جماعت کو معاف کردیں تو دوسری جماعت کو سزا بھی دیں گے، کیونکہ وہ گناہ کرتے رہے ہیں۔'' (التوبہ:۶۶)

استہزا جس کے بارے میں بعض اوقات یہ عذر پیش کیا جاسکتا ہے کہ یہ غیر سنجیدہ عمل تھا، اس کے پیچھے مقصد اور ارادہ نہیں تھا۔ ایسے ہی زبان پر یہ بات آگئی، اس میں قصد اور ارادہ شامل نہیں تھا۔ لیکن اس کو بھی اللہ ربّ العزت نے کفر سے تعبیر فرمایا ہے: قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ تو اگر غیر ارادی طور پر اور غیر سنجیدگی کے ساتھ یہ عمل کیا جائے تو پھر بھی یہ کفر ہے۔ سب و شتم کرنے والا تو عمداً اور ارادۃً اس کا ارتکاب کرتا ہے، اس لئے اس کے کفر اور نفاق میں کوئی شک نہیں ہو سکتا ہے۔

⑤ سورۃ الاحزاب میں اللہ تعالیٰ نے مزید اس کی وضاحت فرمائی ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا اور مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا

''اور جو لوگ اللہ اور اس کے پیغمبر کو رنج پہنچاتے ہیں، ان پر اللہ دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے اس نے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں، یہ لعنت کے مستحق ہیں اور عذابِ مہین ان کے لئے تیار کیا گیا ہے۔ دنیا اور آخرت کی لعنت اور عذابِ مہین کا ان کے لئے تیار

www.Kitabosunnat.com

ہونا اس بات کا اظہار ہے کہ ایسا شخص صاحبِ ایمان نہیں ہو سکتا۔

اگلی آیت میں اس لعنت کا اس طرح ذکر فرمایا کہ مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ یہ لعنت زدہ ہیں جہاں کہیں پائے جائیں اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا انہیں پکڑ لیا جائے اور بری طرح سے قتل کر دیا جائے۔

مسلم شاتم رسول کے ارتداد، کفر اور قتل پر سنتِ رسول ﷺ سے دلائل

سنت ِ رسول میں بھی ہمیں یہی بات ملتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تضحیک اور آپ پر شتم کرنے والا شخص مرتد ہے اور اس کو قتل کر دینا چاہئے۔

① سنن ابوداؤد اور نسائی میں ہے کہ ''ایک نابینا صحابی نے اپنی اُمّ ولد لونڈی کو نبی ﷺ کو گالیاں دینے کی وجہ سے قتل کر دیا۔ آپ ﷺ کو پتہ چلا تو فرمایا: ''اس کا خون رائیگاں ہے۔''[1]

یہ حدیث دلیل ہے کہ اہانت رسول ﷺ کرنے والے شخص کا خون بہایا جائے اور اس کے لئے کوئی احترام اور تحفظ نہیں ہے۔

② حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ

''میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ آپ کسی شخص سے ناراض ہوئے تو وہ بھی جواباً بدکلامی کرنے لگا۔ میں نے عرض کیا: اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! مجھے اجازت دیں، میں اِس کی گردن اُڑا دوں۔ میرے ان الفاظ کو سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سارا غصہ ختم ہو گیا۔ آپ وہاں سے کھڑے ہوئے اور گھر چلے گئے۔ گھر جا کر مجھے بلوایا اور فرمانے لگے: ابھی تھوڑی دیر پہلے آپ نے مجھے کیا کہا تھا۔ میں نے کہا: کہا تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ مجھے اجازت دیں میں اس گستاخ کی گردن اُڑا دوں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمانے لگے۔ اگر میں تم کو حکم دے دیتا تو تم یہ کام کرتے؟ میں نے عرض کیا: اگر آپ رضی اللہ عنہ حکم فرماتے تو میں ضرور اس کی گردن اڑا دیتا۔ آپ نے فرمایا:

نہیں! اللہ کی قسم، رسول اللہ ﷺ کے بعد یہ کسی کے لئے نہیں کہ اس سے بدکلامی کرنے والے کی گردن اُڑا دی جائے۔[2] (یعنی رسول اللہ ﷺ کی شانِ اقدس

---

① سنن ابوداود: 4361، سنن نسائی: 4070

② سنن ابوداود: 4363

www.Kitabosunnat.com

میں گستاخی کرنے والے کی ہی گردن اُڑائی جائے گی)

علامہ خطابی نابینا صحابی والی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ

فيه بيان أن سابّ النبي ﷺ مهدر الدم وذلك ان السب منها لرسول الله ﷺ ارتداد عن الدين ولا أعلم أحد من المسلمين اختلفوا في وجوب قتله[1]

''اس حدیث میں یہ وضاحت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو گالی دینے والے کا خون رائیگاں ہے۔ کیونکہ اس لونڈی کا نبی کو گالی دینا دین سے ارتداد تھا، اور میرے علم کے مطابق مسلمانوں میں سے کسی ایک نے بھی اس کے واجب القتل ہونے میں اختلاف نہیں کیا۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اس مسئلہ میں سیر حاصل بحث کی ہے۔ اور مسئلہ مذکورہ میں متعدد روایات نقل کی ہیں، تفصیل کے لئے مذکور کتاب کا مطالعہ مفید رہے گا۔

غیر مسلم شاتم رسول کے نقض عہد اور قتل پر قرآنِ کریم سے دلائل

اگر کوئی ایسا شخص جو غیر مسلم مگر اسلامی مملکت کا شہری ہے، اسے ذمی اور معاہد کہا جاتا ہے۔ ایسا شخص بھی اگر آپ ﷺ کی توہین کا مرتکب ہوتا ہے اور آپ ﷺ پر سب وشتم کرتا ہے تو اس سے اس کا عہد ختم ہو جاتا ہے اور وہ بھی قتل کی سزا کا مستحق ٹھہرے گا۔

قرآن مجید میں اس امر کی نشاندہی کی گئی ہے۔ سورۃ التوبہ میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَ عِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ (آیت:7)

''بھلا مشرکوں کے لئے (جنہوں نے عہد توڑ ڈالا) اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک عہد کیونکر (قائم) رہ سکتا ہے؟ ہاں جن لوگوں کے ساتھ تم نے مسجدِ محترم (یعنی خانہ کعبہ) کے نزدیک عہد کیا ہے، اگر وہ (اپنے عہد پر) قائم رہیں تو تم بھی اپنے قول وقرار (پر) قائم رہو۔ بے شک اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے۔''

اس آیت میں یہ کہا گیا کہ اگر اس عہد کے تقاضے پورے کریں فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ تو تم

[1] معالم السنن: ۳/ ۲۹۶

www.Kitabosunnat.com

بھی اس عہد کی پاسداری کرو۔ اور ان کو تحفظ دو اور اگر ایسا نہ کریں:

وَ اِنْ نَّكَثُوْۤا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَ طَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْۤا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَاۤ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ (التوبہ:۱۲)

''اور اگر عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین میں طعن کرنے لگیں تو (ان) کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو۔ (یہ بے ایمان لوگ ہیں اور) ان کی قسموں کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ عجب نہیں کہ (اپنی حرکات سے) باز آجائیں۔''

یعنی عہد توڑ دیں تو پھر ان سے قتال کرنا تمہارا فرض ہے، اس میں پس و پیش سے کام نہیں لینا چاہئے۔ پھر مؤمنین کی غیرتِ ایمانی کو جھنجوڑتے ہوئے کہا:

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْۤا اَيْمَانَهُمْ وَ هَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَ هُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ اَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (التوبہ:۱۳)

''بھلا تم ایسے لوگوں سے کیوں نہ لڑو (جنہوں نے اپنی) قسموں کو توڑ ڈالا اور اللہ کے پیغمبر ﷺ کو جلاوطن کرنے کا عزم مصمم کرلیا اور اُنہوں نے تم سے (عہد شکنی کی) ابتدا کی؟ کیا تم ایسے لوگوں سے ڈرتے ہو؟ حالانکہ ڈرنے کے لائق اللہ ہے بشرطیکہ ایمان رکھتے ہو۔''

یعنی کیا ان لوگوں کے خلاف اقدام کرنے میں تم پس و پیش کرو گے، کیوں آگے نہیں بڑھتے:

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَ يُخْزِهِمْ وَ يَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَ يَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَ يُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ (التوبہ:۱۴، 15)

''اُن سے خوب لڑو۔ اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں سے عذاب میں ڈالے گا اور رسوا کرے گا اور تم کو ان پر غلبہ دے گا اور مؤمن لوگوں کے سینوں کو شفا بخشے گا۔''

اللہ تعالیٰ اس بات کا حکم دے رہے ہیں کہ ان سے قتال کیا جائے۔ ''اللہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے اِنہیں عذاب دے گا۔'' اِنہیں رسوا کر کے ذلیل کر کے اللہ عزوجل مسلمانوں کے سینے ٹھنڈے کرنا چاہتے ہیں اور ان کی مدد فرمانا چاہتے ہیں۔ اس لئے اگر کوئی معاہد غیر مسلم ہو، مسلمان حکومت کا شہری تو اس کا بھی یہ تحفظ ختم ہو جاتا ہے اور وہ اس بات کا حق دار اور سزاوار ہوتا ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔

احادیث رسول سے ذمی اور معاہد شاتم رسول کے قتل اور نقض عہد کے دلائل

① **پہلی دلیل:** کعب بن اشرف یہودی معاہد تھا اور مدینہ کی ریاست کا شہری تھا، لیکن

www.Kitabosunnat.com

جب اس نے رسول اکرم ﷺ کی توہین میں زبان کھولی آپ کی ہجو کا ارتکاب کیا مسلمانوں کو تکلیف دی تو رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ «من لكعب بن الأشرف فإنه قد آذى الله ورسوله» کون ہے جو اس کا کام تمام کرے گا یہ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دیتا ہے۔ پھر محمد بن مسلمہ اس مہم کے لئے آگے بڑھے۔ چند صحابہ نے ان کا ساتھ دیا اور اُنہوں نے جا کر کعب بن اشرف کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ ①

② **دوسری دلیل:** ابو رافع سلام بن ابی الحقیق بھی یہودی تھا، اس کا کام رسول اکرم ﷺ کو اذیت پہنچانا اور آپ ﷺ سے متعلق بدگمانی پھیلانا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کے خلاف بھی مہم بھیجی اور عبداللہ بن عتیق کو ذمہ داری سونپی اور اُنہوں نے جا کر اس کا کام تمام کر دیا۔ ②

قرآن وسنت کے دلائل اس امر کے متقاضی ہیں کہ شانِ رسالت میں گستاخی کے مرتکب شخص، چاہے وہ مسلم ہو یا کافر کا زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں۔

اِجماعِ امت اور اقوال اہل علم سے ثبوت

امام ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں یہ بات نقل فرمائی ہے کہ: وأيما مسلم سبّ رسول الله ﷺ أو كذبه أو عابه أو تنقصه فقد كفر بالله وبانت منه امرأته فان تاب وإلا قتل وكذلك المرأة ...

''جس مسلمان نے بھی رسول اللہ ﷺ کو گالی دی، آپ کی تکذیب یا توہین کی تو وہ کافر ہو گیا، اس کی عورت اس سے جدا ہو جائے گی، اگر توبہ کرتا ہے۔ ورنہ قتل کر دیا جائے گا اسی طرح (گستاخ) عورت بھی (یہی سزا پائے گی)۔''

مطرف نے مالکؒ سے نقل کیا ہے کہ

''من سبّ النبي ﷺ من المسلمين قُتل ولم يستتب''

''مسلمانوں میں سے جس نے بھی محمد ﷺ کو گالی دی قتل کر دیا جائے گا اور توبہ قبول

① صحیح بخاری: 2510
② صحیح بخاری: 4039

www.Kitabosunnat.com

نہیں کی جائے گی۔''

امام اسحق بن راہویہ فرماتے ہیں:

'' أجمع المسلمون على أن من سبّ الله أو سبّ رسوله ﷺ أو دفع شيئا مما أنزل الله عزوجل أو قتل نبيا من أنبياء الله عزوجل أنه كافر بذلك وإن كان مقرًّا ما أنزل الله''

''مسلمانوں کا اس امر پر اجماع ہے کہ جس نے اللہ کو گالی دی یا رسول اللہ کو گالی دی یا اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کسی شے کو رد کیا، یا انبیاء اللہ میں سے کسی نبی کو قتل کیا، وہ کافر ہے اگرچہ اللہ کی نازل کردہ چیزوں پر ایمان ہی کیوں نہ رکھتا ہو۔''①

علما نے اس مسئلے میں اجماع نقل کیا ہے جس طرح کہ اجماع ابن المنذر میں ہے:

''أجمع عوام أهل العلم على أن حدّ من سبّ النبي ﷺ القتل''

''اہل علم کا اجماع ہے کہ جو آدمی نبی ﷺ کو گالی دیتا ہے، اس کی حد قتل کرنا ہے۔''

رہی بات کہ جو شخص ہمارے دائرہ اختیار میں نہیں، اس پر ہم تسلط اور نفوذ نہیں رکھتے وہ ایسے فعل کا ارتکاب کرے تو اس صورتِ حال میں اس کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دینا چاہئے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ (الحجر:95)

اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ جس جس نے بھی آپ ﷺ کا استہزا کیا اور تمسخر اُڑایا اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایک ایک کو کیفر کردار تک پہنچایا۔

ابو جہل کو بدر میں، اور ابو لہب کو نمونہ عبرت بنا دیا گیا، عاص بن وائل اور ولید بن مغیرہ، اَسود بن عبد یغوث، اَسود بن عبد المطلب یہ تمام نام اس انجام کا مظہر ہیں جو اللہ رب العزت ایسے لوگوں کا فرمایا کرتے ہیں۔ مگر جو لوگ ہمارے دائرہ عمل اور اختیار کے اندر ہیں، وہاں ہمیں اس فرض کا احساس کرنا چاہئے۔ اور اس حق کو ادا کرنا چاہئے جو اللہ نے ہمارے ذمہ لگایا ہے کہ: لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ (الفتح:9)

① الصارم المسلول ص ۳۲

www.Kitabosunnat.com

فقہ واجتہاد حافظ ابتسام الٰہی ظہیر

توہین رسالت کی سزا پر اُٹھائے جانیوالے اعتراضات

توہین رسالت کا مسئلہ قرآن وسنت میں بڑی شرح وبسط سے بیان ہو چکا ہے، اور اجماع امت سے اس کی توثیق ہو چکی ہے۔ توہین رسالت کے حوالے سے جو اعتراضات بالعموم اُٹھائے جاتے ہیں، ان کا حقیقت میں نہ علم سے تعلق ہے اور نہ ہی قرآن کے متون سے ان کا کوئی دور کا واسطہ ہے۔ اسی طرح تفسیر وحدیث اور نہ ہی اجماعِ اُمت اس کی تائید کرتے ہیں۔ یہ محض ضد، انانیت اور جناب رسول ﷺ کے بارے میں عقیدت ومحبت کی کمی ہے جس بنیاد پر اس طرح کی بے ہودہ باتیں سر بازار عام کی جاتی ہیں۔

قانون توہین رسالت (295-C) کے حوالے سے اور شاتم رسول ﷺ کی سزا اور اس کے نفاذ کے حوالے سے جو بھی اعتراض اٹھائے گئے ہیں، اُن کی بنیاد نہ قرآن ہے، نہ حدیث، نہ تاریخ ہے، نہ سیرت۔ یہ اعتراضات محض مغرب زدہ اور علم سے بے بہرہ لوگوں کے پیدا کردہ ہیں۔ قانونِ توہین رسالت (295C) متن یوں ہے:

''جو بھی حضرت رسول اللہ ﷺ کی شان کے اندر کوئی توہین آمیز الفاظ یا کوئی (Derogatory) کہے گا تو اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔''

لہٰذا توہین رسالت کے قانون اور شرعی سزا پر اٹھائے جانے والے اعتراضات اور ان کے جوابات ملاحظہ فرمائیں۔

پہلا اعتراض: نیت کا معاملہ

جہاں (Derogatory) الفاظ کی بات ہوئی عام طور پر وہاں نیت کا ذکر نہیں کیا گیا۔ ضروری نہیں کہ جس شخص نے رسولِ اکرم ﷺ کی شان میں معاذ اللہ تنقیص کی ہے، اس کی نیت میں بھی وہ بات موجود ہو۔

جواب: شریعتِ اسلامیہ کی رو سے جو اعمال احسن ہوتے ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ کو نیت

www.KitaboSunnat.com

کی اصلاح مطلوب ہوتی ہے۔ حدیث ''إنما الأعمال بالنیات'' کا تعلق بھی ان اعمال سے ہے جو بظاہر خوشنما اور اچھے ہوتے ہیں مگر انسان کی نیت وہاں ریاکاری کی ہوتی ہے، اس لئے اللہ اسے قبول نہیں کرتے۔ اس کی وضاحت اس روایت سے ہوتی ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک غازی، ایک حافظ قرآن، اور ایک سخی آدمی کو جہنم میں ڈال دیں گے کیونکہ اُنہوں نے یہ اعمال اللہ کی رضا کے علاوہ دکھلاوے کیلئے کئے ہوں گے۔

لیکن جب ہم پوری شریعت کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں کہیں یہ رہنمائی نہیں ملتی کہ زانی، چور اور گالی بکنے والے سے ان کی نیتوں کے بارے میں پوچھا جائے۔ نیت والی بات کو مغرب زدہ لوگ محض بطورِ ڈھال استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ اقلیتی رہنما بشپ الیگزینڈر نے بھی ایک پروگرام میں میرے سامنے یہ اعتراض اُٹھایا کہ اس قانون میں نیت کی قید کا اضافہ ضروری ہے۔ تو میں نے ان سے کہا کہ جناب یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص محمد عربی ﷺ کو گالی دے آپ کی توہین کرے اور پھر ہم اس سے اس کی نیت معلوم کریں، ایسا تو اُمت کے عام فرد کی توہین کے متعلق نہیں کیا جاتا کہ اس کو گالی دینے والے کی نیت معلوم کی جائے یہاں سرورِ کائنات ﷺ کے متعلق نیت کی بحث کیوں چھیڑی جاتی ہے؟

2) قرآن میں توہین رسالت کی سزا کہاں ہے؟

یہ سوال بھی اٹھایا جاتا ہے کہ قرآن میں توہین رسالت کی سزا کہاں ہے؟ لہٰذا قرآن سے یہ ثابت نہیں۔

جواب: اس اعتراض کے دو جواب ہیں:

اوّل: یہ کہ قرآن ابھی نازل نہیں ہوا بلکہ رسول اکرم ﷺ پر نازل ہوا ہے اور پروردگار نے واضح فرمایا:

وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (النحل:44)

یہ ذکر ہم نے آپ کی طرف اتارا ہے کہ لوگوں کی جانب جو نازل فرمایا گیا ہے آپ اسے کھول کھول کر بیان کر دیں، شاید کہ وہ غور و فکر کریں۔ قرآن اس لئے نازل نہیں ہوا کہ اس کی تشریح کوئی فلسفی اپنے فلسفے سے، کوئی شاعر اپنی شاعری اور کوئی خطیب اپنی خطابت کی

www.KitaboSunnat.com

روشنی میں کرے۔ یہ وہی بات ہوگی جو غلام احمد پرویز نے کہی کہ

''جب قرآن کو سمجھنے کی ضرورت ہو تو مرکزِ ملت سے رجوع کیا جائے۔'' ایک شخص نے اسے مراسلہ بھیجا کہ حضرت! صاحب قرآن کے جن معنوں میں ہمیں ابہام نظر آتا ہے، ان معانی کو کیسے سمجھیں؟ اس پر اُس نے کہا کہ میں نے ۹ جلدوں میں قرآن کی تفسیر لکھی ہے آپ اس کو پڑھیں آپ کو سمجھ آجائے گی کہ حدیث کے بغیر قرآن کو کیسے سمجھا جاتا ہے۔ اس شخص کا عقیدہ سلامت تھا۔ کہنے لگا: حضرت! آپ کی لکھی ہوئی ۹ جلدیں پڑھنے کے بجائے میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی یہ چھ کتابیں کیوں نہ پڑھ لوں جس کے بعد مجھ پر بات واضح ہو جائے کہ قرآن کو کیسے سمجھنا ہے۔

اللہ نے جس ذکر کو جس نبی پر نازل کیا، وہی نبی اس ذکر کی شرح کرنے کا سب سے زیادہ اہل ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ بات بالکل غلط ہے کہ اگر سنت میں کوئی سزا موجود ہے اور قرآن کے متن سے ہم براہِ راست اس کو اخذ کرنے کی پوزیشن میں نہیں تو اس کا سرے سے اس بنیاد پر انکار کر دیا جائے کہ وہ قرآن میں موجود نہیں، اس لئے ہم اسے نہیں مانیں گے! فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا (الاحزاب ۲۱)

''تم کو رسول اللہ کی پیروی (کرنا) بہتر ہے۔ (یعنی) اس شخص کو جسے اللہ (سے ملنے) اور روز قیامت کی اُمید ہو اور وہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہو۔''

نیز فرمایا:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا

''جو شخص رسول کی فرماں برداری کرے گا تو بے شک اس نے اللہ کی فرماں برداری کی اور جو نافرمانی کرے تو (اے پیغمبر ﷺ) تمہیں ہم نے ان کا نگہبان بنا کر نہیں بھیجا ہے۔'' (النساء:80) مزید فرمایا:

اور فرمایا: فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ

www.KitaboSunnat.com

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٦٣﴾ (النور:63)

''جو لوگ ان کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیے کہ (ایسا نہ ہو کہ) ان پر کوئی آفت پڑ جائے یا تکلیف دینے والا عذاب نازل ہو۔''

کیونکہ آپ ﷺ کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (النجم:3، 4)

آپ ﷺ کا فرمان اسی طرح قطعی الدلیل ہے جیسا کہ ربّ تعالیٰ کا فرمان:

دوم: قرآنِ کریم میں متعدد ایسے شواہد اور نصوص موجود ہیں جن میں توہین رسالت کے مرتکب کی سزا کا تذکرہ ہے۔

ان میں سے چند ایک کا تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے۔ قال تعالیٰ:

1) اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (المائدۃ:۳۳)

''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کریں اور ملک میں فساد کو دوڑتے پھریں انکی یہی سزا ہے کہ قتل کر دیے جائیں یا سُولی چڑھا دیے جائیں یا ان کے ایک ایک طرف کے ہاتھ اور ایک ایک طرف کے پاؤں کاٹ دیے جائیں یا ملک سے نکال دیے جائیں یہ تو دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لئے بڑا (بھاری) عذاب (تیّار) ہے۔''

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ فسادی کس کو کہا جاتا ہے؟ جو دو بندوں کے بارے میں بکواس اور بے ہودہ کلمات کہے اور جو کسی چوہدری کے بارے میں بات کرے، عرف عام کی زبان اسے فسادی گردانتی ہے۔ تو جو کائنات کے امام کے بارے میں بیہودہ بکواس کرے، طعن و تشنیع کرے اس سے بڑا فسادی کون ہوگا؟

2) وَ اِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَ طَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ (التوبہ:12)

''اگر یہ لوگ عہد و پیمان کے بعد بھی اپنی قسموں کو توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعنہ زنی کریں تو تم بھی ان سردارانِ کفر سے بھڑ جاؤ۔ ان کی قسمیں کوئی چیز نہیں، ممکن ہے کہ اس طرح وہ بھی باز آجائیں۔''

ہمارا اس سے یہی مطالبہ ہے کہ وہ ہمارے نبی کے بارے میں زبان کو بند رکھیں ہمارے

www.KitaboSunnat.com

دین پر طعن و تشنیع نہ کریں۔ اگر ایسا کریں گے تو یہ حکم ہے کہ ان کو قتل کیا جائے۔ ان کا کوئی عہد و پیمان نہیں ہے۔

تیسرا اعتراض: اسلام میں جبر نہیں!

یہ کہا جاتا ہے کہ اس سزا سے دین کی بنیادی روح پر حرف آتا ہے، کیونکہ دین میں جبر نہیں اور آپ جبر کرنا چاہتے ہیں۔

جواب: دین میں جبر کا مطلب یہ ہے کہ ہم کسی کو بندوق کی نوک پر مومن نہیں بنا سکتے۔ اگر وہ مطلب ہے جو معترضین سمجھتے ہیں تو پھر جب کسی حکمران، یا کسی کے ماں باپ کو گالی دی جاتی ہے تو اس کو سزا کیوں دی جاتی ہے ؟! دین میں جبر کا مطلب یہ ہے کہ: زبردستی کسی کو اپنے دین میں داخل نہیں کیا جاسکتا۔ یہ کوئی جبر والی بات نہیں کہ حضور ﷺ کو گالی دی جائے اور ہم خاموش تماشائی بنے رہیں۔

چوتھا اعتراض: شاتم رسول کی توبہ

شاتم رسول اگر توبہ کرلے تو اس پر آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔

جواب: توبہ کب قبول کی جاتی ہے اس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے: فرمان باری تعالیٰ ہے: اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

''ہاں جو لوگ اس سے پہلے توبہ کرلیں کہ تم ان پر قابو پالو تو یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ بہت بڑی بخشش اور رحم و کرم والا ہے۔'' (المائدۃ:34)

توبہ تب قبول ہوتی ہے جب تک کوئی قانون کے شکنجے میں نہیں آتا، جب زانی قانون کے شکنجے میں آگیا تو اس پر زنا کی حد لگے گی۔ قاتل، شرابی جب قانون کی دسترس میں آگئے ان پر حدود اللہ کا نفاذ ہوگا اور توبہ اُنہیں حد کے ساقط ہونے میں کوئی فائدہ نہیں دے گی۔ اسی طرح شاتم رسول ﷺ بھی جب قانون کی گرفت میں آگیا اور شہادتوں سے ثابت ہوگیا کہ فلاں شخص نے توہین رسالت کا ارتکاب کیا ہے تو اسے قتل کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہے گا۔ آپ ﷺ کے دور میں زنا کے کیس میں گناہ کے مرتکب دو صحابہ: ماعز بن مالک اور غامدیہ پر حد رجم نافذ کی گئی حالانکہ نبی اکرم ﷺ نے غامدیہ سے متعلق فرمایا تھا:

www.KitaboSunnat.com

لقد تابت توبة لو قسمت بين سبعين بين أهل المدينة لوسعتهم

لہذا جب ستر افراد کی توبہ کے برابر توبہ ان پر سے حد ختم نہ کر سکی تو شاتمین رسول کی توبہ کس طرح ان سے یہ اس مکروہ جرم کی سزا ختم کرا سکتی ہے؟[1]

پانچواں اعتراض: بڑے شاتمین کو سزا

آپ ﷺ نے بڑے شاتمین رسول کو سزا دی تھی اور جو کبھی کبھار شتم کرتا ہے تو کیا اس کو بھی قتل کی سزا دی جائے گی؟

جواب: شاتم رسول کو آپ ﷺ کے عہد میں قتل کرنے کے متعدد واقعات کتب حدیث میں موجود ہیں۔ جن میں کعب بن اشرف کا قتل کیا جانا، اسے آپ ﷺ کے حکم کے مطابق قتل کیا گیا اور جب محمد بن مسلمہ اسے قتل کر کے لوٹے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

قد أفلحت الوجوه[2]

''وہ چہرے کامیاب ہوئے جنہوں نے شاتم رسول کو قتل کیا۔''

دوسرا واقعہ عبد اللہ بن عتیق کے ابو رافع یہودی کو قتل کرنے کا ہے۔ انہوں نے بھی آپ ﷺ کے حکم پر اسے قتل کیا تھا۔

یہ دونوں واقعات بڑے شاتمین سے متعلق تھے جو آپ ﷺ کو مسلسل ایذا پہنچایا کرتے تھے۔ لیکن کتب حدیث وتاریخ میں ایسے واقعات بھی موجود ہیں جن میں ایسے افراد کو بھی قتل کیا گیا جو صرف ایک یا دو مرتبہ آپ ﷺ کی توہین کے مرتکب ہوئے تھے۔

ان واقعات میں ایک نابینا صحابی نے اپنی لونڈی کو آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے کے سبب قتل کر دیا۔ یہ واقعہ سنن ابوداؤد اور نسائی میں موجود ہے۔ اس واقعے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس عورت نے گھر کی چار دیواری میں حضور ﷺ کو گالی دی تھی، پھر بھی اسے قتل کیا گیا اور اس کے خون کو ہدر یعنی رائیگاں قرار دیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی چھوٹی مجلس میں بھی آپ ﷺ کو گالی دینا موجبِ قتل ہے۔ اس میں اس کیلئے کوئی

---

[1] سنن النسائی: 1957

[2] البیہقی: 222/3

www.KitaboSunnat.com

معافی کی گنجائش نہیں۔

جہاں تک آپ ﷺ کا اپنی زندگی میں چند گستاخانِ رسول کو معاف کر دینے کا تعلق ہے تو اس سے متعلق یہ وضاحت ضروری ہے کہ یہ آپ ﷺ کا حق تھا اور آپ جسے چاہتے معاف کر سکتے تھے ہم اس کا اختیار نہیں رکھتے۔ جیسا کہ میری بہن اور بھائی میرے والد کی وراثت میں میری طرح برابر کے حقدار ہیں، اب اگر وہ اپنی زندگی میں اس حق کو معاف کرنا چاہتے ہیں تو کوئی حرج نہیں یہ ان کا حق ہے۔ مگر جب وہ دنیا سے رخصت ہو جائیں تو پھر میں دنیا میں ان کے حصے پر قبضہ جمانے کا کوئی حق نہیں رکھتا۔ اس حق کو اب کوئی معاف نہیں کر سکتا۔ کیونکہ جس کا حق ہوتا ہے، وہ اسے معاف کر دے یا حاصل کر لے یہ اس کے لئے جائز اور روا ہے لیکن کوئی دوسرا اس کو معاف کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتا۔ اس لئے شانِ رسالت کی توہین کرنے والے کی سزا ہر حال میں قتل ہو گی۔

چھٹا اعتراض: سزا میں نرمی

مطالبہ کیا جاتا ہے کہ یہ سزا بہت سخت ہے، اس میں کچھ نرمی ہونی چاہئے۔

جواب: یہ سزا اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعین کردہ ہے اور وہ ربّ اپنے بندوں پر سب سے زیادہ رحیم ہے۔ یہاں تو عدالت کی معمولی توہین اور مخالفت کی وجہ سے سالہا سال کال کوٹھڑی میں گذارنے پڑتے ہیں۔ جاوید ہاشمی کو پرویز مشرف کی مخالفت کی وجہ سے ۶ سال جیل کاٹنا پڑی۔ ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو محض حملے کی تیاری کا ارادہ کرنے کی پاداش میں ۸۶ سال کی سزا ہو سکتی ہے تو توہین رسالت کی سزا موت کیوں نہیں ہو سکتی۔ دنیا کی ساری عدالتیں اور شخصیات مل کر بھی ہمارے نبی ﷺ کی شان کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

اور جاوید احمد غامدی کی جانب سے عموماً یہ دھوکا دینے کی کوشش کی جاتی ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ذمی شاتم رسول کی قتل کی سزا مقرر نہیں کی گئی۔ تو اس بارے میں وضاحت یہ ہے احناف کے تمام علما اس مسئلے پر متفق ہیں کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اپنی کتاب میں ذمی کے وجوبِ قتل کا جو فتویٰ جاری کیا ہے۔ وہ بالکل صحیح فتویٰ ہے اور تمام احناف کے نزدیک شاتم رسول چاہے ذمی ہو یا معاہد واجب القتل ہے۔

www.KitaboSunnat.com

فقہ واجتہاد مولانا امین اللہ پشاوری

حقوق النبی اور شاتم رسول کی توبہ کا حکم

اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو دنیا وآخرت کی تمام خیرات وبرکات، بھلائیوں اور خوشیوں کے حصول کا سبب بنایا ہے۔ اور یہ بھلائی اور خوشنودی انسان کو نبی ﷺ کے توسط کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔ ان بھلائیوں وبرکات میں سرفہرست یہ کہ

1۔ آپ ہدایت یافتہ رحمت ہیں۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ''آپ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا گیا۔''

اور آپ ﷺ نے فرمایا:

'' إنما أنا رحمة مهداة''[1]

''بیشک میں ہدایت یافتہ رحمت ہوں۔''

2۔ آپ ﷺ باعثِ ہدایت ہیں۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ '' اگر ان کی اطاعت کروگے تو ہدایت پاؤگے۔''

3۔ آپ ﷺ عزت اور کرامت کا باعث ہیں، فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (المنافقون:8)

''عزت تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اور اس کے رسول کے لیے اور ایمان داروں کے لیے ہے لیکن یہ منافق جانتے نہیں۔''

4۔ آپ ﷺ وہ واحد سبب ہیں جس سے اللہ تعالیٰ کی محبت اور مغفرت حاصل ہوتی ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (آلِ عمران:31)

---

[1] سنن الدارمی: 17/1

www.KitaboSunnat.com

''(اے پیغمبر لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو خدا بھی تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دیگا اور خدا بخشنے والا مہربان ہے۔''

عصر حاضر میں اُٹھنے والے فتنوں میں سب سے بڑا اور عظیم فتنہ جو ہمیں اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے ہے، یہ کہ شعائر اللہ اور رسول اللہ کی شان کو لوگوں کی نظروں سے کم کرنے کی کوشش کی جائے اور نوبت یہاں تک آن پہنچی ہے کہ مسلم حلقوں اور اسلام کی دعویدار حکومتوں کی سرزمین میں اللہ کو، اس کے رسول ﷺ کو اور اس کے دین اور کتاب کو گالی دی جارہی ہے۔ جس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اس طرح کی حرکتوں کی روک تھام کے لئے جو ایمانی، اخلاقی، اور سلطانی قوت ہونی چاہئے، بظاہر اس کا فقدان نظر آتا ہے۔

یہودیوں وعیسائیوں اور دیگر دشمنانانِ اسلام کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ وہ اسلام پر طاقت وقوت سے کنٹرول حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر اس میں ناکام ہو جائیں تو پھر ان کی صفوں میں منافقین اور اپنے ایجنٹوں کو داخل کرتے ہیں تاکہ وہ اسلام کی شکل وصورت کو مسخ کر کے رکھ دیں۔ اور جناب محمد ﷺ کی ذات اور شخصیت سے متعلق بدگمانی کی فضا کو ہموار کریں۔ ان کے ان مکروہ عزائم کو عملی جامہ پہنانے کے لئے استعمال کیا جانے والا ہتھکنڈا یہ ہے کہ علما اور عوام کے مابین خلیج پیدا کی جائے۔ ان حالات میں تمام مسلمانوں کا فرض بنتا ہے کہ وہ تلوار، قلم اور زبان سے اسلام کا بقدرِ استطاعت دفاع کریں اور کم از کم دل سے اس دفاع کو لازم بنائیں۔

نبی کریم ﷺ کے حقوق

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے ہم پر کچھ حقوق رکھے ہیں جن کا اَدا کرنا ہر مسلم کا فرض ہے۔ ان حقوق میں چند مندرجہ ذیل ہیں:

① آپ ﷺ پر ایمان لانا فرض ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا (الفتح:13)

''اور جو شخص خدا پر اور اس کے پیغمبر پر ایمان نہ لائے تو ہم نے (ایسے) کافروں کے لئے

www.KitaboSunnat.com

آگ تیار کر رکھی ہے۔"

② آپ ﷺ کی اطاعت واتباع کرنا فرض قرار دیا گیا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (النور:56)

"اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔"

قرآنِ مجید میں تقریباً 40 کے قریب آیات ہیں جن میں آپ ﷺ کی اطاعت کو لازم ٹھہرایا گیا ہے۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا:

"جس نے میری اطاعت کی گویا اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔" (صحیح بخاری:2957)

③ آپ ﷺ سے سب سے بڑھ کر محبت کو فرض قرار دیا گیا۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (التوبہ:۲۴)

"کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور خاندان کے آدمی اور مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور مکانات جن کو پسند کرتے ہو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے تمہیں زیادہ عزیز ہوں تو ٹھہرے رہو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم (یعنی عذاب) بھیجے۔ اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔"

اور آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے بیٹے، اس کے والد اور جہان کے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ ①

④ نماز اور نماز کے علاوہ آپ ﷺ پر کثرت سے درود وسلام پڑھنا: فرمان باری ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

"اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم (بھی) ان پر درود بھیجو اور خوب سلام (بھی) بھیجتے رہا کرو۔" (الاحزاب:56)

---

① بخاری:15 ومسلم:44

www.KitaboSunnat.com

⑤ آپ ﷺ کی تعظیم توقیر اور نیکی کرنا: فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ ؕ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا (الفتح:8،9)

''اور ہم نے (اے محمد) ﷺ تم کو حق ظاہر کرنے والا اور خوشخبری سنانے والا اور خوف دلانے والا (بنا کر) بھیجا ہے۔ تاکہ (مسلمانو!) تم لوگ خدا پر اور اس کے پیغمبر پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اسکو بزرگ سمجھو اور صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہو۔''

نیز فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ (الحجرات:۱)

''مؤمنو! (کسی بات کے جواب میں) خدا اور اسکے رسول سے پہلے نہ بول اٹھا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک خدا سنتا جانتا ہے۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ (النور:63)

''مؤمنو! پیغمبر کے بلانے کو ایسا خیال نہ کرنا جیسا تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو''

آپ ﷺ کی تعظیم و توقیر میں آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات اور آپ کے اصحاب کا احترام و توقیر بھی شامل ہے۔ اور آپ ﷺ کی تعظیم توقیر اور نصرت میں آپ ﷺ کا حیاتِ طیبہ میں اور وفات کے بعد آپ کی عزت، مقام و مرتبہ اور شان کا دفاع کرنا اور آپ کے لئے جان، مال، اور اہل و عیال قربان کرنا، اور شاتمین رسول ﷺ اور توہین کرنے والوں پر حدود قائم کرنا اور قدر الامکان اِن سے قتل و قتال کرنا بھی شامل ہے۔

زیر بحث مسائل:

❶ پہلا مسئلہ: مسلمان سے اگر نبی ﷺ کی شان میں توہین یا سب و شتم کا صدور ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: مسلمان سے اگر نبی ﷺ کی شان میں توہین یا سب و شتم کا صدور ہو تو ایسا شخص کافر اور مرتد ہے اور اس کا حکم قتل ہے، اس مسئلہ پر اُمت کا اجماع ہے۔ قاضی عیاض

www.KitaboSunnat.com

'الشفا' میں اور علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ 'الصارم المسلول' میں لکھتے ہیں کہ

أجمعت الأمة على قتل منتقصه من المسلمين وسابه

''آپ ﷺ کی توہین اور آپ پر سبّ کرنیوالے مسلمان کے قتل پر اُمت کا اجماع ہے''

اور محمد بن سحنون فرماتے ہیں:

أجمع العلماء على أن شاتم النبي ﷺ والمنتقص له كافر والوعيد جاء عليه بعذاب الله له وحكمه عند الأمة القتل ومن شكّ في كفره وعذابه كفر

''اُمت کا اجماع ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو گالی دینے والا اور آپ کی توہین کرنے والا کافر ہے اور ایسے شخص سے متعلق قرآن کریم میں سخت عذاب کی وعید آئی ہے۔ اور اُمت مسلمہ کے نزدیک ایسے شخص کا حکم قتل ہے اور جو اس کے عذاب اور کفر میں شک کرتا ہے، وہ بھی کافر ہو جاتا ہے۔''

❷ دوسرا مسئلہ: ذمی اور معاہد سے اگر نبی ﷺ کی شان میں توہین یا سب و شتم کا صدور ہو اور اُنہوں نے اس کا اظہار بھی کیا ہو اور گواہ قائم ہو گئے ہوں، تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: ذمی اور معاہد سے اگر نبی ﷺ کی شان میں توہین یا سب و شتم کا صدور ہو تو اکثر اہل علم کے نزدیک اس کا حکم بھی قتل ہے اور ایسا شخص آپ ﷺ کو گالی دینے اور آپ کی توہین کرنے کے سبب قتل کر دیا جائے گا۔ اہل مدینہ اور فقہاے حدیث: امام احمد شافعی، اور اسحق رحمہم اللہ وغیرہ کا یہی قول ہے۔ اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے مخالفت کی ہے اور کہا کہ قتل نہیں ہوگا، تاہم اُصولِ حنفیہ کی روشنی میں ایسے شخص کو ازروئے سیاسہ شرعیہ قتل کر دیا جائے گا۔

❸ تیسرا مسئلہ: کیا ان کی توبہ قبول کی جائے گی؟

جواب: اس میں تفصیل ہے کہ توہین کرنے اور گالی دینے والے کی توبہ کے دو پہلو ہیں:

اوّل: آخرت کا پہلو دوم: دنیا کا پہلو

اَحکامِ آخرت میں اگر اس شخص کی توبہ نصوحہ اور صادقہ ہوئی تو وہ مقبول و منظور ہو گی ان شاء اللہ، کیونکہ قرآن وسنت کے عمومی دلائل اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ کفار

www.KitaboSunnat.com

منافقین اور ملحدین کی توبہ اُخروی احکام میں قبول و منظور ہوتی ہے۔ جیسا کہ فرمانِ باری ہے:

اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ

''اور اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت اور شفقت بھی اس بات کی متقاضی ہے کہ توبہ صادقہ والے کی توبہ مقبول و منظور کی جائے۔''

جبکہ دنیاوی پہلو کے لحاظ سے احکامِ دنیا میں اس کی توبہ سے متعلق اہل علم کی مختلف آرا میں سے صحیح ترین رائے یہی ہے کہ اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی اور بطورِ حد ایسا شخص قتل کر دیا جائے گا۔ جیسا کہ شادی شدہ زانی کو رجم کیا جاتا ہے اور اسی طرح قذف کے مرتکب کی توبہ اس سے حدِ قذف ساقط نہیں کرتی، اسی طرح توہین رسالت کے مرتکب فرد اور آپ ﷺ کو گالی دینے والے کو بھی بطورِ حد قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔

آپ ﷺ کو اپنی زندگی میں یہ حق حاصل تھا کہ وہ چاہتے تو معاف کر دیتے تھے یا قتل کر دیتے تھے۔ اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد چونکہ گالی دینے والے سے چند دیگر حقوق متعلق ہو جاتے ہیں جن میں سے:

① اللہ تعالیٰ کا حق، کیونکہ اس نے اللہ کے رسول کو گالی دی ہے۔

② رسول اللہ ﷺ کا حق، اب ایسا کوئی نہیں جو آپ ﷺ کی اس حق میں نیابت کرے اور اُسے معاف کرے۔

③ تمام اُمتِ اسلامیہ کا حق، کیونکہ کسی مؤمن کے والدین کو اگر گالی دے دی جائے تو اسے اتنی عار اور شرمندگی محسوس نہیں ہوگی جتنا کہ نبی اکرم ﷺ کو گالی دینے سے وہ محسوس کرتا ہے۔ اس لئے کہ مؤمن اپنے والدین اور اہل و عیال کو گالی دینے کے مقابلے میں اگر نبی ﷺ کو گالی دی جائے تو زیادہ غم و غصہ کا اظہار کرتا ہے۔ آپ ﷺ کا مقام و مرتبہ کسی بھی مسلمان سے ڈھکا چھپا نہیں۔

❹ چوتھا مسئلہ: کیا اس توبہ سے ان سے حد ساقط ہوگی؟

گستاخِ رسول کی توبہ اس سے سزا کو ساقط نہیں کرے گی اور اسے ہر حال میں سزا مل کر رہے گی، اس سلسلے میں قرآن و سنت میں بہت سے دلائل ہیں جنہیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ

www.KitaboSunnat.com

رحمہ اللہ نے الصارم المسلول اور اپنے الفتاوٰی میں بھی ذکر کیا ہے، چند ایک کو یہاں بیان کیا جاتا ہے:

① فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا (الاحزاب: 57)

''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی پھٹکار ہے اور ان کے لیے نہایت رسوا کن عذاب ہے۔''

② ایسا شخص محاربین کے حکم میں داخل ہے چنانچہ سورہ مائدہ کی آیت ۳۳ کی روشنی میں ایسے افراد دنیاوی اُمور میں ناقابل معافی ہیں۔

③ آپ ﷺ کی جس نے بھی توہین کی، اسے بغیر توبہ کرائے آپ نے قتل کا حکم دیا۔

④ عمر رضی اللہ عنہ نے ایسے شخص کو قتل کیا جو آپ ﷺ کے فیصلے پر راضی نہیں تھا۔

⑤ عبد اللہ بن ابی سرح کے قتل سے متعلق ذکر کردہ حدیث: سعد بن ابی وقاص □ سے روایت ہے کہ جب فتح مکہ کا دن تھا کہ رسول اللہ نے سب لوگوں کو امن دیا سوائے چار مردوں اور دو عورتوں کے اور ان کا نام لیا، تو ابن ابی سرح حضرت عثمان بن عفان کے پاس چھپ گئے۔ جب رسول اللہ نے لوگوں کو بیعت کے لئے بلایا تو حضرت عثمان نے ابن ابی سرح کو آپ کے سامنے لا کھڑا کیا اور کہا کہ اے اللہ کے رسول! عبد اللہ سے بیعت کریں، آپ نے اپنا سر اُٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور بیعت نہ کی، تین بار ایسا ہی کیا۔ تین بار کے بعد بیعت کر لی پھر اپنے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ کیا تم میں کوئی بھی عقلمند نہیں ہے جو اُٹھتا اور اس کو مار دیتا کہ جب اس نے مجھے دیکھا کہ میں نے اپنا ہاتھ اس کی بیعت سے کھینچ لیا اور بیعت نہ کی۔ صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمیں آپ کے دل کا حال معلوم نہیں تھا، اگر آپ آنکھ سے اشارہ کر دیتے (تو ہم مار دیتے)۔ اللہ کے رسول نے فرمایا کہ رسول کے لئے لائق نہیں کہ وہ چور آنکھوں

www.KitaboSunnat.com

سے اشارہ کرے۔ ①

⑥ آپ ﷺ نے اپنی کی شان میں ہجو گوئی کرنے والی عورتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا اور اُنہیں امان سے مستثنیٰ رکھا، حالانکہ آپ نے فتح مکہ پر تمام اہل مکہ کو عام امان دی تھی مگر گستاخی کے مرتکبین کو امان نہیں دی گئی اور حکم دیا کہ اگر یہ لوگ غلافِ کعبہ سے بھی چمٹے ہوئے مل جائیں تو اُنہیں قتل کر دیا جائے۔

⑦ توہین رسالت کے مرتکب کے قتل کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ایسا شخص اس مکروہ فعل سے دین و دنیا، عباد و بلاد میں فساد کے رواج کا باعث بنتا ہے۔ لہٰذا اس کے قتل میں دو مصلحتیں ہیں:

پہلی مصلحت: اس سزا سے آئندہ کوئی اور اس طرح کے کام کی جرأت نہیں کرے گا۔

دوسری مصلحت: گالی دینے والے کے لئے بھی یہاں مصلحت ہے کہ اگر اس نے توبہ نصوحہ وصادقہ کرلی تو یہ حد اس کے لئے کفارہ کا باعث بنے گی جیسا کہ ماعز بن مالک اور غامدیہ پر حد قائم ہوئی جو اُن کے لئے کفارہ بن گئی۔

گستاخِ رسول کی توبہ کی عدم قبولیت کے متعلق مذاہبِ اربعہ کا فیصلہ

کویت کی جامع مسجد خالد بن ولید کے خطیب شیخ مہران ماہر عثمان نور نے مذاہبِ اربعہ و دیگر سے 18 کے قریب ایسی عبارتیں نقل کی ہیں جن میں توبہ کے باوجود شاتم رسول ﷺ کے قتل کا حکم ہے۔ اِن میں سے ہم بطور اختصارِ چند ایک عبارتیں یہاں نقل کرتے ہیں:

مالکیہ کا موقف

امام قرطبیؒ اپنی مایہ ناز تفسیر میں فرماتے ہیں:

''امام مالک اس ذمی سے متعلق فرماتے ہیں جس نے نبی ﷺ کو گالی دی ہو تو فرماتے ہیں کہ اس سے توبہ کرائی جائے گی اور اس کی توبہ اسلام قبول کرنا ہے۔ اور ایک بار فرمایا:

---

① سنن ابوداؤد: ۲۳۳۴

www.KitaboSunnat.com

اسے مسلم کی طرح قتل کیا جائے گا اور توبہ نہیں کرائی جائے گی۔"①

یہ اس لئے آپ ﷺ کو گالی دینا کفر عظیم ہے۔ جیسا کہ امام جصاص رحمہ اللہ نے احکام القرآن ج 4/ ص 276 میں بیان کیا ہے۔ کیونکہ صحیحین کی روایت کے مطابق آپ ﷺ کا ابن خطل کو غلافِ کعبہ سے چمٹے ہونے کے باوجود قتل کرنے کا حکم دینا اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمان (توبہ کے باوجود) اس سزا کا زیادہ مستحق ہے۔

علامہ ابن منذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ابن منذر نے فرمایا کہ عام اہل علم کا اجماع ہے کہ جو آدمی نبی ﷺ کو گالی دیتا ہے، اس کی حد قتل کرنا ہے اور اسی بات کو امام مالک، امام لیث، امام احمد، امام اسحٰق نے بھی اختیار فرمایا ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں یہ کہہ دیا کہ کعب بن اشرف تو محض دھوکے سے قتل ہوا ہے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن مارنے کا حکم دیا۔ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بھی ایک شخص نے یہ کلمات ادا کئے تو محمد بن مسلمہ غصہ سے کھڑے ہو گئے اور معاویہ سے کہنے لگے کہ تمہاری مجلس میں ایسا کہا جا رہا ہے اور تم خاموش ہو۔ اللہ کی قسم! میں کبھی بھی ایک چھت کے نیچے تمہارے ساتھ نہیں رہوں گا۔ اور میں نے اگر اس شخص کو علیحدگی میں پالیا تو ضرور اُسے قتل کر دوں گا۔ ہمارے علما کا بیان ہے کہ ایسا شخص بغیر توبہ کرائے قتل کر دیا جائے گا کیونکہ اس نے پیغمبر ﷺ کی طرف دھوکے کی نسبت کی ہے۔ حضرت علی اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہما نے بھی اس قائل کی بات سے یہی سمجھا تھا اور یہ کہ اس طرح کی بات کرنا زندقہ کے زمرے میں آتا ہے۔"②

امام ذہبی سیر أعلام النبلاء پر امام مالک کا مذہب بیان کرتے ہیں:

قال مالك: لا يُستتاب من سبَّ النبيَّ ﷺ من الكفار والمسلمين

"مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ کو گالی دینے والے سے توبہ نہیں کرائی جائے گی چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر۔"③

---

① 2/ 49 مطبوعہ دار الشعب قاہرہ

② تفسیر قرطبی: 82/8

③ ۱۰۳/۸

www.KitaboSunnat.com

ابن عبد البر الکافي میں لکھتے ہیں:

كل من سبَّ النبي ﷺ قُتل مسلماً كان أو ذمياً على كل حالٍ

''جس نے بھی نبی ﷺ کو گالی دی، وہ ہر حال میں قتل کیا جائے گا چاہے ذمی ہو یا مسلمان۔''①

فقہ مالکی کی معروف کتاب بلغة السالك لأقرب المسالك إلى مذهب الإمام مالك للصاوي میں ہے کہ

فَمَن سبّ النبي يُقتل مطلقًا②

''جس نے بھی نبی اکرم ﷺ کو گالی دی اسے مطلقاً قتل کر دیا جائے گا۔''

حنابلہ کا موقف

حنبلی مذہب کی معروف فقہی کتاب الإنصاف للمرداوي میں ہے کہ

قال الشارح: وقال بعض أصحابنا فيمن سب النبيَّ ﷺ: يُقتل بكل حال، وذكر أن أحمد نصّ عليه③

''شارح فرماتے ہیں کہ ہمارے بعض اصحاب کا قول ہے کہ جو شخص نبی ﷺ کو گالی دے، اسے ہر حال میں قتل کر دیا جائے۔ اور بیان کیا کہ امام احمد رحمہ اللہ نے اسی قول کی صراحت کی ہے۔''

حنبلی مذہب ہی کی ایک اور کتاب منار السبيل میں ہے کہ

قال أحمد: لا تُقبل توبة من سب النبي ﷺ وكذا من قذف نبيًّا أو أمَّه؛ لما في ذلك من التعرض للقدح في النبوة الموجب للكفر④

''امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کو گالی دینے والے کی توبہ قبول نہیں کی

---

① 585/1
② 241/4
③ 257/4
④ 360/2

www.KitaboSunnat.com

جائے گی۔اور اسی طرح جس نے کسی نبی یا اس کی ماں پر تہمت لگائی، کیونکہ اس کے باعث شانِ نبوت مجروح ہوتی ہے اور پیغمبر کی مذمت کا پہلو نکلتا ہے جو موجبِ کفر ہے۔''

شوافع کا موقف

صحیح بخاری کی مایہ ناز شرح فتح الباري میں ہے:

ونقل أبو بكر أحد أئمة الشافعية في كتاب الإجماع أن من سب النبي ﷺ مما هو قذف صريح كفر باتفاق العلماء، فلو تاب لم يَسقط عنه القتل؛ لأن حدَّ قذفه القتل، وحد القذف لايسقط بالتوبة ... فقال الخطابي لا أعلم خلافًا في وجوب قتله إذا كان مسلمًا[1]

''ائمہ شافعیہ کے ایک امام ابو بکر نے کتاب الاجماع میں نقل کیا ہے کہ جس نے نبی ﷺ کو گالی دی جس سے صریح تہمت ظاہر ہوتی تھی تو ایسا شخص اجماعِ علماء کی رو سے کافر قرار پائے گا۔اگر توبہ بھی کرلے تو اس سے قتل ساقط نہیں ہوگا۔کیونکہ اس کی اس تہمت کی حد قتل ہے۔اور تہمت یعنی قذف کی حد توبہ سے ساقط نہیں ہوتی۔خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر وہ مسلم ہے تو اس کے واجب القتل ہونے میں مجھے کوئی مخالف نظر نہیں آیا۔''

حنفیہ کا موقف

أحكام القرآن ازامام ابو بکر جصاص حنفی میں ہے کہ

وقال الليث في المسلم يسب النبي ﷺ إنه لا يُناظر ولايُستتاب ويُقتل مكانه[2]

''لیث رحمہ اللہ نے آپ ﷺ کو گالی دینے والے مسلم سے متعلق فرمایا کہ اس سے مناظرہ ومباحثہ نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا بلکہ اسے اسی جگہ قتل

---

① 281/12
② 275/4

www.KitaboSunnat.com

کر دیا جائے گا۔"

ابن ہمام حنفی فتح القدیر میں لکھتے ہیں کہ

كل من أبغض رسول ﷺ بقلبه كان مرتدًا ، فالساب بطريق أولىٰ ، ثم يقتل حدًا عندنا فلا تقبل توبته في استحقاق القتل

"جس شخص نے بھی رسول اللہ ﷺ سے دلی طور پر بغض رکھا، وہ مرتد ہو جاتا ہے، تو گالی دینے والا تو بالاولیٰ مرتد ہو گا۔ اور پھر ایسا شخص ہمارے نزدیک بطورِ حد قتل کیا جائے گا اور قتل کے بارے میں اس کی کوئی توبہ قبول نہیں ہو گی۔"

معاصر علماے کرام کے فتاویٰ

① سعودی عرب کے ممتاز عالم دین شیخ عبد اللہ غنیمان سے سوال کیا گیا کہ آپ کے نزدیک رسولِ اکرم ﷺ کو گالی دینے والے کی توبہ کی صحت کے متعلق راجح قول کیا ہے؟ آیا یہ توبہ نفاذِ حد پر اثر انداز ہو گی یا نہیں؟ اس پر شیخ عبد اللہ کا جواب تھا:

"دنیا میں اس شخص کی کوئی توبہ نہیں۔ وہ واجب القتل ہے، البتہ آخرت کا معاملہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے مابین ہے۔ اگر اس کی توبہ صادقہ ہوئی تو کوئی اس کے اور توبہ کے مابین حائل نہیں ہو گا اور اللہ تعالیٰ کو گالی دینے والے شخص کے متعلق بھی یہی حکم ہے۔"

سعودی عرب کے ایک اور معروف عالم جناب صالح المنجد سے بھی شاتم رسول کی توبہ سے متعلق پوچھا گیا تو اُنہوں نے علماء کی اس مسئلہ میں تفصیل ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

"خلاصہ کلام یہ کہ آپ ﷺ کو گالی دینا محرمات میں سب سے عظیم ترین گناہ ہے اور علما کا اجماع ہے کہ ایسا کرنے والا کافر اور مرتد ہو جاتا ہے۔ چاہے اس نے یہ کام سنجیدگی سے کیا ہو یا مذاق اور مزاح میں۔ اور ایسا کام کرنے والے کی سزا، چاہے وہ مسلم ہو یا کافر، قتل ہے چاہے وہ تائب ہی کیوں نہ ہو جائے۔ البتہ اگر اس نے سچے دل سے توبہ نصوحہ کی ہو گی اور اپنے کئے پر پشیمان ہوا ہو گا تو یہ توبہ اسے روزِ قیامت فائدہ دے گی اور اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دے گا، لیکن دنیا میں وہ ہر حال قتل ہو گا۔" (الاسلام: سوال وجواب)

www.KitaboSunnat.com

احکام وشرائع کامران طاہر

اَوقاتِ نماز مع مکروہ اَوقاتِ نماز

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر دن رات میں پانچ وقت نماز فرض کی ہے اور اسی طرح ہر نماز کو بھی اس کے وقت پر پڑھنے کا حکم فرمایا جیسا کہ اس کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا﴾ (النساء:۱۰۳)

''بے شک مؤمنوں پر نماز مقررہ وقت میں فرض کی گئی ہے۔''

پانچوں نمازوں کا ابتدائی وقت

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فصلى الظهر حين زالت الشمس وكان الفيء قدر الشراك ثم صلى العصر حين كان الفيء قدر الشراك وظِلّ الرجل ثم صلى المغرب حين غابت الشمس ثم صلى العشاء حين غاب الشفق ثم صلى الفجر حين طلع الفجر (سنن نسائی:۵۲۵)

''آپؐ نے ظہر کی نماز سورج ڈھلنے کے بعد جبکہ زوال کا سایہ جوتے کے تسمے کے برابر تھا، اس وقت پڑھائی۔ پھر عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جب زوال کا سایہ تسمے اور آدمی کے برابر ہوگیا۔ پھر مغرب کی نماز پڑھائی جس وقت سورج غروب ہوگیا پھر عشا کی نماز سرخی غائب ہوجانے پر پڑھائی پھر جب فجر طلوع ہوئی تو فجر کی نماز پڑھائی۔''

مندرجہ بالا حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ

ظہر: جب جوتے کے تسمہ کے برابر زوال کا سایہ پہنچ جائے

عصر: جب آدمی کے برابر سایہ پہنچ جائے

مغرب: سورج غروب ہونے پر

www.KitaboSunnat.com

عشاء: سرخی غائب ہونے پر

فجر: طلوعِ فجر سے

پانچوں نمازوں کا اوّل و آخر وقت

✵ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إنَّ للصلاة أوّلاً وآخرًا وإن أوّل وقت صلاة الظهر حين تزول الشمس وآخر وقت حين يدخل وقت العصر وإن أوّل وقت صلاة العصر حين يدخل وقتها وإن آخر وقتها حين تصفر الشمس وإن أوّل وقت المغرب حين تغرب الشمس وإنَّ آخر وقتها حين يغيب الشفق وإنَّ أوّل وقت العشاء الآخرة حين يغيب الأفق، وإنَّ آخر وقتها حين ينتصف الليل، وإنَّ أوّل وقت الفجر حين يطلع الفجر وإنَّ آخر وقتها حين تطلع الشمس (سنن ترمذی:۱۵۱)

''بے شک ہر نماز کے لئے اوّل اور آخری وقت ہے۔ظہر کی نماز کا ابتدائی وقت جب سورج ڈھل جائے اور آخری وقت جب نمازِ عصر کا وقت شروع ہو۔عصر کی نماز کا اوّل وقت وہی ہے جب یہ اپنے وقت میں داخل ہوجائے اور آخری وقت جب سورج زرد ہوجائے۔مغرب کی نماز کا اوّل وقت جب سورج غروب ہوجائے اور آخری جب سرخی غائب ہوجائے۔عشاء کا اوّل وقت جب سرخی غائب ہوجائے اور آخری وقت جب آدھی رات گزر جائے۔''

✵ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرائیل ؑ نے کعبہ کے پاس دو مرتبہ نماز میں میری امامت کی:

"فصلى الظهر في الأولى منهما حين كان الفيء مثل الشراك، ثم صلى العصر حين كان كل شيء مثل ظله، ثم صلى المغرب حين وجبت الشمس وأفطر الصائم، ثم صلى العشاء حين غاب الشفق ثم صلى الفجر حين برق الفجر وحرم الطعام على الصائم وصلى المرة الثانية الظهر حين كان ظل كل شيء مثله لوقت العصر بالأمس ثم صلى العصر حين كان ظل كل شيء مثليه، ثم صلى المغرب لوقته الأول، ثم

صلى العشاء الآخرة حين ذهب ثلث الليل، ثم صلى الصبح حين أسفرت الأرض ثم التفت إليّ جبريل فقال: يا محمد! هذا وقت الأنبياء من قبلك والوقت فيما بين هذين الوقتين" (سنن ترمذی:۱۴۹)

''پس اُنہوں نے ظہر کی نماز پہلی مرتبہ جب زوالِ فئ کا سایہ جوتے کے تسمے کے برابر ہوا تب پڑھائی۔ پھر عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس کے مساوی ہوگیا۔ پھر مغرب کی اس وقت جب سورج غروب ہوگیا اور روزہ دار نے روزہ کھول لیا۔ پھر شفق (سرخی) ختم ہونے پر عشا کی نماز پڑھائی، پھر عشا کی نماز اس وقت پڑھائی جب پو پھوٹ پڑی اور صائم پر کھانا پینا حرام ہوجاتا ہے۔ اور دوسری مرتبہ ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس کی مثل ہوگیا۔ پھر عصر کی نماز جب ہر چیز کا سایہ دومثل ہوا پڑھائی، پھر مغرب کی نماز اس کے اوّل وقت میں پڑھائی، پھر عشا کی نماز ثلثِ لیل کو پڑھی۔ پھر فجر کی نماز جب زمین روشن ہوگئی اس وقت پڑھی، پھر جبریلؑ نے میری طرف توجہ کی اور بولے: اے محمد! یہ اوقات تجھ سے پہلے انبیا میں تھے اور (نماز) کا وقت ان دو اوقات کے درمیان میں ہے۔''

حاصل نکات

نماز	اول وقت	آخر وقت
① ظہر	زوال کے فوراً بعد	ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہو
② عصر	ایک مثل سایہ ہو	دومثل سایہ ہو یا سورج زرد ہونے تک
③ مغرب	سورج غروب	سرخی غائب ہونے تک
④ عشاء	سرخی غائب ہونے سے	نصف یا ثلث لیل تک
⑤ فجر	طلوع فجر	سورج طلوع تک
⑥ جمعہ	ظہر کا وقت ہی ہے	

سفر میں ظہر کی نماز ٹھنڈا کرکے پڑھنا

سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر پر تھے کہ

www.KitaboSunnat.com

مؤذن نے ظہر کی اذان کہنا چاہی:

فقال النبيﷺ: «أبرد»ثم أراد أن يؤذن فقال له «أبرد» حتى رأينا فيء التلول فقال النبي ﷺ: «إن شدة الحر من فيح جهنم فإذا اشتد الحرفأبردوا بالصلاة» (صحیح بخاری:۵۳۹)

''آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھنڈا کرو۔ پھر مؤذن نے ارادہ کیا کہ اذان کہے تو آپ ﷺ نے اسے پھر فرمایا کہ ٹھنڈا کرو یہاں تک کہ ہم نے ٹیلوں کا سایہ دیکھ لیا پھر آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک گرمی کی شدت جہنم کے سانس میں سے ہے، پس جب گرمی زیادہ ہو تو نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو۔''

عشاء کی نماز میں تاخیر

عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھنا افضل ہے۔ آپ ﷺ نے اس کی ترغیب دلائی ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: «لولا أن أشق على أمتي لأمرتهم أن يؤخِّروا العشاء إلى ثلث الليل أو نصفه» (سنن ترمذی:۱۶۷)

''اگر مجھے اپنی اُمت پر مشقت کا ڈر نہ ہوتا تو میں اُنہیں عشاء کی نماز ایک تہائی یا آدھی رات تک مؤخر کرنے کا حکم کرتا۔''

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

مَكَثنا ذات ليلة ننتظر رسول الله لصلاة العشاء الآخرة، فخرج إلينا حين ذهب ثلث الليل أو بعده، فلا ندري أشيء شغله في أهله أو غير ذلك فقال حين خرج: «إنكم لتنتظرون صلاة ما ينتظرها أهل دين غيركم ولولا أن يثقل على أمتي لصليت بهم هذه الساعة» ثم أمر المؤذن فأقام الصلاة وصلى (صحیح مسلم:۶۳۹)

''ایک رات ہم نبی ﷺ کے پاس تھے اور آپ ﷺ عشاء کی نماز کے لئے انتظار کر رہے تھے پس وہ ہماری طرف اس وقت آئے جب رات آدھی یا اس سے کچھ زیادہ ہو چکی تھی۔ نامعلوم آپ اپنے گھر والوں میں مصروف تھے یا کچھ اور کر رہے تھے۔ جب آپ ﷺ نکلے تو فرمایا: بے شک تم اس نماز کا انتظار کر رہے ہو جس کا دیگر اَدیان کے حاملین انتظار کرتے

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔اور اگر میں اپنی اُمت پر بھاری نہ سمجھتا تو میں ان کو اس وقت نماز پڑھاتا۔ پھر آپ نے مؤذن کو حکم دیا، اس نے اقامت کہی اور آپ نے نماز پڑھائی۔''

☜ مندرجہ بالا روایات سے معلوم ہوا کہ عشا کی نماز تاخیر سے پڑھنا افضل ہے جبکہ باقی نمازوں کا اپنے اوّل وقت میں پڑھنا ہی افضل ہے جیسا کہ عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے افضل عمل کے متعلق پوچھا تو فرمایا: «الصلاة في أوّل وقتها» ''اول وقت میں نماز پڑھنا'' (صحیح ابن خزیمہ:۳۲۷، الموارد:۲۸۰)

عصر کا وقت معلوم کرنے کا طریقہ

نمازوں کے اوقات کے لئے سایے کی پیائش میں عام لوگ عموماً غلطی کھا جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں یاد رہے کہ سائے کی پیائش میں زوال کا اصل سایہ شامل نہیں کیا جائے گا، جو مختلف علاقوں کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے۔ سائے کی پیائش کے دو طریقے ہیں:

پہلا طریقہ:

ایک لکڑی لے کر زوال سے تھوڑی دیر پہلے سپاٹ زمین پر گاڑ دیں۔ سایہ گھٹ رہا ہوگا، گھٹتے گھٹتے جب ایک جگہ رک جائے (جس کے کچھ دیر بعد سایہ بڑھنا شروع ہوگا) تو یہی زوال کا وقت ہے جو چند ثانیے تک رہتا ہے۔ یہاں رکے ہوئے سایہ کی پیائش کرلیں۔ پھر جب سایہ لکڑی کے برابر ہوجائے تو پیائش کئے ہوئے فاصلے کو لکڑی کے برابر آئے ہوئے سایہ سے ملا کر نشان لگا لیں، اب جب سایہ اس نشان پر پہنچے گا تو یہ ظہر کا آخری اور عصر کا اوّل وقت ہوگا اور ایک مثل ہوگا۔

دوسرا طریقہ:

لکڑی کو گاڑ دیا جائے اور زوال کا سایہ جب رُک جائے تو اس لکڑی کو نکال کر سایہ کی اِنتہا پر گاڑ دیا جائے۔ پھر جب سایہ بڑھنا شروع ہو اور لکڑی کے مثل ہوجائے تو یہی عصر کا اوّل وقت ہے۔

www.KitaboSunnat.com

نماز کے مکروہ اَوقات اور مقامات

مکروہ اَوقات

◉ سیدنا عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ثلاث ساعات كان رسول اللهﷺ ينهانا أن نصلي فيهن، أو أن نقبّر فيهن موتانا، حين تطلع الشمس بازغة حتى ترتفع، وحين يقوم قائم الظهيرة حتى تميل الشمس، وحين تضيّف الشمس للغروب حتى تغرب (صحیح مسلم:۸۳۱)

''نبی ﷺ نے ہمیں تین اوقات میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا: جب سورج طلوع ہو رہا ہو یہاں تک کہ بلند ہوجائے۔ جب سورج نصف آسمان پر ہو یہاں تک کہ وہ ڈھل جائے (یعنی عین زوال کا وقت) اور جس وقت سورج غروب ہونا شروع ہوجائے۔''

◉ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نهٰى رسول اللهﷺ عن صلاتين: بعد الفجر حتى تطلع الشمس، وبعد العصر حتى تغرب الشمس (صحیح بخاری:۵۸۸)

''رسول اللہ ﷺ نے دو (وقتوں میں) نمازوں سے منع فرمایا۔ فجر (کی نماز) کے بعد یہاں تک کہ سورج نکل آئے اور عصر (کی نماز کے) بعد یہاں تک کہ سورج غروب ہوجائے۔''

لہٰذا نماز کے لیے مکروہ اوقات یہ ہوئے:

① نمازِ فجر کے بعد سے جب تک سورج اچھی طرح نکل نہ آئے۔

② زوال کے وقت

③ عصر کی نماز کے بعد سے سورج جب تک غروب نہ ہوجائے۔

☜ اگر کسی کی صبح کی سنتیں رہ گئی ہوں تو صرف اس کے لئے اجازت ہے کہ وہ پڑھ لے جیسا کہ قیسؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مجھے فجر کی نماز کے بعد نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا «مهلا يا قيس أصلاتان معًا» اے ابوقیس! ٹھہر جا، کیا تو دو نمازیں پڑھ رہا ہے؟ میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! صبح کی دو سنتیں مجھ سے رہ گئی تھیں آپ نے فرمایا: «فلا إذن» ''تب اِجازت ہے۔'' (سنن ترمذی:۴۲۲)

www.KitaboSunnat.com

☜ اسی طرح اگر نماز پڑھتے پڑھتے فجر اور عصر کے وقت سورج طلوع اور غروب ہوگیا اس کی باقی نماز درست ہوگی۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «من أدرك من العصر ركعة قبل أن تغرب الشمس فقد أدرك ومن أدرك من الفجر ركعة قبل أن تطلع الشمس فقد أدرك» (صحیح مسلم:۶۰۹)

''جس نے عصر کی نماز میں سے سورج غروب ہونے سے ایک رکعت بھی پالی اس نے نماز پالی اور جس نے فجر کی نماز میں سے سورج طلوع ہونے سے پہلے ایک رکعت بھی پالی اس نے نماز پالی۔''

☜ یاد رہے کہ مسجدِ حرام ان ممنوعہ اوقات سے مستثنیٰ ہے۔ اس میں دن رات کی کسی بھی گھڑی میں نماز اور کوئی دوسری عبادت کی جاسکتی ہے۔ سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«يا بني عبد مناف! لا تمنعوا أحدًا طاف بهذا البيت وصلى أيّة ساعة شاء من ليل أو نهار» (سنن ترمذی:۸۶۸ وسنن نسائی:۵۸۶)

''اے بنی عبدِ مناف! کسی کو بیت اللہ کا طواف کرنے اور نماز پڑھنے سے نہ روکو خواہ وہ رات دن کی کسی گھڑی میں بھی (یہ عبادت) کر رہا ہو۔''

مکروہ مقامات

قبرستان اور حمام: قبرستان اور حمام میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے:

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«الأرض كلها مسجد إلا الحمام والمقبرة» (سنن ابوداود:۴۹۲)

''حمام اور قبرستان کے علاوہ ساری زمین پر سجدہ کیا جاسکتا ہے۔''

اونٹوں کے باڑے میں: اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھنا منع ہے۔

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اونٹوں کے باڑا میں نماز پڑھنے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لا تُصَلُّوا في مَبَارك الإبل» (سنن ابوداود:۴۹۳)

''اونٹوں کے باڑوں میں نماز نہ پڑھو۔''

www.KitaboSunnat.com

متاثرین سیلاب جام پور کے لیے
تعاون کی فوری ضرورت!

ملکی تاریخ کے خوفناک سیلاب سے جام پور شہر اور اس کا بیسیوں میل کا مضافاتی علاقہ بری طرح متاثر ہوا ہے۔ ہزاروں لوگ تاحال مکانوں اور زندگی کے ضروری اثاثوں سے محروم ہیں۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث، جام پور نے سیلاب کے شروع دن ہی سے متاثرین سیلاب کے لیے ریلیف کا کام شروع کر دیا تھا۔ مرکز اہل حدیث کو ریلیف کیمپ میں تبدیل کر کے ہزاروں لوگوں کو پناہ دی گئی، ان کے کھانے پینے، علاج اور ضروری سہولتوں کا انتظام کیا گیا۔ اب تک دو کروڑ روپے سے زائد (نقد، راشن، خیمے، کپڑے اور بستر) تقسیم کیے جا چکے ہیں۔ ریلیف کا یہ سلسلہ تاحال جاری ہے۔ بہت سے مخیّر حضرات نے خود آ کر متاثرین میں نقد رقم اور راشن تقسیم کیا۔ جزاکم اللہ خیرًا

بستروں اور گرم کپڑوں کی ضرورت: سردی کے شدید موسم میں متاثرین کے لیے بستروں اور گرم کپڑوں کی فوری اور اشد ضرورت ہے۔ مرکز اہل حدیث جام پور کی طرف سے چھ ہزار بستر تقسیم کا پروگرام ہے۔ مخیّر حضرات بستر مکمل (رضائی، گدا اور تکیہ) کمبل اور گرم کپڑے فوری طور پر فراہم کریں تاکہ ضرورت مندوں میں تقسیم کیے جا سکیں۔ لاگت قیمت فی بستر مکمل (رضائی، گدا، تکیہ) درجہ اوّل دو ہزار روپے، درجہ دوم بارہ سو روپے) نیز گھریلو ضرورت کا ضروری سامان (برتن وغیرہ) بھی بڑی تعداد میں پہنچائے جائیں۔

مکانات کی تعمیر: مکانات سے محروم متاثرین سیلاب کے لیے مکانات کی تعمیر کا پروگرام ہے۔ تخمینہ لاگت مکانات حسب ذیل ہے:

① **پختہ مکان** (دو کمرے، کچن، باتھ روم اور چار دیواری) تخمینہ لاگت تین لاکھ روپے

② **کچا مکان** (دو کمرے، کچن، باتھ روم اور چار دیواری) تخمینہ لاگت سوا لاکھ روپے

③ جزوی طور پر متاثرہ مکان کی مرمت، تخمینہ لاگت پچاس ہزار روپے

مخیّر حضرات اپنے ہم وطن بھائیوں کی مدد کے لیے آگے آئیں اور مذکورہ ضرورتوں کے لیے فوری تعاون بھجوائیں۔ ہم پوری ذمہ داری سے آپ کا تعاون متاثرین تک پہنچا دیں گے۔ اِن شاء اللہ

بذریعہ بنک:

① اکاؤنٹ نمبر 03-00166008-1107 حبیب بنک جام پور، بنام ادارہ تبلیغ اسلام اہل حدیث

② اکاؤنٹ نمبر 9-0201000493-1142 مسلم کمرشل بنک جام پور، بنام جمعیۃ اہل حدیث

بذریعہ منی آرڈر:

محمد یٰسین راہی، مدیر ادارہ تبلیغ اسلام، جام پور، ضلع راجن پور، پاکستان.....موبائل: 0333-8556473

www.KitaboSunnat.com

تحقیق وتنقید محمد عطاء اللہ صدیقی

قانونِ توہین رسالتؐ اور عاصمہ جہانگیر کا کردار

ملک میں اِن دنوں قانون توہین رسالت کا چرچا ہے، 31 دسمبر کو ملک بھر کے کاروباری مراکز میں اسی سلسلے میں ہڑتال بھی کی گئی ہے۔ اس قانون کا پس منظر کیا ہے اور کون لوگ اس قانون کو ختم کرنا چاہتے ہیں؟ اس موضوع پر آج سے چند برس قبل لکھا جانے والا ایک ایمان افروز اور دینی غیرت وحمیت سے بھرپور غیر مطبوعہ مضمون ادارہ محدث کے ریکارڈ میں سامنے آیا۔ فاضل مضمون نگار نے تازہ حالات میں اس موضوع پر کئی مضامین لکھنا شروع کئے لیکن خرابیٔ صحت کی بنا پر کسی ایک کو بھی مکمل نہ کرسکے۔ زیر نظر مضمون سپریم کورٹ بار کی موجودہ صدر عاصمہ جہانگیر کے مذموم کردار کے حوالے سے ہے۔ نامعلوم اس اہم منصب پر فائز ہونے کے بعد ان مہینوں میں توہین رسالت کے قانون کے خلاف منصوبہ بندی میں کن کن مزید کرداروں کا بھی ہاتھ شامل ہوچکا ہو؟ بہرحال یہ مضمون اپنے موضوع پر نادر معلومات اور ایمان پرور جذبات کا بے مثال اظہار ہے۔ ح م

تعزیراتِ ہند میں '۲۹۵/ الف' کا اضافہ اگر راج پال کی گستاخانہ حرکت کا نتیجہ تھا، تو تعزیراتِ پاکستان میں '۲۹۵/سی' کا ظہور راج پال کی فکری اولاد عاصمہ جہانگیر کی رسالت مآب ﷺ کی شان میں دریدہ دہنی کی وجہ سے ہوا۔ ان دونوں دفعات کے قانون کا حصہ بننے کے عمل میں ۵۹ برس حائل ہیں، لیکن ان کے پس منظر میں حیران کن حد تک مماثلت ہے۔ تفصیل اس اجمال کی حسبِ ذیل ہے .....

تعزیراتِ ہند ۱۸۶۰ء کی 'دفعہ ۲۹۵' کی رو سے کسی بھی جماعت کی عبادت گاہ کی تذلیل کے مرتکب افراد کو دو سال تک قید کی سزا دی جاسکتی تھی۔ اس دفعہ میں کسی جماعت کے مذہبی جذبات واعتقادات اور بانیانِ مذہب کی توہین کے متعلق وضاحت کے ساتھ ذکر موجود نہیں تھا۔ اس اِبہام سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے والے اور بانیانِ مذاہب کی توہین کے مرتکب افراد قانونی موشگافیوں کی بنا پر عدالتوں سے بری ہوجاتے تھے۔ ۱۹۲۷ء میں بدبخت ہندو ناشر راج پال کی طرف سے 'رنگیلا رسول' کے عنوان سے نہایت گھٹیا،

www.KitaboSunnat.com

توہین آمیز اور بے حد دل آزار کتاب کی اشاعت پر برصغیر پاک وہند کے مسلمانوں نے شدید احتجاج کیا تو ملعون راج پال کی اس گستاخانہ جسارت کے خلاف ردّعمل کے نتیجے میں حکومت ہند نے تعزیراتِ ہند کی دفعہ ۲۹۵ میں '۲۹۵/الف' کا اضافہ کیا، جس کی رو سے کسی جماعت کے مذہب یا مذہبی جذبات کی بے حرمتی (تحریری یا زبانی) کے مرتکب مجرموں کے لئے دوسال تک کی سزا مقرر کی گئی۔

اس ترمیم یا اضافی دفعہ میں بھی پیغمبر اسلام ﷺ کی توہین کے مرتکب افراد کے لئے سزائے موت کو قانون کا حصہ بنانے کے دیرینہ مطالبے کو منظور نہ کیا گیا۔ قیامِ پاکستان کے بعد بھی یہی قانون برقرار رہا۔

بالآخر ۱۷/مئی ۱۹۸۶ء کو خواتین محاذِ عمل کے سیمینار منعقدہ اسلام آباد میں عاصمہ جہانگیر ایڈووکیٹ کی طرف سے حضور اکرم ﷺ کی شانِ مبارکہ میں نازیبا الفاظ کے استعمال نے مسلمانوں کے برانگیختہ جذبات کو شعلہ جوالہ کا روپ عطا کردیا۔ تحفظِ ناموسِ رسالتؐ کی تحریک نے ایک دفعہ پھر زور پکڑا۔ بالآخر ۱۹۸۶ء میں تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۲۹۵۔سی کا اضافہ کیا گیا جس کے تحت حضرت محمد ﷺ کے نامِ اقدس کی توہین کے مرتکب مجرموں کے لئے سزائے موت یا عمر قید کی سزا مقرر کی گئی۔

راج پال سے عاصمہ جہانگیر تک

۱۹۲۷ء کی بات ہے، دریدہ دہن، بدبخت متعصب ہندو راج پال جس نے حضور اکرم ﷺ کے متعلق مذکورہ بالا بے حد اہانت آمیز کتاب شائع کی تھی، اسے لاہور کے ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے فرقہ وارانہ منافرت پھیلانے کے جرم میں چھ ماہ قید کی سزا دی۔ اس کے خلاف لاہور ہائی کورٹ میں اپیل دائر کی گئی۔ لاہور ہائی کورٹ کے جسٹس کنور دلیپ سنگھ نے راج پال ملزم کو بری کرتے ہوئے تحریر کیا کہ

''کتاب کی عبارت کتنی ہی ناخوشگوار کیوں نہ ہو، اس سے بہرحال کسی قانون کی خلاف ورزی نہیں ہوتی۔''

اس فیصلہ نے مسلمانوں کی آتشِ غضب کو اور بھڑکا دیا۔ مسلمانوں کے احتجاج نے تحریک

www.KitaboSunnat.com

کی صورت اختیار کرلی۔ 'مسلم کرانیکل' نے اس فیصلہ کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے لکھا:

''جج کنور دلیپ سنگھ نے قانون کی غلط تشریح کی ہے، ورنہ قانون میں اس بات کی گنجائش موجود ہے کہ وہ راج پال جیسے دریدہ دہن، بے غیرت، گستاخ کا منہ بند کرے، کیونکہ اس سے بڑھ کر مذہبی دل آزاری کی اور کیا بات ہوسکتی ہے کہ اس سے دنیا کا اور بالخصوص برصغیر کا ہر مسلمان دل گرفتہ اور اپنے رسول ﷺ کے ناموس پر کٹ مرنے کے لئے بے چین ہے۔ اگر عدالت نے اس فیصلہ پر نظر ثانی نہ کی تو کوئی مجاہد اُٹھ کھڑا ہوگا جو اس گستاخ کا سر قلم کر دے گا۔''

بالآخر یہ سعادت غازی علم الدین شہید کے حصے میں آئی.....!

مسلمانانِ برصغیر پاک وہند دشمنانِ اسلام کی گستاخانہ جسارتوں اور توہین رسالتؐ کے واقعات کے خلاف سراپا احتجاج اور دل گرفتہ تھے۔ ان کی طرف سے پرزور مطالبہ کیا جارہا تھا کہ تعزیراتِ ہند میں 'توہینِ رسالت' کی سزا کی دفعہ بھی شامل کی جائے۔ انہی دنوں لاہور کی شاہی مسجد میں ایک عظیم اجتماع ہوا، جس میں ایک محبِ رسولؐ مسلمان راہنما نے خطاب کرتے ہوئے کہا:

''عزیزو! میں کوئی وکیل یا قانون دان نہیں۔ قانون کے بارے میں جو کچھ بھی سیکھا ہے، وہ عدالت کے کٹہرے میں ملزم کی حیثیت سے کھڑے ہوکر سیکھا ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ آئندہ ایسے فتنوں کے سدِباب کے لئے اس قانون ہی کو بدلوا دیں اور تعزیراتِ ہند میں ایک مستقل دفعہ کا اضافہ کر کے توہین بانیانِ مذہب کو جرم قرار دیا جائے۔ اب تک کوئی ایسی مستقل سزا آپ کے ملک کے قانون میں موجود نہیں جو اس ملک کے باشندوں کے فرقوں کی دل آزاری پر دی جا سکے۔ اس قانون کا مسودہ میں تیار کیے دیتا ہوں۔ اسمبلی کے ممبر اس میں مناسب ترمیم کرکے ایوان میں پیش کریں اور منظور کرائیں۔ اس طرح آقا اور ہادی ﷺ اور ان کے ساتھ دوسرے مذاہب کے محترم پیشواؤں کی شخصیتیں بھی بدزبانی اور بے لگام لکھنے والوں کے حملوں سے محفوظ ہو جائیں گی۔ علمی رنگ میں کسی مذہب یا تاریخی حیثیت سے کسی بانی مذہب پر تنقید کرنا ایک الگ بات ہے، اس کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہنا چاہئے۔ لیکن کھلی توہین جو کسی مذہب کے بارے میں ہو، اسے آج ہندوستان کے قانون میں قطعی جرم قرار دے کر اس کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کرنا ہوگا۔''

www.KitaboSunnat.com

یہ محبِ رسول ﷺ مسلمانوں کا وہ عظیم قائد تھا جسے دنیا محمد علی جوہرؒ کے نام سے جانتی ہے۔ مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے احتجاج کے پیش نظر برطانوی حکومت نے قانون سازی پر آمادگی ظاہر کی۔ ۱۹۲۷ء میں مولانا محمد علی جوہر کی تحریک پر مسلمان اراکین مرکزی قانون ساز اسمبلی کی تائید سے تعزیراتِ ہند میں دفعہ ۲۹۵۔ الف کا اضافہ کیا گیا، جس کی رو سے مذہب یا مذہبی عقائد کی توہین کی سزا دو سال مقرر کی گئی۔ (ناموسِ رسول: صفحہ ۴۱۳)

اس دفعہ میں بھی واضح طور پر بانیانِ مذہب کی توہین کی بات شامل نہیں تھی۔ مسلمانوں نے اس پر عدمِ اطمینان کا اظہار کیا، کیونکہ ان کے نزدیک توہینِ رسالت ناقابل معافی جرم ہے، جس کی سزا صرف موت ہے!!

۱۹۴۷ء میں اسلام کے نام پر پاکستان قائم ہوا۔ لیکن کتاب وسنت کی روشنی میں توہین رسالتؐ کے متعلق کسی قسم کی قانون سازی نہ کی گئی۔ بے حد تعجب کی بات ہے کہ اسلامی مملکت پاکستان میں بھی اسلام دشمن عناصر کی ریشہ دوانیاں جاری رہیں۔ سیکولر اور مذہب بیزار حکمرانوں نے 'رواداری اور وسعتِ ظرفی' کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف ہرزہ سرائیوں پر مجرمانہ چشم پوشی کی۔

قیام پاکستان کے بعد مسلمانوں کی دل آزاری پر مبنی سرگرمیوں کا ارتکاب زیادہ تر قادیانی فرقے کی طرف سے کیا گیا۔ مسلمانوں نے شدید احتجاج کیا اور قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا مطالبہ کیا۔ قادیانیت کے خلاف تحریک میں حصہ لینے کے جرم میں سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اور مولانا عبدالستار نیازی کو وقت کے حکمرانوں نے سزائے موت دینے کا اعلان کیا۔ یہ بے حد ستم ظریفی ہے کہ ایک اقلیتی فرقے کے خلاف 'منافرت' پھیلانے کے جرم میں مسلمانوں کے عظیم راہنماؤں کو موت کی سزا سنائی گئی۔ لیکن 'محسن انسانیت ﷺ' کی توہین اور اُمتِ مسلمہ کی دل آزاری کے مرتکب افراد کو قرارِ واقعی سزا دینے کے لئے فرنگی سامراج کے قانون کو اسلامی شریعت کے مطابق ڈھالنے کی ضرورت محسوس نہ کی گئی۔

تحفظِ ناموسِ رسالت کے متعلق شرعی سزا کے عدم نفاذ کا فائدہ اٹھاتے ہوئے شاتمانِ رسولؐ نے اپنی گستاخیوں کا سلسلہ جاری رکھا اور شمع رسالتؐ کے پروانوں نے بھی ان کی ناپاک

www.KitaboSunnat.com

زبانوں کو ہمیشہ کے لئے خاموش کرنے کی روایات کو زندہ رکھا۔ ۱۹۶۱ء میں ایک عیسائی مبلغ پادری سموئیل نے مغل پورہ ورکشاپ میں دورانِ تبلیغ آنحضور ﷺ کی شان میں کچھ نازیبا الفاظ استعمال کیے، جس پر مشتعل ہوکر زاہد حسین نامی نوجوان نے اس گستاخ کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ۱۹۶۴ء میں عیسائی مشنری کی مشہور دکان 'پاکستان بائبل سوسائٹی' انارکلی نے 'اثمارِ شیریں' کے نام سے ایک کتاب شائع کی، جس میں رسولِ کریم ﷺ کے بارے میں توہین آمیز مواد موجود تھا۔ مسلمان نوجوانوں کے ایک گروہ نے اس دکان کو آگ لگادی اور اس کے منیجر ہیکٹر گوہر مسیح پر قاتلانہ حملہ کیا، لیکن وہ بال بال بچ گیا۔

۱۹۸۳ء میں مشتاق راج نامی ایڈووکیٹ، جس کے بارے میں مشہور تھا کہ قادیانی ہے، نے 'آفاقی اشتمالیت' کے نام سے کتاب تحریر کی۔ اس کتاب میں انبیاے کرام علیہم السلام کی ذواتِ مقدسہ کے خلاف ہرزہ سرائی کی گئی اور انتہا یہ کہ حضور رسالت مآب ﷺ کی شانِ اقدس میں بھی گستاخانہ جسارت کی گئی تھی۔ ورلڈ ایسوسی ایشن آف مسلم جیورسٹس اور لاہور ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کی قرارداد کے نتیجے میں حکومت نے اس کتاب کو ضبط کرنے کے احکامات جاری کئے۔ مشتاق راج کے خلاف توہین مذہب کے جرم میں زیر دفعہ ۲۹۵۔ الف تعزیراتِ پاکستان مقدمہ درج کر لیا گیا، کیونکہ تعزیراتِ پاکستان میں 'توہین رسالت' جیسے سنگین اور انتہائی دل آزار جرم کی کوئی سزا مقرر نہیں تھی۔ اسی لئے مشتاق راج کی گرفتاری عمل میں نہ آئی جس سے مسلمانوں میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ تمام اسلامی مکاتبِ فکر کے علما اور ممتاز قانون دانوں نے کانفرنس منعقد کی جس میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ اسلام میں توہین رسالت کی سزا، سزائے موت مقرر کی جائے!

مشتاق راج کی گستاخانہ جسارت کے خلاف مسلمانوں کے جذبات ابھی گرم ہی تھے کہ عاصمہ جہانگیر کی طرف سے ۱۷ مئی کو پیغمبر اسلام کی شان میں سخت بے ادبی کا مذموم واقعہ پیش آیا۔ اس حیا باختہ عورت نے معلم انسانیت ﷺ کو (اس کی منہ میں خاک) 'اَن پڑھ' کہہ دیا۔ یہ ہفوات بکواس عاصمہ نے افرنگ زدہ، آوارگی نسواں کی علمبردار عورتوں کے اسلام آباد میں منعقد کردہ سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے کی۔ روزنامہ جسارت کی رپورٹ کے مطابق:

'خواتین محاذِ عمل اسلام آباد کے ایک جلسے میں صورتِ حال اس وقت سنگین ہوگئی، جب ایک

www.KitaboSunnat.com

خاتون مقرر عاصمہ جیلانی نے شریعت بل کیخلاف تقریر کرتے ہوئے سرورِ کائنات ﷺ کے بارے میں غیر محتاط زبان استعمال کی۔

اس پر ایک مقامی وکیل نے احتجاج کیا اور کہا کہ رسولؐ خدا کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے محتاط رہنا چاہیے۔جس پر دونوں کے درمیان تلخی ہوگئی اور جلسے کی فضا کشیدہ ہوگئی۔ عاصمہ جہانگیر نے اپنی تقریر میں 'تعلیم سے نابلد' اور 'ان پڑھ' کے الفاظ استعمال کیے تھے۔''

(جسارت، کراچی ۱۸ مئی ۱۹۸۴ء)

عاصمہ جہانگیر اس وقت عاصمہ جیلانی کہلاتی تھی۔اس سیاہ بخت نے محسن انسانیت ﷺ کے لیے جان بوجھ کر وہی لفظ استعمال کیا جو یورپی مستشرقین اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی تحقیر اور اہانت کی غرض سے کرتے ہیں۔جس سیمینار میں عاصمہ نے یہ الفاظ ادا کیے، وہ شریعت بل کی مخالفت میں ہو رہا تھا اور ظاہر ہے ایسی مخالفانہ فضا میں ان الفاظ کی کوئی دوسری تاویل یا تعبیر نہیں کی جاسکتی۔ اور نہ ہی سیمینار کے حاضرین کے مطابق عاصمہ کی تقریر کا سیاق وسباق ایسا تھا جس میں اس کا کوئی اور مفہوم لیا جاسکتا ہو۔ اس سیمینار میں سب 'پڑھے لکھے' لوگ تھے افسوس کوئی ترکھان کا بیٹا غازی علم الدین شہید نہ تھا جو اس گستاخِ رسول زبان کو بند کرانے کے لیے عملی اقدام کر گزرتا۔

بہر حال عاصمہ کے الفاظ مسلمانوں کی سخت دل آزاری کا باعث بنے،جس پر سیمینار میں شدید ہنگامہ برپا ہوگیا۔جس طرح ۱۹۲۷ء میں راج پال کے خلاف مسلمانوں کے جذبات کا لاوا بھڑک اُٹھا تھا،بالکل اسی طرح اس بدبخت عورت کی دریدہ دہنی سے پاکستان کے مسلمانوں میں اضطراب اور غم وغصے کی لہر دوڑ گئی۔ راج پال تو ایک متعصّب ہندو تھا،لیکن اب کی بار گستاخانہ جسارت کا ارتکاب ایک ایسی عورت کی طرف سے کیا گیا، تھا جو ایک قادیانی ہونے کے باوجود اپنے 'مسلمان' کہلوانے پر مصر ہے۔ عاصمہ جہانگیر کے خلاف احتجاج بالآخر تعزیراتِ پاکستان میں ۲۹۵۔سی کے اضافے پر منتج ہوا۔ جناب محمد اسمٰعیل قریشی نے اپنی معرکہ آراء تصنیف 'ناموسِ رسولؐ اور قانونِ توہین رسالت' میں اس واقعے کا پس منظر اس طرح بیان کیا ہے:

'اس کے بعد ماہ مئی ۱۹۸۶ء میں ایک خاتون ایڈووکیٹ عاصمہ جیلانی نے اسلام آباد میں منعقدہ ایک سیمینار میں تقریر کرتے ہوئے معلم انسانیت حضور ختمی مرتبت ﷺ کے بارے

www.KitaboSunnat.com

میں 'ناخواندہ' (Illiterate) اور 'تعلیم سے نابلد' جیسے نازیبا اور توہین آمیز الفاظ استعمال کیے، جو سامعین اور تمام اُمتِ مسلمہ کی دل آزاری کا باعث تھے۔ جس پر راولپنڈی بار ایسوسی ایشن کے معزز اراکین میں عبدالرحمن لودھی اور ظہیر احمد قادری ایڈووکیٹ نے سخت احتجاج کیا اور مطالبہ کیا کہ وہ ان توہین آمیز الفاظ کو واپس لے کر اس گستاخی پر معافی مانگے، لیکن اس کے انکار پر سیمینار میں ہنگامہ برپا ہوگیا۔

جب یہ خبر اخبارات میں شائع ہوئی تو راقم الحروف کی تجویز پر ورلڈ ایسوسی ایشن آف مسلم جیورسٹس کا ایک غیر معمولی اجلاس لاہور میں منعقد ہوا، جس میں عاصمہ جہانگیر کی اس قابل اعتراض تقریر پر انتہائی غم وغصے کا اظہار کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ فوری طور پر توہین رسالت کی سزائے حد کو پاکستان میں نافذ کرے اور اس جرم کے مرتکب افراد کو قرار واقعی سزا دے، ورنہ اس کے سنگین نتائج کی تمام تر ذمہ داری حکومت پر عائد ہوگی۔

راقم الحروف کی درخواست پر لاہور میں وکلا اور علما کا ایک مشترکہ اجلاس ماہ جون ۱۹۸۶ء میں منعقد ہوا، جس میں تمام مکاتبِ فکر کے سربرآوردہ علما اور ممتاز قانون دان حضرات نے شرکت کی اور متفقہ طور پر حسبِ ذیل قرارداد منظور کی گئی:

''ہم دین اور قانون سے وابستہ لوگ برملا اس کا اعلان کرتے ہیں کہ سرزمین پاکستان کا کوئی مسلمان اس ملک میں اسلام اور پیغمبرِ اسلام کے بارے میں کسی قسم کی اہانت آمیز بات کو کسی نوع برداشت نہیں کرسکتا اور نہ ہی سیکولر ذہن رکھنے والے عناصر کو یہ اجازت دینے کے لئے تیار ہے کہ وہ یہاں اپنی مذموم اور شرانگیز سرگرمیوں کو جاری رکھے اور فتنہ وفساد پھیلانے کی کوشش کرے۔ ہم واشگاف الفاظ میں ان عناصر کو متنبہ کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے جذبات کو مشتعل کرنے سے باز آجائیں ورنہ اس کے نہایت سنگین نتائج برآمد ہوں گے۔''

اس قرارداد پر مولانا عبدالستار خان نیازی، علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ، علامہ علی غضنفر کراروی صدر اتحاد بین المسلمین، ڈاکٹر خالد محمود صدر جمعیت علماے برطانیہ، میاں محمد اجمل قادری امیر انجمن خدام الدین، مولانا مفتی محمد حسین نعیمیؒ ناظم دارالعلوم جامعہ نعیمیہ لاہور، مولانا عبدالمالک شیخ الحدیث علومِ اسلامیہ منصورہ، مولانا عبدالرحمن مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور، مولانا محمد اجمل خان نائب صدر جمعیت علماے اسلام، مولانا گلزار احمد مظاہریؒ صدر جمعیت اتحاد علماے پاکستان اور دیگر علماے کرام نے دستخط کیے۔

www.KitaboSunnat.com

ان کے علاوہ ممتاز وکلا نے بھی اس قرار داد پر اپنے دستخط ثبت کیے۔ جس کے بعد یہ قرارداد حکومت پاکستان، صوبائی حکومتوں اور اراکین قومی اسمبلی کو بھیجی گئی۔

۲۹۵ سی کی منظوری

قریشی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''عاصمہ جہانگیر کی اس قابل اعتراض تقریر کا نوٹس سب سے پہلے قومی اسمبلی میں اسلامی جذبہ سے سرشار خاتون ایم این اے محترمہ نثار فاطمہ نے لیا اور اُنہوں نے وہاں پوری قوت کے ساتھ آواز اٹھائی کہ عاصمہ جہانگیر کے ان توہین آمیز الفاظ کے خلاف حکومت فوری کاروائی کرے، لیکن چونکہ اس وقت قانون میں توہین رسالت کے جرم کی کوئی سزا مقرر نہیں تھی، اسی لیے اس کے خلاف کوئی مؤثر کاروائی نہ ہوسکی۔''

فدایانِ رسولِ عربی ﷺ کی جدو جہد کے سامنے حکومت نے سر تسلیم خم کرتے ہوئے ۱۹۸۶ء میں تعزیراتِ پاکستان میں ترمیم کی۔ فوجداری قوانین میں ترمیمی ایکٹ پاس کیا گیا اور دفعہ ۲۹۵۔سی کا اضافہ کیا گیا جو توہین رسالت کے جرم پر عمر قید یا موت کی سزا مقرر کرتا ہے۔ ۲۹۵۔سی کتاب وسنت پر مبنی مسلمانوں کے مطالبہ کی حرف بہ حرف تکمیل نہیں تھا، کیونکہ اس میں توہین رسالت کے جرم کی واحد سزا، سزائے موت کے ساتھ ساتھ 'عمر قید' کو بھی بطورِ سزا شامل کیا گیا تھا۔ لہٰذا مسلمانوں کی طرف سے اس پر عدمِ اطمینان کا اظہار کیا گیا۔

لیکن دشمنانِ دین مبین پر بالعموم اور عاصمہ جہانگیر پر بالخصوص حکومت کی طرف سے یہ نیم دلانہ قانون سازی بھی بے حد شاق گذری۔ قادیانی اُمت کے ذہین دماغوں نے اس قانون کے خلاف ملکی اور بین الاقوامی سطح پر مذموم پراپیگنڈہ کے لئے جامع منصوبہ بندی کی اور قادیانی ذرائع ابلاغ نے اسے آزادیٔ مذہب اور آزادیٔ اظہارِ رائے کے بنیادی حقوق کے منافی ہونے کا واویلا کیا۔ امریکہ اور یورپ میں متحرک قادیانی تنظیموں نے اپنے مربی وسرپرست مغرب کو متاثر کرنے کے لئے اسے اقوامِ متحدہ کے انسانی حقوق کے ڈکلریشن کی خلاف ورزی قرار دیا۔ مغرب کے مذہب بیزار طبقہ، جو 'انسانی حقوق' کے مغربی 'ورژن' کو گذشتہ چند عشروں سے اپنا 'دین ومذہب' سمجھے ہوئے ہے، پر اس بے بنیاد پراپیگنڈہ کا فوری اثر ہوا۔

www.KitaboSunnat.com

ویسے بھی مغربی صہیونی لابی اسلامی جمہوریہ پاکستان کو بدنام کرنے کے بہانوں کی تلاش میں رہتی ہے اور برطانوی استعمار کے 'کاشت کردہ' قادیانی پودے کی حفاظت کے لئے اپنے وسائل کا بے دریغ استعمال کرنا فرضِ عین سمجھتی ہے۔ مغرب کی پاکستان دشمنی عاصمہ جہانگیر جیسے اسلام دشمن افراد کے لئے اپنے فریب کا جال بچھانے کو بے حد حوصلہ افزا ثابت ہوئی۔

ہیومن رائٹس کمیشن کا قیام؛ قانونِ توہین رسالت کی مخالفت

عاصمہ جہانگیر نے مغربی سرپرستوں کی آشیر باد کے ساتھ جسٹس درّاب پٹیل کے ساتھ مل کر ۱۹۸۷ء میں 'پاکستان انسانی حقوق کمیشن' کی داغ بیل ڈالی۔ قادیانی حقوق کا تحفظ اس کمیشن کے بنیادی مقاصد میں شامل ہے۔ ۲۴/اپریل ۱۹۸۷ء کو عاصمہ جہانگیر نے انسانی حقوق کمیشن کے اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

''کمیشن کو نہ صرف ۱۹۷۳ء کے آئین میں مندرجہ انسانی حقوق کی بازیابی کی جدوجہد کرنی ہے بلکہ پاکستان میں اقوام متحدہ کے چارٹر میں درج کئے گئے انسانی حقوق کا آئیڈیل حاصل کرنا ہے۔ کمیشن کو بہت سے ایسے قوانین کو منسوخ کرانے کی کوشش بھی کرنا ہوگی جو یک طرفہ ہیں۔ اُنہوں نے اس ضمن میں حدود آرڈیننس، قانونِ شہادت میں مرد وعورت کی حیثیت، غیر مسلموں کو مسلمانوں کی شہادت اور عورت کو مرد کی گواہی پر سزا، قادیانیوں اور احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے والا قانون، قانونِ توہین رسالت اور جداگانہ انتخابات جیسے قوانین کا ذکر کیا۔''

(نوائے وقت: ۲۵/اپریل ۱۹۸۷ء)

۱۹۸۶ء میں قانونِ توہین رسالت کے نفاذ کے بعد عاصمہ جہانگیر کی طرف سے شدید جذباتی ردّعمل سامنے آیا ہے۔ اس قانون کو ختم کرانا اس کی زندگی کا اہم ترین نصبُ العین معلوم ہوتا ہے۔ انسانی حقوق کمیشن کے انسانی و مادی ذرائع کو اس نے اس مقصد کے حصول میں بھرپور استعمال کیا ہے۔ کمیشن کی طرف سے جاری کی جانے والی سالانہ رپورٹوں کے علاوہ سیمینار، انٹرویو اور جلسے جلوسوں کے ذریعے اس نے اس قانون کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ 'ایمنسٹی انٹرنیشنل' اور مغرب میں انسانی حقوق کی دیگر تنظیموں سے قریبی تعلقات استوار کرتے ہوئے ان اداروں کی طرف سے پاکستانی حکومت پر ۲۹۸ اور ۲۹۵۔سی کو واپس لینے کے لئے دباؤ ڈلوایا۔ ۱۹۸۷ء سے لے کر آج تک 'ایمنسٹی انٹرنیشنل' کی ایک بھی سالانہ رپورٹ ایسی نہیں ہے

www.KitaboSunnat.com

جس میں پاکستانی قادیانیوں کے انسانی حقوق کی پامالی پر مبنی بے بنیاد، من گھڑت اور شرانگیز واقعات کی داستانوں کا طویل تذکرہ اور پاکستانی حکومت سے احمدیوں کے حقوق کے تحفظ کا مطالبہ شامل نہ ہو۔ 'ایمنسٹی انٹرنیشنل' کی رپورٹوں کے گہرے مطالعے کے بعد یہ اندازہ کرنا زیادہ مشکل امر نہیں ہے کہ ان رپورٹوں کا اصل ماخذ ومصدر عاصمہ جہانگیر کی زیر سرکردگی کام کرنے والا 'انسانی حقوق کمیشن' ہے۔ انسانی حقوق کمیشن اور 'ایمنسٹی انٹرنیشنل' کی رپورٹوں میں حیران کن حد تک مماثلت پائی جاتی ہے۔

۱۹۹۴ء میں 'ایمنسٹی انٹرنیشنل' کی رپورٹ کا ایک مفصل باب قادیانیوں کے بارے میں تھا، جس کا ترجمہ قادیانی رسالہ 'الفضل' نے اپنی یکم جولائی ۱۹۹۴ء کی اشاعت میں 'پاکستان میں جماعتِ احمدیہ پر مظالم کے سلسلہ میں ایمنسٹی انٹرنیشنل کی تازہ رپورٹ' کے عنوان سے شائع کیا۔ اس رپورٹ میں ۲۹۵۔سی، ۲۹۵۔بی اور ۲۹۵۔سی کا مفصل ناقدانہ جائزہ لینے کے بعد حکومتِ پاکستان سے درج ذیل سفارشات کی گئی ہیں:

''ایمنسٹی انٹرنیشنل نے بارہا حکومتِ پاکستان سے احمدیوں کے انسانی حقوق کی پامالی کے بارے میں اپنی تشویش کا اظہار کیا ہے۔ ستمبر ۱۹۹۱ء میں ایمنسٹی نے ایک رپورٹ 'پاکستان میں احمدیوں کے انسانی حقوق کی پامالی' شائع کی، جس میں جماعتِ احمدیہ کے افراد پر اپنے مذہبی حقوق کی پر امن طور پر ادائیگی کے نتیجہ میں مقدمہ بازی کے جاری رہنے اور جیل کی سزائیں دینے پر تشویش کا اظہار کیا ہے:

''ہمیں اس بات پر تشویش ہے کہ پاکستان میں نت نئی کڑی قانون سازی کی وجہ سے جماعتِ احمدیہ کے افراد کو محض اظہارِ رائے کی آزادی کے حق اور مذہبی آزادی کے حق کو استعمال کرنے کی وجہ سے گرفتار کیا جاسکتا اور پھانسی کی سزا دی جاسکتی ہے۔''

اس رپورٹ کا یہ جملہ ملاحظہ کیجئے:

''توہین رسالت یا بعض گروہوں کے مذہبی جذبات کے مجروح کرنے کی مقرر کردہ سزا میں تبدیلی کا اطلاق ہر اس شخص پر ہوتا ہے جس کے خلاف اس دفعہ کے تحت مقدمہ دائر کیا جاتا ہے۔ تاہم خاص طور پر جماعتِ احمدیہ کے افراد کئی سالوں سے اس قانون کی وجہ سے مصیبتیں سہہ رہے ہیں۔''

یہ طرفہ تماشا ہے کہ پاکستان میں انسانی حقوق کمیشن، جس کے اہم عہدیداروں کی اکثریت کا

www.KitaboSunnat.com

تعلق قادیانی فرقے سے ہے، کی طرف سے 'ایمنسٹی انٹرنیشنل' کو یہ بنی بنائی رپورٹیں ارسال کی جاتی ہیں اور جب یہ رپورٹیں لندن سے شائع ہوتی ہیں تو پاکستان میں قادیانی لابی انسانی حقوق کے نام پر ان کی بھرپور تشہیر کرتی ہے۔ پاکستانی حکومت پر بے جا دباؤ کے قابل مذمت ہتھکنڈے شروع کر دیئے جاتے ہیں۔ پاکستان انسانی حقوق کمیشن عملاً مغربی صہیونی لابی کی اسلام دشمن تنظیموں کے ذیلی ادارے کے طور پر کام کر رہا ہے۔

سلامت مسیح کیس اور عاصمہ جہانگیر

نومبر ۱۹۹۳ء میں سیکولر مزاج پیپلز پارٹی کے دوبارہ برسر اقتدار آنے کے بعد عاصمہ جہانگیر کی توہین رسالت کے قانون کے خلاف سرگرمیوں میں یکدم شدت پیدا ہوگئی۔ خاتون وزیر اعظم سے ذاتی مراسم کو اُس نے اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے استعمال کرنا شروع کیا۔ ۱۹۹۴ء میں جب سلامت مسیح اور رحمت مسیح پر توہین رسالتؐ کا مقدمہ قائم ہوا تو عاصمہ جہانگیر اور حنا جیلانی اپنی روایت کے عین مطابق میدانِ عمل میں کود پڑیں اور بعض مسیحی راہنماؤں اور سیکولر صحافیوں کی جماعت کے تعاون سے اس مقدمے کو پاکستانی پریس میں تشہیر دی۔ یکطرفہ جارحانہ بیان بازی میں حقائق کو پس پشت ڈال دیا گیا۔ بین الاقوامی ذرائع ابلاغ نے بھی اس معمولی مسئلے کو غیر معمولی طور پر اُچھالا، اور وہ اودھم مچایا کہ کانوں پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ عاصمہ جہانگیر اور حنا جیلانی مغربی ذرائع ابلاغ کی آنکھ کا تارا بنی ہوئی تھیں۔ آئے دن ان کے انٹرویو اور بیانات سی این این، بی بی سی اور مغربی اخبارات کی زینت بن رہے تھے۔

عاصمہ جہانگیر نے قانونِ توہین رسالتؐ کو بار بار انسانی حقوق کے منافی اور فتنہ قرار دینے کا عمل جاری رکھا، لیکن اس کی اپنی اس فتنہ پردازی کا نوٹس کوئی نہیں لے رہا تھا۔ اس کی مسرت آسمان کی بلندیوں کو چھو رہی تھی، جب انہی دنوں پاکستان کی خاتون وزیر اعظم نے گوجرانوالہ میں ایک عوامی جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے اس کے موقف کی تائید کرتے ہوئے قانونِ توہین رسالت کو انسانی حقوق سے متصادم قرار دیا۔ سلامت مسیح کو جرم ثابت ہونے پر ایڈیشنل سیشن جج گوجرانوالہ نے موت کی سزا سنائی، لیکن جلد ہی حکومت کی مداخلت پر اسے ضمانت پر رہائی ملی۔ برطانوی وزیر اعظم جان میجر کے مشیر فلپ جے پارہم نے جان میجر کی طرف سے پاکستان

www.KitaboSunnat.com

یونائیٹڈ کرسچین کے سربراہ جارج فیلکس کے نام خط میں پاکستانی وزیر اعظم کا شکریہ ادا کرتے ہوئے تحریر کیا:

''اگرچہ سلامت مسیح پر مذہبی توہین کا الزام برقرار ہے، مگر یہ بات حوصلہ افزا ہے کہ وزیر اعظم بے نظیر کی ذاتی مداخلت کی بنا پر سلامت مسیح کو ضمانت پر رہا کر دیا گیا۔''

(روزنامہ جنگ ۹/اگست ۱۹۹۴ء)

سلامت مسیح اور رحمت مسیح نے سزائے موت کے خلاف جب لاہور ہائی کورٹ میں اپیل دائر کی تو عاصمہ جہانگیر اور مغرب زدہ لابی نے 'پریس ٹرائیل' کا ہنگامہ برپا کر دیا۔ بقول مولانا زاہد الراشدی:

''ہائی کورٹ میں جس تیز رفتاری کے ساتھ اپیل کے مراحل طے کئے گئے اور جو طریق کار اختیار کیا گیا، اس کی روشنی میں ملزموں کی بریت، رہائی اور بیرونِ ملک روانگی پر کوئی تبصرہ کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔'' (مجلہ الشریعہ: جنوری ۱۹۹۶ء)

ایوب مسیح کیس، بشپ جان جوزف کی خودکشی اور عاصمہ جہانگیر کا کردار

سلامت مسیح کیس کے بعد پہلی مرتبہ عاصمہ جہانگیر کے مغربی مسیحی تنظیموں سے گہرے مراسم منظر عام پر آئے۔ اس مقدمہ میں مغربی ذرائع ابلاغ کی غیر معمولی دلچسپی نے عاصمہ جہانگیر کے لئے پاکستان میں مسیحی تنظیموں کے ساتھ اشتراکِ عمل کا راستہ ہموار کیا۔ اس نے بعض مسیحی راہنماؤں کو قانونِ توہین رسالتؐ کے خلاف تحریک چلانے پر آمادہ کیا۔ اب اس نے توہین رسالتؐ کے مرتکب مسیحی نوجوانوں کے مقدمات میں غیر معمولی دلچسپی لینا شروع کی۔ آنجہانی بشپ جان جوزف کی مبینہ خودکشی کے بعد بعض مسیحی گروہوں کی طرف سے پرتشدد مظاہروں کے پس پشت دیگر عناصر کے ساتھ ساتھ عاصمہ جہانگیر کا کردار خاصا اہم رہا ہے۔

۱۱/مئی ۱۹۹۸ء کو چیف بشپ کیتھ نے اخباری انٹرویو میں عاصمہ جہانگیر کے منفی کردار پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

''چیف بشپ کیتھ نے دکھ کا اظہار کیا کہ عاصمہ جہانگیر جیسے انسانی حقوق کے علمبردار پاکستان میں مسلمانوں اور عیسائیوں کو آپس میں لڑانا چاہتے ہیں۔ ایسے لوگ مسیحی افراد سمیت دیگر بشپ حضرات کو بھی غلط گائیڈ کرتے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ عاصمہ جہانگیر پاکستان میں عیسائیوں کے

www.KitaboSunnat.com

مقدمات تو مفت لڑتی ہیں اور کوئی فیس نہیں لیتیں، لیکن اُنہیں باہر سے 'لمبے پیسے' مل جاتے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ فرانسس جوزف جیسے لوگ عاصمہ جہانگیر اور ہیومن رائٹس آرگنائزیشن کے پروردہ ہیں۔ فرانسس جوزف جو نہایت غریب آدمی تھا، یہ YMCA لاہور میں ایک چپڑاسی کی حیثیت سے کام کرتا تھا۔ الیگزینڈر جان ملک نے اسے گاڑی اور پیسوں کے ناجائز استعمال کے سلسلے میں وہاں سے نکال دیا تھا اور آج وہ عاصمہ جہانگیر کی بدولت ۱۳/ لاکھ کی گاڑی میں پھر رہا ہے، اس نے اپنے بچوں کی شادی پر رائے ونڈ میں لاکھوں روپے خرچ کئے۔ ایسے بہت سے لوگ عاصمہ جہانگیر اور دوسرے لوگوں کے آلہ کار ہیں اور پاکستان کو بدنام کرنے کے لئے سرگرم عمل ہیں۔'' (روزنامہ 'آزاد': ۱۱/مئی ۱۹۹۸ء)

روزنامہ 'خبریں' میں شائع ہونے والی خبر کے مطابق، انہوں نے کہا کہ

''وہ دفعہ ۲۹۵/سی کے تحت دی جانے والی سزاؤں کے بارے میں پریشان ہیں اور جلد ہی عاصمہ جہانگیر کے ذریعے اس سلسلے میں اعلیٰ عدالتوں میں درخواستیں دائر کریں گے۔''

روزنامہ جنگ کے صفحہ اوّل پر یہ خبر شائع ہوئی:

''بشپ کی موت میں این جی اوز ملوث ہوسکتی ہیں۔'' (مؤرخہ ۱۲ مئی ۱۹۹۸ء)

۱۳/مئی ۱۹۹۸ء کے 'نوائے وقت' میں چیف بشپ کیتھ لیزی کا یہ بیان شائع ہوا:

''بشپ جوزف کے قتل کے پیچھے امریکی ڈالر اور عاصمہ جہانگیر کے چہرے ہیں۔''

اسی دن 'خواتین محاذ عمل' جس کی کرتا دھرتا عاصمہ جہانگیر ہیں، کی طرف سے اخبارات میں یہ پریس ریلیز شائع ہوا:

''خواتین محاذ عمل نے توہین رسالتؐ کا قانون فوری طور پر ختم کرنے کا مطالبہ کیا ہے اور خاص طور پر اس کے آرٹیکل ۲۹۵۔ اے سے ڈی تک کو ختم کرنے پر زور دیا ہے، کیونکہ یہ بنیادی انسانی حقوق کے خلاف ہے۔ انسانی حقوق کمیشن آف پاکستان کی چیئر پرسن عاصمہ جہانگیر نے کہا ہے کہ بشپ جان جوزف کی خودکشی سے پاکستان میں اقلیتوں میں پائی جانے والی بے چینی کی شدت کا اندازہ ہوتا ہے۔ انسانی حقوق کمیشن پاکستان میں بسنے والی غیر مسلم اقلیتوں کو اپنی حمایت کا یقین دلاتا ہے۔''

آنجہانی بشپ جان جوزف کی آخری رسوم میں شریک عیسائیوں سے خطاب کرتے ہوئے عاصمہ جہانگیر نے یہ اشتعال انگیز بیان داغا:

www.KitaboSunnat.com

''۲۹۵۔سی اور کتنی جانیں لے گا۔اقلیتوں کے خلاف اس امتیازی قانون کو ختم کیا جائے۔''

(روزنامہ دن: ۹ر مئی ۱۹۹۸ء)

بشپ جان جوزف کی خودکشی کے خلاف احتجاج کرنے والے مسیحی جلوس سے تقریر کرتے ہوئے عاصمہ جہانگیر نے ایوب مسیح کیس کی اپیل میں خود پیش ہونے کا اعلان کیا اور کہا کہ انسانی حقوق کی جہاں بھی پامالی ہوئی، وہاں پر احتجاج کے ایسے واقعات ہوتے رہیں گے۔

ساہیوال سے ملنے والی اطلاعات کے مطابق، ''توہین رسالتؐ کے ملزم ایوب مسیح کے خلاف مقدمہ کی پیروی کے لئے عاصمہ جہانگیر ایڈووکیٹ کے ذریعے محمد حنیف ڈوگر ایڈووکیٹ کو نامزد کیا گیا۔'' (روزنامہ دن، ہفت روزہ 'تکبیر' ۲۱ر مئی ۱۹۹۸ء)

عاصمہ جہانگیر کے اصل عزائم کا پردہ چاک ہو چکا۔اس کی انسانی حقوق کے 'چیمپئن' ہونے کی حیثیت بھی مشکوک ہوگئی۔قومی اخبارات اپنے اداریوں اور مضامین میں عاصمہ جہانگیر کے کردار کو کھل کر تنقید کا نشانہ بناتے رہے ہیں، چند سال قبل یہ صورتِ حال نہیں تھی۔ روزنامہ 'خبریں' نے اپنے اداریے میں عاصمہ جہانگیر کے منفی کردار پر ان الفاظ میں تنقید کی:

''بشپ جان جوزف کی مبینہ خودکشی کو بہانہ بنا کر عاصمہ جہانگیر اور مسیحی برادری کے بعض زعما توہین رسالتؐ کے قانون کے خلاف جو مہم چلا رہے ہیں، وہ ایک سوچی سمجھی سکیم کا حصہ معلوم ہوتی ہے۔ انسانی حقوق کے نام پر غیر حکومتی ادارے بنانا اور پھر پاکستان، اسلام اور اسلامی قوانین کے خلاف دریدہ دہنی کے ذریعے امریکہ اور دوسرے مغربی ممالک سے نقد امداد حاصل کرنا، ان تنظیموں اور افراد کا شیوہ ہے۔ فادر جوزف کی مبینہ خودکشی کو بھی کیش کرانے کی کوشش کی جارہی ہے۔''

''عاصمہ جہانگیر کا یہ بیان کہ توہین رسالتؐ کا قانون فتنوں کا باعث ہے، ان کی ذہنی روش اور فکر کا عکاس ہے۔ عاصمہ جہانگیر کی قبیل کی سبھی عورتوں کو اسلام بطورِ مذہب ہی (نعوذ باللہ) فتنہ معلوم ہوتا ہے۔ یہ نام نہاد ترقی پسند عناصر امریکی ڈالروں کے لئے اسلام کو گالی دینے میں عار محسوس نہیں کرتے۔ اگرچہ ان میں سے اکثر (بدقسمتی) سے مسلمان ماں باپ کی اولاد ہیں۔ متعدد مسیحی راہنماؤں نے بھی فادر جوزف کی خودکشی کو مشکوک قرار دیا ہے، لیکن یہ طبقہ اُنہیں 'شہید' قرار دینے پر تلا ہوا ہے، ہماری عاصمہ جہانگیر اور دوسرے حضرات سے بھی گزارش ہے کہ وہ ذاتی مفادات کے لئے فتنہ وفساد پھیلانے کی کوشش نہ کریں۔ حکومت کو بھی ایسے عناصر کا محاسبہ کرنا چاہئے جو مسلمانوں اور مسیحی برادری کے درمیان فساد پھیلانے کا موجب

www.KitaboSunnat.com

بن رہے ہیں۔'' (روزنامہ خبریں، لاہور: ۱۵؍مئی ۱۹۹۸ء)

عاصمہ جہانگیر اور انسانی حقوق کمیشن کے ڈائریکٹر آئی اے رحمن (قادیانی) نے ۱۸؍مئی ۱۹۹۸ء کو 'جائنٹ ایکشن کمیٹی فار پیپلز رائٹس' کے سیمینار میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

''توہین رسالتؐ سے متعلق قانون کی دفعہ ۲۹۵۔سی مکمل طور پر غیر اسلامی ہے۔صرف ۲۰ فیصد جاہل مولوی اس قانون کی حمایت کر رہے ہیں، اکثریت توہین رسالتؐ قانون کی حامی نہیں۔قائداعظم محمد علی جناح کے نظریات مکمل طور پر سیکولر تھے۔''

(روزنامہ 'دن': ۱۹؍مئی ۱۹۹۸ء)

آئی اے رحمن مسلمہ طور پر قادیانی ہے اور عاصمہ جہانگیر کے قادیانی ہونے میں بہت کم لوگوں کو شک ہے۔وہ اپنے 'مسلمان' ہونے کا دعویٰ کرتی ہے،لیکن اس کا ہر قول وفعل اسلام کی مخالفت پر مبنی ہے۔وہ ایک قادیانی کے نکاح میں ہے،اس پر نہ تو اسے کوئی شرمندگی ہے اور نہ ہی ایک غیر مسلم کی منکوحہ ہونے سے اس کے 'اسلام' پر فرق پڑتا ہے۔مندرجہ بالا بیان ظاہر کرتا ہے کہ عاصمہ جہانگیر اور آئی اے رحمن نے بزعم خویش کسی دارالافتا کے مفتی صاحب کا روپ بھی دھار رکھا ہے۔نہایت افسوس کا مقام ہے کہ مقامِ رسالتؐ سے ناآشنا اور قرآن وسنت کے حروفِ ابجد سے قطعی طور پر نابلد، اسلام بیزار، اشتراکی ولادین افراد کی طرف سے نہایت اعتماد کے ساتھ یہ 'فتویٰ' داغا جارہا ہے کہ قانونِ توہین رسالتؐ 'مکمل طور پر غیر اسلامی ہے۔''

مسلمان نما اسلام دشمنوں کے فریب ودجل کا یہ بھی انداز دیکھنے میں آیا ہے کہ وہ اپنی خواہشاتِ نفس پر مبنی اسلام سے متصادم نظریات کو 'عین اسلام' بنا کر پیش کرتے ہیں۔مقصود یہ ہوتا ہے کہ ناواقف عوام کو بے وقوف بنایا جائے اور اسلامی معاشرے میں اسلام کی کھلی مخالفت کے نتیجے میں درپیش آنے والے خطرات سے اپنے آپ کو محفوظ رکھا جائے۔برس ہا برس سے عاصمہ جہانگیر حدود آرڈیننس، امتناعِ قادیانیت آرڈیننس، قانونِ توہین رسالتؐ، کو 'اسلام کے منافی' اور اپنے خود ساختہ 'آوارگیٔ نسواں' کو فروغ دینے والے 'نسوانی حقوق' کو 'اسلام کے عین مطابق' قرار دے کر رائے عامہ کو گمراہ کرنے کی ناکام کوشش میں غلطاں رہی ہے۔

توہین رسالتؐ کی سزا بطورِ حد سزائے موت، کتاب وسنت اور سنت خلفاے راشدین وائمہ مطہرین، اجتہاد ائمہ فقہ اور علمائے امت کی متفقہ رائے کی رو سے ثابت ہے۔امام ابن تیمیہؒ اور

www.KitaboSunnat.com

قاضی عیاضؒ نے اپنی معرکہ آراء تصانیف الصارم المسلول علی شاتم الرسول ﷺ اور کتاب الشفاء میں توہین رسالتؐ کی سزا کے متعلق قرآنی آیات، احادیثِ مبارکہ اور اقوال صحابہؓ وائمہ کرام کو نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے۔

امام ابن تیمیہؒ نے فتویٰ دیا ہے کہ شاتم الرسول واجبِ قتل ہے اور اس کی توبہ اور معافی قابل قبول نہیں۔ امام مالکؒ کا قول ہے کہ ''حضورِ اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کی گردن اُڑادی جائے۔'' حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ایک یہودی عورت حضور اکرمؐ کو گالیاں دیا کرتی تھی۔ ایک شخص نے ہمیشہ کے لئے اس کا منہ بند کردیا، تو حضور اکرمؐ نے اس کا خون باطل قرار دیا۔ (سنن ابوداود)

اس مختصر مضمون میں تفصیلات کی گنجائش نہیں ہے۔ مجاہدِ ناموس رسالتؐ جناب اسمٰعیل قریشی، جن کی شبانہ روز جدوجہد سے قانونِ توہین رسالتؐ پاس ہوا، نے اپنی گراں مایہ تالیف 'ناموسِ رسولؐ اور قانونِ توہین رسالتؐ میں اس موضوع کے متعلق اسلامی، یہودی اور نصرانی بنیادی ماخذ سے بے بہا معلومات جمع کرکے ثابت کیا ہے کہ توہین رسالتؐ کی سزا اسلام، عیسائیت اور یہودیت میں صرف موت ہے۔ اسلامی علوم وکتب سے تو عاصمہ جہانگیر جیسے مغرب زدہ افراد کو خدا واسطے کا بیر ہے۔ اگر وہ اپنے خبثِ باطن اور علمی بددیانتی کو بالائے طاق رکھتے ہوئے وفاقی شرعی عدالت کے اس تاریخی فیصلے کی ورق گردانی ہی کرلیتی جس میں فاضل عدالت نے طویل عرصہ تک دلائل سننے کے بعد قرار دیا کہ توہین رسالتؐ کی سزا صرف موت ہے، تو اُنہیں ضرور آگاہی ہوجاتی کہ 'جاہل' کون ہے؟

◉ وفاقی شرعی عدالت کے اس بنچ پر مولوی نہیں بلکہ ہماری عدلیہ کے قابل فخر ارکان جسٹس گل محمد خان (چیف جسٹس)، جسٹس عبدالکریم خان کندی، جسٹس عبادت یار خان، جسٹس عبدالرزاق ہیم اور جسٹس فدا محمد خان موجود تھے۔ عاصمہ جہانگیر نے قانونِ توہین رسالتؐ کی حمایت کرنے والوں کو 'جاہل' قرار دے کر بالواسطہ طور پر وفاقی شرعی عدالت کے ان جج صاحبان کو بھی 'جاہل' قرار دے دیا ہے، جنہوں نے قرآن وسنت کی روشنی میں یہ فیصلہ صادر فرمایا۔

◉ عاصمہ جہانگیر اور اس کے ہم خیال بدبخت 'دانشوروں' کو معلوم ہونا چاہئے کہ تاجدارِ ختم نبوتؐ، امام الانبیا، سرورِ کائنات ﷺ کی حرمت وناموس پر کٹ مرنا ہر مسلمان کی زندگی کی آرزو

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ یہ محض '۲۰ فیصد مولویوں' کی حمایت کی بات نہیں ہے، مسلمانوں کے بچے بچے کے دل کی آواز ہے کہ توہین رسالتؐ کے مرتکب خبیث مجرموں کی سزا صرف موت ہے۔ اُنہیں یہ بھی اچھی طرح یاد رکھنا چاہئے کہ 'مولوی' کی مخالفت کی آڑ میں اسلام کے بنیادی عقائد کی اہانت کا ان کا دیرینہ، اشتراکی وقادیانی حربہ اب کارگر نہیں ہوگا، کیونکہ رسولِ عربی ﷺ کے جان نثار اسلام سے ان کی دشمنی، ان کے خبثِ باطن اور باطل عزائم سے اب بخوبی آگاہ ہوچکے ہیں۔ اب آپ کو اخلاقی جرات سے کام لینا ہوگا۔

پردوں میں چھپ کر وار کرنے سے آپ کے چہرے چھپ نہیں سکیں گے، جیسا کہ بیرسٹر خالد اسحق صاحب نے 'نیوز لائن' کے رپورٹر کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا تھا کہ ''قائداعظم سیکولر نہیں تھے۔ اُن کو سیکولر کہنا محض پرلے درجے کی الزام تراشی ہے۔'' (شمارہ فروری ۱۹۹۸ء)

◉ عاصمہ جہانگیر، آئی اے رحمن اور بعض مسیحی راہنما اپنے بیانات میں قانونِ توہین رسالتؐ کو فکر قائداعظم کے منافی قرار دیتے ہیں۔ ان نام نہاد ترقی پسند اور روشن خیال افراد کے نزدیک 'سیکولرازم' کا جو مفہوم ہے، قائداعظم کا اس سے دور کا بھی تعلق نہیں تھا۔ ان کی 'سیکولرازم' توہین رسالتؐ کے جواز ڈھونڈتی ہے، جبکہ قائداعظم سچے محبِ رسولؐ تھے۔ وہ اپنی تمام مصروفیات کو چھوڑ کر شاتم رسولؐ کے مقدمہ کی پیروی کرنے کے لئے بمبئی سے لاہور خود تشریف لائے تھے۔ آج یہ فتنہ پرداز محسن انسانیت ﷺ کی ناموس کے تحفظ پر مبنی قانون کو 'فتنہ' قرار دیتے ہوئے نہیں جھجکتے۔ قائداعظم کی محبت رسولؐ کا یہ عالم تھا کہ قانون کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے اُنہوں نے لنکنز اِن (Lincon's Inn) کا انتخاب محض اس لئے کیا تھا کہ اس کے دروازے پر اسم محمد ﷺ بھی دیگر قانون دانوں کے درمیان لکھا گیا تھا۔

◉ عاصمہ جہانگیر اور آئی اے رحمن کا یہ دعویٰ بھی حقائق کا منہ چڑا رہا ہے کہ ''توہین رسالت کی حمایت صرف ۲۰ فیصد مولوی کر رہے ہیں اور اکثریت اس کی حامی نہیں۔'' کاش اس دروغ گوئی سے پہلے وہ اس شریعت پٹیشن کو یک نظر دیکھ لیتی جو محمد اسمٰعیل قریشی ایڈووکیٹ نے وفاقی شرعی عدالت میں گزاری۔ اس درخواست پر ۸۷/ افراد کے دستخط موجود ہیں، جن کی بھاری اکثریت سپریم کورٹ، ہائی کورٹ کے سابق جج صاحبان، معروف وکلا، سابق اٹارنی وایڈووکیٹ جنرلز پر ہی مشتمل ہے۔ اس فہرست میں مستند علما کی تعداد چھ سات ہے۔ آنجہانی

www.KitaboSunnat.com

بشپ جوزف کی موت کے بعد صدرِ مملکت، حکومتی وزرا، سیاستدانوں، علما، قانون دانوں اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے راہنماؤں کے قومی پریس میں شائع ہونے والے بیانات کے سرسری مطالعے سے بھی یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں ہے کہ ناموسِ رسالتؐ مسلمانوں کا متفقہ واجتماعی مسئلہ ہے۔

عاصمہ جہانگیر اور ان کے حواری جس آسانی سے جھوٹ، غلط بیانی اور حقائق کو مسخ کرتے ہیں، وہ اس 'طبقہ دانشوراں' کا کلچر ہے۔ اُنہیں شرم دلانے کا فائدہ بظاہر کچھ نہیں ہے، کیونکہ ان کے شرم وحیا کے پیمانے مغرب سے مستعار ہیں۔

◉ سوال پیدا ہوتا ہے کہ عاصمہ جہانگیر 'مسلمانی' کا دعویٰ کرنے کے باوجود اسلام اور بانی اسلامؐ کی مخالفت پر کمربستہ کیوں ہے؟ اس کا جواب بالکل سادہ اور آسان ہے کہ وہ اسی طرح 'مسلمان' ہے جس طرح مرزا غلام احمد قادیانی کا ہر پیروکار اپنے آپ کو 'مسلمان' سمجھتا ہے۔ خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ کی شان میں گستاخی قادیانیت کے مزاج میں داخل ہے۔ اس بات کی تائید ہمیں فرزند اقبال، ڈاکٹر جاوید اقبال کی تالیف 'زندہ رود' میں موجود حضرت علامہ اقبال کے اس قول سے بھی ہوتی ہے۔ حضرت علامہؒ نے فرمایا تھا:

''میرے شبہات نے اس تحریک (قادیانیت) کے خلاف مکمل بغاوت کرلی، جب میں نے اپنے کانوں سے اس تحریک کے ایک رکن کو نبی کریم ﷺ کے بارے میں نازیبا زبان استعمال کرتے ہوئے سنا۔''

◉ عاصمہ جہانگیر کی قابل اعتراض سرگرمیوں کا دائرہ کار وسیع ہوتا چلا جارہا ہے۔ عورتوں کے حقوق کے نام پر پاکستان کے خاندانی نظام پر پہلے ہی یہ کاری ضرب لگا چکی ہے۔ انسانی حقوق کے نام پر وہ پاکستان میں ایک عظیم فتنہ کی بنیاد رکھ چکی ہے جس کا مظاہرہ حالیہ مسیحی اقلیت کے پرتشدد دنگا وفساد کی صورت میں سامنے آچکا ہے۔ وہ شرمناک بے باکی سے جو منہ میں آتا ہے، بک دیتی ہے۔ اس کی زبان درازیوں کا سلسلہ حد انتہا کو چھو چکا ہے۔ اس کی جسارتوں کا اندازہ لگائیے کہ وہ ۹۷% مسلمان آبادی والی اسلامی نظریاتی مملکت میں توہین رسالتؐ کے قانون کو 'فتنہ' قرار دیتی ہے۔ ہر صاحبِ عقل ودانش اس شرانگیز بیان کی زہرناکی اور امن عامہ کے لئے اس کے موجبِ فساد ہونے کا اندازہ آسانی سے لگا سکتا ہے۔ اس ملک

www.KitaboSunnat.com

میں امن عامہ کے فساد کے خطرے کے پیش نظر علما اور سیاستدانوں کو 'حفاظتی نظر بندی' میں لے لیا جاتا ہے، لیکن یہ امر تعجب کا باعث ہے کہ عاصمہ جہانگیر کی امن عامہ کو تباہ کرنے والی سرگرمیوں کو یکسر نظر انداز کیا جاتا ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ قانونِ توہین رسالتؐ کو 'فتنہ' قرار دینا کیا توہین رسالتؐ نہیں ہے۔

۱۰ مئی ۱۹۹۸ء کے نوائے وقت میں مسلم لائرز فورم کے ارکان کا بیان شائع ہوا:

''توہین رسالتؐ کے قانون کی مخالفت پر غداری کا مقدمہ چل سکتا ہے، کیونکہ اعلیٰ عدالتیں توہین رسالتؐ کے قانون ۲۹۵۔سی کو آئینی قرار دے چکی ہیں۔''

۲۹۵۔سی کا متن درج ذیل ہے، جسے قانون توہین رسالت کہا جاتا ہے:

''جو کوئی الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا نقوش کے ذریعہ، یا کسی تہمت، کنایہ یا در پردہ تعریض کے ذریعے بلا واسطہ یا بالواسطہ رسول پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاک نام کی توہین کرے گا تو اسے موت کی سزا دی جائے گی اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا۔'' (مجموعہ تعزیراتِ پاکستان)

قانونِ توہین رسالتؐ میں کوئی ابہام نہیں ہے۔ اس کی رو سے محض واضح توہین آمیز الفاظ کی ادائیگی ہی نہیں، بلکہ 'کنایہ یا در پردہ تعریض کے ذریعے بالواسطہ' طور پر بھی رسالت مآب ﷺ کی شان میں کسی قسم کی گستاخی سزا کی مستوجب ہے۔ عاصمہ جہانگیر جیسی فتنہ مجسم خاتون وکیل کا قانون توہین رسالتؐ کو 'فتنہ' قرار دینا ۲۹۵۔سی کی رو سے قابل گرفت ہے۔ آخر کب تک اس مغربی صہیونی لابی کی ایجنٹ عورت کو مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے کا شغل جاری رکھنے کی اجازت دی جاتی رہے گی؟ یہ سوال عاصمہ جہانگیر کے دل آزار بیانات سے زخم خوردہ و دل گرفتہ ہر مسلمان کی زبان پر ہے۔ حکومتِ پاکستان نے جس طرح ماضی میں جرات مندی سے بشپ جان جوزف کی خودکشی پر امریکی وزارتِ خارجہ کے ردعمل کو مسترد کر دیا، بالکل اسی جراتِ ایمانی سے مغرب کے تنخواہ دار ایجنٹوں کی سرکوبی کے لئے تادیبی اقدامات کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ تاکہ وہ رسالت مآب ﷺ کی شان میں گستاخی کرکے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو آئندہ مجروح نہ کرسکیں۔ نبی آخر الزمانؐ کا ہر سچا پیروکار عاصمہ جہانگیر جیسی گستاخ رسول ﷺ عورت کو پابندِ سلاسل دیکھنے کا متمنی ہے!!

www.KitaboSunnat.com

حقائق و وقائع حامد میر

آسیہ مسیح اور قانونِ توہین رسالت

آسیہ بی بی کا تعلق ننکانہ صاحب کے نواحی علاقے اِٹانوالی سے ہے۔ پانچ بچوں کی ۴۵ سالہ ماں آسیہ بی بی کو مقامی سیشن عدالت سے توہین رسالت کے الزام میں موت کی سزا سنائی جاچکی ہے۔ آسیہ بی بی پر الزام ہے کہ اس نے گذشتہ سال کئی افراد کی موجودگی میں توہین رسالت کی، جس کے بعد اسے پولیس کے حوالے کیا گیا۔ پولیس نے تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۲۹۵۔سی کے تحت اس کے خلاف مقدمہ درج کیا۔ اس مقدمے کی تفتیش ایس پی انویسٹی گیشن شیخوپورہ محمد امین شاہ بخاری نے کی اور ان کا کہنا ہے کہ دورانِ تفتیش آسیہ بی بی نے مسیحی برادری کے اہم افراد کی موجودگی میں اعترافِ جرم کیا اور کہا کہ اس سے غلطی ہوگئی ہے، لہٰذا اسے معاف کردیا جائے۔ آسیہ بی بی کا کہنا تھا کہ گذشتہ سال کچھ مسلمان خواتین نے اس کے سامنے کہا کہ قربانی کا گوشت مسیحیوں کے لیے حرام ہوتا ہے جس پر غصے میں آکر اس نے کچھ گستاخانہ کلمات کہہ ڈالے جس پر وہ معافی مانگتی ہے۔ آسیہ بی بی نے اپنے خلاف مقدمے کے مدعی قاری سالم سے بھی معافی مانگی، لیکن اس کا موقف یہ تھا کہ توہین رسالت کے ملزم کو معافی نہیں مل سکتی۔

ایڈیشنل سیشن جج ننکانہ صاحب نوید اقبال نے گواہوں کے بیانات اور واقعاتی شہادتوں کو سامنے رکھتے ہوئے ۸ نومبر ۲۰۱۰ء کو آسیہ مسیح کے لیے سزائے موت اور ایک لاکھ روپے جرمانے کی سزا کا اعلان کیا۔ اس سزا کے بعد وفاقی وزیر برائے اقلیتی امور شہباز بھٹی نے آسیہ بی بی کو بے گناہ قرار دیا اور ساتھ ہی تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۲۹۵ سی کو بھی ظالمانہ قرار دے دیا۔

کچھ دنوں بعد گورنر پنجاب سلمان تاثیر شیخوپورہ جیل پہنچ گئے۔ اُنہوں نے بھی آسیہ بی بی کو بے گناہ قرار دیا اور کہا کہ وہ آسیہ بی بی کو صدر آصف علی زرداری سے معافی دلوا دیں گے۔ سلمان تاثیر نے بھی ۲۹۵ سی پر تنقید کی۔ جس کے بعد آسیہ بی بی پس منظر میں چلی گئی اور ۲۹۵ سی پر بحث شروع ہوچکی ہے۔ یہ بحث آسیہ بی بی کو مزید متنازع بنا رہی ہے کیونکہ یہ تاثر تقویت پکڑ رہا ہے کہ آسیہ بی بی کے نام پر ایک ایسے قانون کو بدلنے کی کوشش کی جارہی

www.KitaboSunnat.com

ہے جس پر مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کا اتفاق ہے۔ پوپ بینیڈیکٹ کی طرف سے آسیہ بی بی کے رہائی کے مطالبے کے بعد کئی پاکستانی علما اس معاملے کا عافیہ صدیقی کے معاملے کے ساتھ تقابلی جائزہ لے رہے ہیں اور یہ سوال اُٹھا رہے ہیں کہ جن عناصر کو آسیہ بی بی کے ساتھ ناانصافی نظر آ رہی ہے، وہ عافیہ صدیقی کے معاملے میں خاموش کیوں رہتے ہیں؟

بہتر ہوتا کہ آسیہ بی بی کے معاملے کو سیاسی رنگ دینے کی بجائے اسے افہام وتفہیم سے حل کیا جاتا۔ یہ درست ہے کہ ماضی میں کئی افراد کی طرف سے ۲۹۵ سی کا غلط استعمال کیا گیا لیکن یہ غلط استعمال صرف مسیحیوں کے خلاف نہیں کیا گیا بلکہ مسلمانوں کے خلاف بھی ہوا۔ بالکل اسی طرح جیسے کئی مرتبہ دفعہ ۳۰۲ میں بے گناہ افراد پر قتل کا الزام عائد کردیا جاتا ہے، اسی طرح ۲۹۵ سی میں بھی بے گناہ افراد پر توہین رسالت کا غلط الزام عائد کرنے کی مثالیں موجود ہیں۔ پچھلے ۲۰ سالوں کے دوران توہین رسالت اور توہین قرآن کے الزام میں ۷۰۰ سے زائد مقدمات درج ہوچکے ہیں جن میں سے نصف سے زیادہ مقدمات مسلمانوں کے خلاف درج کرائے گئے ہیں، لہٰذا یہ دعویٰ بالکل غلط ہے کہ ۲۹۵ سی کا نشانہ صرف غیر مسلم بنتے ہیں۔ قانون میں کوئی خامی نہیں ہے البتہ قانون کے غلط استعمال کو روکنے کی ضرورت ہے۔ توہین رسالت کا جھوٹا الزام لگانے والے کے لیے بھی سخت سزا قانون میں موجود ہے۔ جن افراد نے ماضی میں جھوٹے الزامات لگائے اگر ان کے خلاف کارروائی کی جاتی تو ۲۹۵ سی کا غلط استعمال نہ ہوتا۔

اگر شہباز بھٹی اور سلمان تاثیر اپنی دانست میں آسیہ بی بی کو بے گناہ سمجھتے ہیں تو ان کے پاس دو مناسب راستے موجود تھے۔ اوّل یہ کہ وہ کسی اچھے وکیل کا انتظام کرتے اور آسیہ بی بی کے خلاف سزا کو ہائی کورٹ میں چیلنج کردیتے۔ ماضی میں ایسی کئی مثالیں موجود ہیں کہ ہائی کورٹ نے توہین رسالت کے ملزمان کو رہا کردیا، کیونکہ ان پر الزام ثابت نہ ہوسکا۔ دوسرا راستہ یہ تھا کہ پنجاب حکومت سمیت ملک کی اہم دینی جماعتوں کی قیادت اور جید علما کو اعتماد میں لے کر ایک مشترکہ تحقیقاتی کمیٹی تشکیل دی جاتی اور کمیٹی کو یہ اختیار دیا جاتا کہ آسیہ بی بی کے بے قصور ثابت ہونے کی صورت میں صدر آصف علی زرداری سے اس کی سزا معاف کرنے کی سفارش کی جاتی۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ شہباز بھٹی اور سلمان تاثیر نے جو کچھ بھی کیا، اس میں اصل مقصد آسیہ بی بی کو بچانا نہیں بلکہ ۲۹۵ سی کو اُڑانا نظر آتا ہے۔

۲۹۵ سی کے تحت توہین رسالت کی سزا موت پر نہ صرف بریلوی، دیوبندی، اہل تشیع اور اہل

www.KitaboSunnat.com

حدیث کے جید فقہا اور علماء کا اتفاق ہے بلکہ یہ قانون پاکستان کی پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں سے منظور شدہ ہے۔ ۲ جون ۱۹۹۲ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی سے یہ قرارداد منظور ہوئی کہ توہین رسالت کی سزا موت ہونی چاہئے۔ اس سے قبل وفاقی شرعی عدالت حکومت کو حکم دے چکی تھی کہ توہین رسالت کی سزا عمر قید کی بجائے موت مقرر کی جائے۔ قومی اسمبلی میں اس معاملے پر بھرپور بحث ہوئی جس کے بعد ۲۹۵ سی کی منظوری ہوئی۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ قانون جنرل ضیاء الحق کے دور میں لایا گیا تھا، اس لیے اس قانون کو ختم کردیا جائے۔ یہ بڑی عجیب منطق ہے جنرل ضیاء الحق کی مجلس شوریٰ کا رکن یوسف رضا گیلانی پیپلز پارٹی کی حکومت کا وزیراعظم بن جائے تو قبول لیکن وہی جنرل ضیاء الحق توہین رسالت کا قانون لائے تو قبول نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ توہین رسالت کے قانون کی تشکیل کے لیے آئینی تحریک قیام پاکستان سے کئی سال قبل مولانا محمد علی جوہرؒ نے شروع کی تھی جب لاہور ہائی کورٹ کے جج کنور دلیپ سنگھ نے ایک قابل مذمت کتاب ''رنگیلا رسول'' کے ناشر راج پال کو محض یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ اس کی کتاب مروّجہ قانون کی کسی دفعہ کی خلاف ورزی کے زمرے میں نہیں آتی۔ مولانا محمد علی جوہر نے یہ موقف اختیار کیا تھا کہ قصور جج کا نہیں، قانون کا ہے اور یوں توہین رسالت کے لیے قانون سازی کا مطالبہ ۱۹۲۷ء میں شروع ہوا۔ دو سال کے بعد ۱۹۲۹ء میں ایک مسلمان نوجوان غازی علم دین شہید نے راج پال کو لاہور میں قتل کردیا۔ غازی علم دین کو سزائے موت دی گئی تو علامہ اقبالؒ نے ان کی رہائی کے لیے قائداعظمؒ کو وکالت پر آمادہ کیا۔ غازی علم دین کی پھانسی کے بعد علامہ اقبالؒ نے ان کے جنازے میں شہید کو خراجِ تحسین پیش کیا۔

یاد رہے کہ غازی علم دین شہید کے جنازے میں میت کے لیے چارپائی کا بندوبست سلمان تاثیر کے والد ڈاکٹر ایم ڈی تاثیر نے کیا تھا۔ اگر برصغیر میں توہین رسالت کا قانون موجود ہوتا تو غازی علم دین کی طرف سے راج پال کو قتل نہ کیا جاتا۔ توہین رسالت سے فساد پھیلتا ہے، توہین رسالت کے قانون پر صحیح عمل درآمد سے فساد کے تمام راستے مسدود کئے جاسکتے ہیں۔ اگر کوئی اس قانون کو بدلنے کی کوشش کرے گا تو وہ پاکستان میں فساد پھیلانے کا باعث بنے گا، لہٰذا آسیہ بی بی کے نام پر اس قانون کو ٹارگٹ نہ کیا جائے۔ آسیہ بی بی اگر واقعی بے گناہ ہے تو اس کی رہائی کے لیے اعلیٰ عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا جائے۔ اس سلسلے میں میڈیا کو بہت ذمہ دارانہ کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے اور جس کسی نے بھی زیادتی کی ہے اسے بے نقاب کرنا چاہئے۔ [روزنامہ جنگ، لاہور: ۲۵ نومبر]

www.KitaboSunnat.com

تاریخ و سیر عطیہ انعام الٰہی

محرم الحرام کی اہمیت اور واقعۂ کربلا کی حقیقت

شریعتِ اسلامیہ میں محرم الحرام کی اہمیت کئی پہلوؤں سے ہے:

❶ قرآنِ مجید میں سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۳۶ کے مطابق یہ چار حرمت والے مہینوں میں سے ایک مہینہ ہے۔ حرمت والا مہینہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس مہینے کا احترام کیا جائے۔ قتل و غارت، جنگ و جدل اور لوٹ مار نہ کی جائے بلکہ امن و سکون قائم کیا جائے۔ خود بھی امن سے رہیں اور دوسروں کو بھی امن سے رہنے کا موقع دیں۔ انسانی تاریخ جتنی پرانی ہے، اسی قدر جنگ و جدل کی تاریخ بھی قدیمی ہے۔ رب العزّت کا مسلمانوں کو حکم ہے کہ اِن چار مہینوں میں امن وامان کو اختیار کیا جائے۔ تمدن و تہذیب کی بقا اور ترقی کے لیے اور نسل انسان کے وقار اور تحفظ کے لیے اللہ نے یہ حرمت والے مہینوں کا ضابطہ روزازل سے ہی مقرر فرما دیا۔

❷ اس مقدس مہینے کی دوسری اہمیت یہ ہے کہ اسلامی کیلنڈر کا یہ پہلا مہینہ ہے۔ نئے سال کی ابتدا کرتے ہوئے اس مہینے کے آغاز میں خوشی اور مبارک سلامت کے جذبات کا اظہار ایک فطری امر ہے۔ چنانچہ اس مہینے کا یہ حق ہے کہ اسے نئی اُمنگوں، بھرپور اُمیدوں، تازہ ولولوں اور پُرخلوص دعاؤں کے ساتھ شروع کیا جائے۔ مگر مسلمانوں کی اکثریت چونکہ مغرب زدگی اور اسلامی اقدار سے بیزاری کا شکار ہو چکی ہے۔ اس لیے مسلم معاشروں میں ایسا اہتمام کم ہی نظر آتا ہے۔

❸ خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کی شہادت بھی یکم محرم کی ہوئی۔ آپؓ کو ایک پارسی غلام فیروز ابولؤلؤ نے شہادت سے تین دن پہلے خنجر کے وار کر کے شدید زخمی کر دیا تھا۔ آپؓ کی شہادت کے بعد آپ کو یکم محرم کو دفن کیا گیا۔ محرم الحرام کا آغاز ہی اسلامی تاریخ کے اس اندوہ ناک واقعہ سے ہوتا ہے۔ آپ کی شہادت اسلام کے لئے بہت بڑا سانحہ تھی۔

www.KitaboSunnat.com

❹اس مہینے کی چوتھی اہمیت یہ ہے کہ حدیثِ مبارکہ میں اسے ﴿شھر اللہ﴾ کہا گیا ہے اور رمضان کے بعد سب سے افضل محرم الحرام کو قرار دیا گیا ہے۔اس مہینے کی دس تاریخ کو 'عاشورہ محرم' کو کہا جاتا ہے۔ عاشورۂ محرم کے دن روزہ رکھنا نبی ﷺ کی ایک مسلسل سنتِ مبارکہ ہے یعنی یہ روزہ آپ مکہ میں بھی رکھتے تھے۔ جب رمضان کے روزے فرض ہوگئے تو اس روزے کے رکھنے یا نہ رکھنے کے بارے میں آپ ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کو اختیار دے دیا۔ پھر جب آپ ﷺ مدینہ گئے تو وہاں یہودیوں کو عاشورہ محرم کا روزہ رکھتے پایا۔ استفسار پر اُنہوں نے بتایا کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعون کی قید سے نجات دلائی تھی۔ یہ ہمارے لیے خوشی کا دن ہے اور بطورِ شکرانہ ہم اس دن روزہ رکھتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کے (شریکِ مسّرت ہونے میں) ہم تم سے زیادہ مستحق ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس دن کا روزہ رکھا اور صحابہ کرام ؓ کو بھی اس کا حکم دیا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آنحضور ﷺ کو اہل کتاب کی مشابہت سے بچنے کا حکم دیا تو آپ ﷺ نے دس محرم کے ساتھ مزید ایک روزہ رکھنے کا ارادہ ظاہر فرمایا اور مختلف روایات کو جمع کرتے ہوئے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ روزہ ۹ محرم کا ہے۔ چنانچہ اب مسلمانوں کے ہاں ۹ اور ۱۰ محرم کو روزہ رکھا جاتا ہے۔

❺اس مہینے کی پانچویں اہمیت یہ ہے کہ اسلامی تاریخ کا دردناک اور تکلیف دہ واقعہ 'واقعۂ کربلا' اسی مہینے کی ۱۰ تاریخ کو پیش آیا۔ جس میں نواسۂ رسولؐ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور بیشتر اہل بیت عظام شہید ہوگئے۔ ستم یہ کہ اُن کو شہید کرنے والے بھی مسلمان ہی کہلاتے تھے۔ چونکہ محرم الحرام کی تمام اہمیتوں سے قطع نظر، اب محرم کی ساری اہمیت اسی واقعہ فاجعہ کے حوالے سے اُمت میں باقی رہ گئی ہے، اس لیے اس پر ذرا تفصیل سے گفتگو کی ضرورت ہے۔

نبی ﷺ کے بعد خلافتِ راشدہ مسلمانوں کی تاریخ کا بے مثال اور سنہرا دور ہے۔ اس دور میں مسلمانوں کو عظیم فتوحات حاصل ہوئیں۔ مشرق و مغرب تک اسلامی سلطنت کا دائرہ وسیع ہوا۔ مسلمانوں نے صرف ملک ہی فتح نہیں کئے بلکہ اپنے اخلاقِ فاضلہ اور بے نظیر عدل و انصاف سے مفتوحہ عوام کے دل و دماغ بھی فتح کئے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ان ہی مفتوحہ ممالک میں بہت سے حاسدین بھی پیدا ہوگئے جن کو مسلمانوں کا عروج، اتحاد و یگانگت ایک آنکھ نہیں بھاتا

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے دور سے ہی مسلمانوں کے خلاف سازشیں شروع ہو گئیں۔ اسی لیے حضرت عمرؓ کی شہادت ایک ایرانی غلام ابولؤلؤ فیروز کے ہاتھوں ہوئی۔ حضرت عثمانؓ کے دور میں یہ سازشیں باقاعدہ تحریک بن گئیں۔ ان سازشوں کا سرغنہ ایک یمنی یہودی 'عبداللہ بن سبا' تھا۔ اسی لیے یہ سازشی تحریک 'سبائی تحریک' کہلائی۔ حضرت عثمانؓ کو اسی سازشی جماعت نے شہید کیا۔ حضرت علیؓ کا پانچ سالہ دورِ خلافت مسلسل خانہ جنگیوں کی نذر ہو گیا۔ ان میں مشہور جنگ جمل (حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان)، جنگ صفین (حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان) اور جنگِ نہروان (حضرت علیؓ اور خارجیوں کے درمیان) ہیں۔ آخر کار ۴۰ ہجری میں حضرت علیؓ کو ہی ایک خارجی عبدالرحمن ابن ملجم نے شہید کر دیا۔

خلافتِ راشدہ کے بعد پہلے حکمران امیر معاویہؓ ہیں۔ ان کا دورِ حکومت ۲۰ سال پر محیط ہے۔ اندرونی شورشوں کے ساتھ ساتھ بیرونی فتوحات بھی ہوتی رہیں۔ امیر معاویہ نے اپنی آخری عمر میں اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ نامزد کر دیا۔ مسلمانوں کی اکثریت نے اس غیر شرعی فیصلے کو قیصر و کسریٰ کا طریقہ قرار دیتے ہوئے ردّ کر دیا۔ سب سے زیادہ مخالفت پانچ اصحابؓ عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبدالرحمن بن ابی بکرؓ، سیدنا حسینؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ نے کی۔ پہلے تین اصحابؓ کسی نہ کسی طرح خاموش ہو گئے مگر آخری دو اصحاب آخر دم تک اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔

۶۰ ہجری میں امیر معاویہ وفات پا گئے۔ نامزد خلیفہ یزید نے باپ کی وصیت کے مطابق عنانِ خلافت سنبھالتے ہوئے ہی والی مدینہ مروان بن حکم کو سیدنا حسینؓ اور سیدنا ابن زبیرؓ سے بیعت لینے کی تاکید کی۔ مگر دونوں اصحاب نے حکمت کے ساتھ انکار کرتے ہوئے مدینہ چھوڑ کر مکہ کی راہ لی تاکہ مروان کے دباؤ سے بچ سکیں۔ قیام مکہ کے دوران سیدنا حسینؓ کو کوفیوں کی طرف سے پیغامات آنے شروع ہو گئے کہ خلافت اصل میں آپ کا حق ہے، آپ یہاں عراق یعنی کوفہ میں ہمارے پاس آجائیں۔ یہاں سب آپ کے حمایتی اور خیر خواہ ہیں، ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ حضرت حسینؓ نے اپنے چچازاد بھائی مسلمؒ بن عقیل کو عراق بھیجا تاکہ وہ صحیح صورت حال معلوم کر کے سیدنا حسینؓ کو بتائیں۔ مسلمؒ بن عقیل کوفہ پہنچے تو واقعی چند ہی دنوں میں ۱۸۰۰۰ کوفی مسلمؒ بن عقیل کے ساتھ مل گئے۔ چنانچہ مسلم نے حضرت حسینؓ کو فوراً کوفہ

www.KitaboSunnat.com

پہنچنے کا خط لکھ دیا۔ سیدنا حسین ؓ نے اپنے اہل بیت سمیت کوفہ جانے کا ارادہ کرلیا۔ حضرات ابن عباس ؓ اور ابن زبیر کو پتہ چلا تو اُنہوں نے سیدنا حسین ؓ کو بہ اصرار روکا کہ عراقی قابل بھروسہ نہیں، وہ غدار اور بے وفا ہیں۔آپ کے والد اور بھائی کے ساتھ اُنہوں نے غداری کی۔آپ کو بھی وہاں بلا کر آپ سے علیحدہ ہوجائیں گے، ہمیں آپ کی جان کا ڈر ہے۔ دوسرے اُموی حکام سے بھی خطرہ ہے کہ وہ آپ سے بیعت لیے بغیر آپ کو چھوڑیں گے نہیں۔آپ عراقیوں سے کہیں کہ پہلے وہ اُموی حکام کو بے دخل کرکے فوج اپنے قبضے میں کریں، پھر آپ کو بلائیں۔ حاکم مدینہ اور حاکم مکہ دونوں نے آپ کو اپنے ہاں قیام کی دعوت دی کہ ہم آپ کا پورا تحفظ کریں گے۔آپ عراق نہ جائیں مگر سیدنا حسین ؓ نے سب کی خیر خواہی اور پیشکش مسترد کردیں اور عراق کا قصد کرلیا۔

دوسری طرف عراق میں حالات یوں پلٹے کہ مسلم بن عقیل کے بارے میں مخبری ہو گئی اور حاکم کوفہ ابن زیاد سے ان کا ٹکراؤ ہو گیا اور توقع کے عین مطابق خطرہ دیکھتے ہوئے سارے کوفی چھٹ گئے اور مسلم کے ساتھ صرف ۳۰ لوگ باقی رہ گئے۔آخر یہ ۳۰ بھی گھیرے میں آگئے۔ مسلم ؓ بن عقیل شدید زخمی ہوئے اور وفات سے پہلے کسی قریبی شخص سے وعدہ لیا کہ میری وصیت سیدنا حسین ؓ تک پہنچا دینا کہ عراق ہر گز ہر گز نہ آئیں اور جہاں تک پہنچے ہیں، وہیں سے واپس لوٹ جائیں اور میری موت کا بھی پیغام دے دینا۔

ادھر مکہ سے سیدنا حسین ؓ سب کے روکنے کے باوجود عراق کے لیے اپنے ساتھیوں سمیت روانہ ہوچکے تھے کہ راستے میں اُنہیں مسلم بن عقیل کی موت اور ان کی وصیت کے پیغامات ملے تو اُنہوں نے واپسی کا ارادہ کرلیا۔ مگر مسلم ؓ بن عقیل کے بھائی کہنے لگے کہ ہم تو اپنے بھائی کے خون کا بدلہ لینے ضرور جائیں گے، چاہے ہماری جانیں چلی جائیں۔چنانچہ سیدنا حسین ؓ نے بھی واپسی کا ارادہ جو بڑی مشکل سے بنا تھا، پھر تبدیل کردیا اور آگے کو روانہ ہوگئے۔ کوفہ میں سیدنا حسین ؓ کے بارے میں پوری مخبری ہورہی تھی۔ابن زیاد نے ایک ہزار لشکر حر بن یزید کی سرکردگی میں بھیجا کہ امام حسین ؓ کو راستے میں مل کر ان سے بیعت لو یا اُنہیں گھیر کر میرے پاس واپس لے آؤ۔ کچھ دنوں بعد ہی ایک دوسرا لشکر جو چار ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھا۔ عمرو بن سعد

www.KitaboSunnat.com

کی سر کردگی میں پہنچ گیا۔ اُس نے بھی آ کر یہی مطالبے دہرائے۔ سیدنا حسین ؓ نے کہا میں بیعت نہیں کر سکتا، میں مکہ واپس چلا جاتا ہوں، آپ میرا راستہ چھوڑ دیں۔ مگر اُنہوں نے انکار کیا کہ اب صرف دو ہی راستے ہیں یا بیعت کریں یا ابن زیاد کے پاس چلیں۔ آپ ؓ نے دونوں باتوں سے شدت سے انکار کیا۔ آخر ابن زیاد کے حکم پر قافلۂ حسین ؓ پر پانی بند کر دیا گیا۔ اس کے بعد شمر ذی الجوشن بھی ایک مزید دستہ لے کر آن پہنچا اور حالات میں مفاہمت اور مصالحت کا کوئی امکان باقی نہ رہا۔

اب تصادم ناگزیر ہو گیا۔ سیدنا حسین ؓ بھی اپنے ۷۲ ساتھیوں کے ساتھ مقابلے کو نکلے۔ ۱۰ محرم ۶۱ ہجری کو کربلا کے میدان میں یہ معرکہ ہوا۔ سیدنا حسین ؓ کے ساتھی بہادری سے لڑتے ہوئے ایک ایک کر کے سب شہید ہو گئے۔ ایک شقی القلب 'سنان بن انس' نے آگے بڑھ کر سیدنا حسین ؓ کا سر مبارک تن سے جدا کر دیا۔ اس معرکہ میں علی بن حسین ؓ کے علاوہ تمام مرد کام آئے۔ یہی علی بن حسین ؓ بعد میں 'زین العابدین' کے نام سے مشہور ہوئے۔

سیدنا حسین ؓ کی شہادت کے بعد اہل بیت کا قافلہ کوفہ بھیجا گیا۔ ابن زیاد نے اُسے آگے شام بھجوا دیا۔ یہ حادثہ عظمیٰ یزید کی لاعلمی اور غیر موجودگی میں پیش آیا۔ اس نے تو صرف بیعت لینے یا بحفاظت شام بھجوانے کا حکم دیا تھا، لڑنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ یزید کو جب اس حادثے کی اطلاع دی گئی تو اس کے آنسو نکل آئے اور کہا: "ابن زیاد! تم پر اللہ کی لعنت ہو۔ اگر میں وہاں ہوتا تو چاہے میری اولاد ہی کیوں نہ کام آجاتی، میں حسین ؓ کی جان بچا لیتا۔"

یزید کا پورا کنبہ اہل بیت نبوی کا عزیز تھا۔ جیسے ہی عصمت ماب خواتینِ اہل بیت زنان خانے میں داخل ہوئیں، یزید کے گھر میں کہرام مچ گیا اور تین دن تک سوگ برپا رہا۔ یزید علی بن حسین کو اپنے ساتھ دستر خوان پر کھانا کھلاتا تھا، اس نے مالی طور پر بھی اُنہیں خوب آسودہ کیا۔ جب اہل بیت کرام قدرے پرسکون ہوئے تو بڑے احترام و اہتمام اور حفاظت کے ساتھ مدینہ روانہ کیا۔ ان کے شریفانہ سلوک سے متاثر ہو کر فاطمہ ؓ اور زینب ؓ نے اپنے زیور اتار کر اس کے پاس بطورِ ہدیہ بھیجے لیکن اس نے یہ کہہ کر واپس کر دیئے کہ ہم نے تو صرف اپنا دینی فریضہ ادا کیا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

واقعہ کربلا کی یہ تاریخی حقیقت مختلف تاریخوں اور روایات سے اخذ کی گئی ہے اور شاہ معین الدین احمد ندوی اور ڈاکٹر حمید اللہ جیسے مسلم مؤرخین کی تحقیق کا نچوڑ ہے۔ عام مسلمانوں کے اندر اس حوالے سے شدید قسم کی افراط و تفریط پائی جاتی ہے اور تصور میں نہ آسکنے والے خود ساختہ جذباتیت پر مبنی قصے، کہانیاں تک مشہور کردی گئی ہیں جن کا تعلق چھوٹے معصوم بچوں اور اہل بیت کی عصمت ماب خواتین سے ہے۔ ان کی بھوک اور پیاس کو بڑے جذباتی انداز میں بیان کرکے جذبات کو بھڑکایا جاتا ہے۔

جبکہ دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ یہ راستہ سیدنا حسین ؓ کا خود منتخب کردہ راستہ تھا اور ان سب کو اس راہ میں آنے والی تکالیف اور مصائب کا خوب اندازہ تھا۔ وہ حق کے علمبردار، راہِ شہادت کے مسافر تھے۔ شہادت ان سب کی آرزو اور تمنا تھی۔ وہ شہادت، جس کو پا کر مسلمان اپنے آپ کو سب سے زیادہ خوش نصیب سمجھتا ہے اور بعد والوں کے لیے باعثِ رشک اور باعثِ مبارکباد ہوتا ہے اور پھر یہ سب مبارک ہستیاں جس مقدس ہستی ﷺ کے اہل بیت تھے کیا خود اُنہوں نے راہِ حق میں کم تکالیف اٹھائی ہیں۔ اُنہوں نے اپنے اُسوۂ حسنہ سے اپنے اہل بیت اور اپنی تمام اُمت کو اسی پائے استقلال سے راہِ حق کے مصائب و مشکلات برداشت کرنے کا سبق دیا اور آپ ﷺ کے اہل بیت ہی بجا طور پر اس بات کے مستحق اور ذمہ دار تھے کہ باطل کے مقابلے میں ڈٹ جائیں اور اسوۂ محمدی ﷺ کو اپنے عمل سے زندۂ جاوید کرجائیں۔ سو ہمیں فخر ہے کہ سیدنا حسین ؓ اور ان کے اہل بیت کے اس عظیم کارنامے پر اور ان کو خراجِ تحسین پیش کرنے کا سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم اُن کے اُسوہ کو اپنائیں۔ حق و باطل میں تمیز کرکے باطل سے ٹکراتے ہوئے حق کے لیے ڈٹ جائیں حتیٰ کہ جان کی بازی بھی لگانے سے دریغ نہ کریں۔

فلسفۂ شہادتِ حسین ؓ تو اصل میں یہ ہے کہ جس کی روح سے آج پوری اُمت یکسر طور پر محروم ہے۔ ہر سال محرم میں دکھاوے کے طور پر کچھ رسوم ادا کرلی جاتی ہیں جس میں سے کچھ کا تعلق رونے دھونے اور سوگ منانے سے ہے اور کچھ کا تعلق کھانے پینے اور کھلانے پلانے سے۔

کیا شہیدوں کے لیے بھی رویا جاتا ہے جن کو حیاتِ ابدی نصیب ہوتی ہے؟ کیا شہیدوں

www.KitaboSunnat.com

کے لیے ماتم کیا جاتا ہے یا اُن کے نقشِ قدم پر چلنا مقصدِ زندگی بنایا جاتا ہے؟ اس طرزِ عمل کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ اُمتِ محمدیہؐ کو اسی بنیاد پر دو بڑے مذہبی گروہوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

یہ بات بھی غور طلب ہے کہ واقعہ کربلا کے حوالے سے مسلمانوں کے اندر رواج پا جانے والے یہ سارے اعمال شریعت کی نظر میں کیا حیثیت رکھتے ہیں: کیا یہ سب کچھ سنت نبوی ؐ ہے یا سنتِ حسینی ؓ ہے؟ تاریخی طور پر دیکھیں تو یہ پہلو بھی خوب اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے:

نبی کریم ﷺ ۱۱ ہجری میں دنیاے فانی سے اس حال میں تشریف لے گئے کہ دین اسلام مکمل اور تمام تھا۔ اس میں نہ اب کمی ہو سکتی تھی نہ اضافہ۔ جو کچھ آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں عمل کئے یا احکام دیئے یا کچھ مسلمانوں کے کردہ اعمال کو دیکھ کر آپ ﷺ خاموش رہے (گویا آپ کی خاموشی رضامندی تھی) وہ سب سنتِ نبویؐ بن گئے۔ یعنی سنت صرف وہ ہے جو آپ ﷺ کے اعمال، احکام اور آپ کی رضامندیاں ہیں۔ اور آپ ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دے دیا: «علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین» (سنن ابن ماجہ: 42)

''تم پر میری سنت پر عمل کرنا لازم ہے یا پھر خلفاے راشدین کی سنت۔''

مزید برآں آنحضور ﷺ نے فرمایا: «فمن رغب عن سنتی فلیس مني»

''جس نے میری سنت سے ہٹ کر کوئی عمل کیا، اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔'' (اور نہ ہی اس کا عمل مقبول ہے) (صحیح بخاری: 5063)

واقعہ کربلا وفات النبی ﷺ سے ۵۰ سال بعد محرم ۶۱ ہجری میں پیش آیا جبکہ سنتِ نبویؐ اپنے دائرے میں بند اور مکمل ہو چکی تھی۔ سو واقعہ کربلا کے حوالے سے جو اعمال و افعال ثواب اور نیکی سمجھ کر انجام دیئے جاتے ہیں، وہ کسی درجے میں بھی سنت نہیں کہلائے جاسکتے کہ بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہوں بلکہ یہ واضح طور پر شریعتِ محمدی میں اضافہ اور ابتداع ہے۔ جس کا نتیجہ صرف اور صرف غضبِ خداوندی اور ناراضگی رسول ہے اور دنیا و آخرت دونوں کے لیے باعث خسران ہے۔ اس تحریر کا مقصد یہ ہے کہ عامۃ المسلمین اپنے علم و عمل میں اصلاح کریں اور دنیا و آخرت کے نقصان سے بچ جائیں۔ واللہ الموفق!

www.KitaboSunnat.com

شیعہ واہل السنہ شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ

خلافتِ راشدہ اور وراثتِ انبیا☆

اہل حدیث کا مذہب ہے کہ خلافتِ راشدہ حق پر ہے یعنی حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم خلفاے راشدین تھے۔ ان کی اِطاعت بموجبِ شریعت سب پر لازم تھی۔ کیونکہ خلافتِ راشدہ کے معنی نیابت کے ہیں، حضرت ابوبکرؓ کو حضور ﷺ نے اپنی زندگی ہی میں اپنا نائب بنایا تھا۔ مرض الموت میں صدیق اکبرؓ کو امام مقرر کیا۔ حالانکہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ بنتِ ابوبکرؓ نے ـــــ یہ سوچ کر کہ کہیں حضرت انتقال فرما گئے تو میرے باپ کی نسبت لوگوں کا گمانِ بدنہ ہو کہ ایسا امامت پر کھڑا ہوا کہ آنحضرت ﷺ جانبر نہ ہوئے ـــــ عرض کیا کہ حضرت ابوبکرؓ بڑے رقیق القلب ہیں، وہ آپ کی جگہ پر اِمامت نہیں کرسکیں گے۔ آپ عمر فاروقؓ کو امام بنا دیجئے مگر آپ نے ایک نہ سنی۔ بلکہ نہایت خفگی سے فرمایا: «أنتُنّ صواحب یوسف» (صحیح بخاری:۷۱۲)

''تم ویسی ہی عورتیں ہو جو یوسف کو بہکاتی تھیں۔''

یعنی جن عورتوں کو زلیخا نے دعوت میں بلایا تھا اور اُنہوں نے بھی یوسف علیہ السلام کو زلیخا کی طرف ناجائز میلان کرنے کی رغبت دی تھی، تم بھی اسی طرح مجھ کو ایک ناجائز کام کی رغبت دیتی ہو کہ میں ابوبکرؓ کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کو منصبِ امامت پر مامور کروں۔ چنانچہ صدیق اکبرؓ برابر نماز پڑھاتے رہے۔ آخر سرورِ عالم ﷺ کے انتقال پُر ملال کے بعد حضرت ابوبکرؓ کو سب نے خلیفہ مان لیا۔ اتنا بالاجمال واقعہ تو سنی، شیعہ دونوں گروہوں میں متفقہ ہے۔ ایک حدیث جو خاص اہل سنت کی روایت سے اس امر کا قطعی فیصلہ کرتی ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے مرض الموت میں حضرت عائشہؓ کو فرمایا تھا:

عن عائشة قالت قال لي رسول اللهﷺ في مرضه: اُدعي لي أبا بكر أباك وأخاك حتى أكتب كتابًا فإني أخاف أن يتمنّى متمنّ ويقول قائل: أنا

☆ کتابچہ 'اہل حدیث کا مذہب' از مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ سے انتخاب

www.KitaboSunnat.com

ویأبی الله والمؤمنون إلا أبابکر (صحیح مسلم: رقم ۲۳۸۷)

''اپنے باپ ابوبکرؓ اور بھائی عبدالرحمٰنؓ کو بلا کہ میں خلافت کا فیصلہ لکھ دوں۔ ایسا نہ ہو کہ میرے بعد کوئی کہنے لگے کہ میں خلافت کا حق دار ہوں حالانکہ اللہ کو اور سب مؤمنوں کو ابوبکرؓ کے سوا کوئی بھی منظور نہ ہوگا۔''

اس حدیث سے نہ صرف خلافتِ صدیقی کا فیصلہ ہوتا ہے بلکہ اس مشہور مسئلۂ قرطاس کا بھی تصفیہ ہوتا ہے جو آنحضرتﷺ کے قلم دوات طلب کرنے پر صحابہ کے انکار واِقرار کا مشہور ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ

آنحضرتﷺ نے مرض الموت میں فرمایا تھا۔قلم دوات منگاؤ، میں تم کو کچھ لکھ دوں میرے بعد جھگڑا نہ ہو۔ اس پر صحابہ کا بایں خیال اختلاف رہا کہ حضور کو بیماری میں تکلیف ہوگی۔ آخر آپ خلافت کی بابت ہی کچھ لکھوائیں گے۔ عرض کیا: حسبُنا کتاب الله ''ہم کو کتاب اللہ قرآنِ مجید کافی ہے۔کیا ضرورت کہ حضورﷺ کو ایسی تکلیف میں تکلیف بڑھائیں؟''

اس دلیل کے پیش کرنے والے حضرت فاروق تھے۔جن کی قوتِ استدلال سب کو مسلم تھی۔ چنانچہ اکثر نے ان سے اس رائے میں اتفاق کیا اور آنحضرتﷺ نے بھی معمولی اظہارِ رنج کر کے جیسے عموماً کسی ہمدرد بزرگ کو ایسے موقع پر ہوتا ہے، اُن کو اُٹھا دیا اور فرمایا کہ میں اس وقت جس شغل میں ہوں، تمہارے شغل سے کہیں بہتر ہے۔اس واقعہ پر فریقین (سنی، شیعہ) کی رائیں اور توجیہیں مختلف ہیں۔ شیعہ کہتے ہیں کہ اس کتاب کا مضمون جو آنحضرتﷺ نے لکھنا چاہا تھا، خلافتِ علی کی وصیت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ عمر نے اس باب میں مزاحمت کی۔ جبکہ اہل سنت کا قول ہے کہ آنحضرتﷺ اگر لکھتے تو حضرت ابوبکرؓ کی خلافت لکھتے۔مگر آپ نے لکھنے کو ضروری نہ سمجھا کیونکہ آپ بطورِ پیش گوئی فرما چکے تھے کہ یأبی الله والمؤمنون إلا أبا بكر ''اللہ اور مؤمنوں کو سوائے ابوبکر کے کوئی پسند ہی نہ ہوگا۔'' اسی وجہ سے عائشہ صدیقہؓ کو ابوبکرؓ کے بلانے کی بابت ارشاد کر کے خاموش رہے اور اسی وجہ سے اس وقت بھی سکوت اختیار کیا۔ یہ حدیث اہل سنت کے لیے ایک قوی دلیل ہے کہ خلافتِ صدیقی منظورِ نبوی ہے۔ نیز مسئلہ قرطاس کی بابت صریح تصفیہ ہے کہ حضورﷺ وہی بات لکھتے جس کے لکھنے کی خواہش پہلے ظاہر فرما چکے تھے کہ ابوبکرؓ کو خلیفہ بنانا!

www.KitaboSunnat.com

☜ خاص شیعہ کی طرز پر اس کا الزامی جواب بھی ہوسکتا ہے کہ بقول ان کے آنحضرت ﷺ خلافتِ علی کے پہنچانے پر مامور تھے اور بقول ان کے آیت:

﴿بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ﴾ ''جو کچھ تجھ کو اللہ کی طرف سے حکم پہنچا ہے وہ پہنچا دے۔''

انہی معنی کے لیے نازل ہوئی تھی کہ خلافتِ علی کی بابت جو تجھے حکم دیا گیا ہے، وہ لوگوں کو پہنچا۔ اگر تو نے نہ پہنچایا تو گویا تو نے نبوت کی تبلیغ نہ کی۔ پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے روکنے سے حضور ایسے بڑے ضروری کام سے جس کا ارشاد جنابِ باری تعالیٰ سے پہنچا ہوا تھا جس کے نہ کرنے پر تمام نبوت کی تبلیغ کالعدم ہوتی تھی، آپ نے لکھوانے میں تساہل فرمایا۔

اگر اس موقع پر حضرت عمرؓ کی مخالفت مانع تھی تو صلح حدیبیہ کے موقع پر بھی تو حضرت عمرؓ ہی صلح کے مخالف تھے بلکہ زور سے اس مخالفت کو نیک نیتی سے ظاہر کرتے اور پھیلاتے تھے۔ مگر اس نازک موقع پر جہاں ایک طرف کفار کا ہجوم ہے اور دوسری طرح خود صحابی بھی رنج وملول بیٹھے ہیں، عمرؓ کی مخالفت کی کچھ پروانہ ہوئی تو اس موقع پر جب کہ تمام حاضرین خدام ہیں، اہل بیت سب حاضر ہیں، عمرؓ کا اس قدر اثر ہوا کہ حکم الٰہی کی تبلیغ سے خاموش ہوگئے۔ ہمارے خیال میں ایسا گمان شانِ نبوت ﷺ میں بدگمانی پیدا کرنے کا موجب ہے۔

☜ علاوہ ازیں شیعوں کی طرف سے اس دعویٰ پر کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بابت حضور ﷺ نے خلافت کی وصیت فرمائی تھی، ایک حدیث یہ بھی پیش کی جاتی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: «من كنت مولاه فعلي مولاه»

''یعنی جس کا میں مولا ہوں، علی بھی اس کا مولا ہے۔''

چونکہ آنحضرت ﷺ سب ایمانداروں کے مولا ہیں اور اس لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی سب کے مولا ہیں اور مولا کے معنی حاکم اور امیر کے بتاتے ہیں۔ اسی حدیث کا تتمہ وہ الفاظ ہیں جو فاروق اعظمؓ کی طرف سے روایت کئے جاتے ہیں کہ فرمانِ نبویؐ من كنت مولاه ..... الخ سن کر اُنہوں نے کہا تھا:

"بخ بخ يا أبا الحسن أصبحت مولائي ومولا كل مؤمن ومؤمنة" (مختصرا)

''یعنی اے ابوالحسن علی مرتضیٰؓ! تجھے مبارک ہو کہ تو میرا اور ہر ایماندار کا مولا ہو چکا۔''

www.KitaboSunnat.com

لیکن بغور دیکھا جائے تو اس سے بھی شیعوں کا مدعا ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی کو حق خلافت تھا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ وغیرہ نے خلافتِ علیؓ کو معاذ اللہ ظلم سے غصب کیا۔ جس کی وجہ سے وہ موردِ عتاب الٰہی ہوگئے وغیرہ وغیرہ، کیونکہ اس حدیث میں جو مولا کا لفظ ہے جس پر سارا مدار ہے اس کے معنی دوست اور محبِّ خالص کے ہیں، نہ کہ حاکم اور امیر کے چنانچہ آپ ﷺ نے خاص اپنی ذات ستودہ صفات کی نسبت بھی فرمایا ہے:

«لا یؤمن أحدکم حتی أکون أحب إلیه من ولده ووالده والناس أجمعین»

''یعنی جب تک میں سب چیزوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں اور مجھے تم اپنی اولاد اور ماں باپ اور تمام جہان کے لوگوں سے زیادہ پیارا نہ سمجھو گے، مسلمان نہ ہوگے۔'' (صحیح مسلم:۴۴)

نیز اسی حدیث میں من کنت مولاہ کے آخر میں بروایتِ امام احمد، ابویعلی اور طبرانی کے یہ الفاظ بھی ہیں: «اللهم والِ من والاه وعادِ من عاداه» (مسند احمد:۱/۱۱۸) یعنی حضور ﷺ نے من کنت مولاہ فرمانے کے بعد یہ بھی فرمایا کہ

''اے اللہ! جو علیؓ سے محبت کرے اس سے محبت کر اور جو اس سے عداوت رکھے تو بھی اس سے دشمنی کر اور اس کو مبغوض رکھ۔''

اس سے صاف سمجھا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خلافت کے متعلق وصیت نہ فرمائی تھی۔ بلکہ اخلاص اور محبت کے متعلق تھی جو ہم کو بھی منظور ہے، کیونکہ موالات کے مقابلہ میں آپ نے معادات کا لفظ فرمایا ہے۔ پس جو اس مقابلے کا مفہوم ہے، وہ صرف اسی قدر ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے عداوت رکھنے والے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض ہیں جس پر ہمارا بھی اتفاق ہے۔

☜ اس سے بڑھ کر اس معنی کا قوی قرینہ بلکہ دلیل کہ آنحضرت ﷺ کی ان الفاظ سے مراد صرف وصیتِ محبت تھی نہ کہ وصیتِ خلافت، واقعہ بیعتِ ابوبکر صدیقؓ ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ فداہ ابی و امی کے انتقال فرماتے ہی انصارِ مدینہ نے ایک الگ مجلس منعقد کر کے امیر بنانے کی تجویز کی جس پر ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ یہ خبر سنتے ہی مع ابوعبیدہ امینِ امت کے وہاں برسرِ موقع پہنچے دیکھا کہ مباحثہ گرم ہے۔

انصار کا ارادہ ہے کہ اہل مدینہ میں سے امیر مقرر ہو۔ ان صاحبوں کے سوال و جواب

www.KitaboSunnat.com

کرنے کرانے پر آخر اُنہوں نے یہ بھی کہا کہ

''منَّا أمیر و منکم أمیر'' ''یعنی ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر تم میں سے۔''

جس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حدیث نبوی پیش کی کہ

"الأئمة من قریش"..... ''یعنی امارت اور امامت قریش ہی میں ہے۔''

جب سب انصار کے روبرو حضرت ابوبکرؓ نے یہ دلیل پیش کی تو کسی کو اس سے انکارِ جرات نہ ہوئی اور آخر کار فیصلہ یہ ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ مقرر ہو گئے۔

اب سوال یہ ہے کہ جس طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انصار کے مقابلہ پر حدیث پیش کر کے اُن کے دعویٰ کو توڑا۔اسی طرح کسی صحابی نے انصار سے یا مہاجرین بلکہ اہل بیت سے حضرت ابوبکر کے سامنے یہ حدیث کیوں پیش نہ کی کہ

آپ تو یونہی خلیفہ بنائے گئے ہیں۔ حالانکہ آنحضرت ﷺ نے علی مرتضیٰؓ کے لیے وصیت اور تاکید فرمائی ہوئی ہے اور آپ دونوں (ابوبکرؓ اور عمرؓ) صاحبین نے تو علیؓ سے حضرت ﷺ کی زندگی میں بیعتِ خلافت کی ہوئی ہے بلکہ مبارکباد بھی دی ہوئی ہے۔ پھر آپ کا کیا منصب ہے کہ آپ خلافت کے مدعی ہوں اور تو اور ائمہ اہل بیت اور خاندان بنی ہاشم نے بھی اس دلیل کو معلوم نہیں کیوں پیش نہ کیا، حالانکہ یہ ایسی قوی دلیل تھی کہ اس دلیل کے سامنے کسی کی چوں چرا چل ہی نہ سکتی، کیونکہ ہزاروں آدمی اس کے گواہ موجود تھے۔

لیکن جب حضرت علی مرتضیٰؓ اور دیگر ائمہ ہدیٰ اور خاندانِ بنی ہاشم بلکہ مہاجرین وانصار سے کسی نے یہ حدیث اور واقعہ غدیر کو ابوبکرؓ کی خلافت کے خلاف بلکہ خلافتِ صدیقی کے بعد عمر فاروقؓ کی خلافت کے وقت بلکہ بعد ازاں حضرت عثمانؓ کی خلافت کے وقت بھی پیش نہ کیا جب کہ کوئی امر مشکل نہ تھا۔ صرف عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی رائے پر فیصلہ موقوف تھا اور بالکل الگ دارالندوہ (کمیٹی گھر) میں صرف تینوں صاحب (عبدالرحمٰن، عثمان، علی رضی اللہ عنہم) بیٹھے ہوئے تھے، اس حدیث کا پیش کرنا کیا مشکل تھا۔ پس جب کہ کسی نے بھی اس حدیث سے اِستدلال نہیں کیا۔ نہ کسی اپنے نے، نہ بیگانے نے، مہاجرین نے، نہ انصار نے بلکہ نہ خود علی مرتضیٰؓ نے، تو معلوم ہوا کہ سب صحابہ نے مع اہل بیت اس حدیث من کنت مولاہ سے یہ معنی سمجھے تھے جو ہم نے بیان کئے، نہ کہ وہ جو شیعہ کا گمان ہے۔

www.KitaboSunnat.com

اس مختصر سی تفصیل سے شیعوں کی اُن کل روایتوں کا جواب ہوسکتا ہے جو اس مسئلہ کے متعلق پیش کیا کرتے ہیں جن میں سے بعض میں حضرت علیؓ کی نسبت امیر المؤمنین کا لفظ بھی آتا ہے۔ کیونکہ اس دلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو وہ روایات غلط ہیں یا مؤول۔ اس تقریر سے حضرت عمر فاروق وعثمان ذوالنورین وعلی مرتضٰی رضی اللہ عنہم کی خلافت کا ثبوت ملتا ہے، کیونکہ خلافت کا مدار اس بات پر ہے کہ رعایا میں سے صلحا لوگ خلیفہ منتخب کریں یا خود خلیفہ اپنے نائب کو منتخب کر جائے اور بعد اس کے لوگ اس سے بیعت کرلیں۔ چنانچہ حضرت فاروقؓ کو خلیفۂ اوّل نے انتخاب کیا اور سب لوگوں نے منظور کیا تھا اور باقی دونوں اہل شوریٰ کے انتخاب سے خلیفہ ہوئے مگر چونکہ اصل بحث سنی شیعہ صرف اس امر پر ہے کہ حضرت علیؓ ہی کا حق خلافت تھا، جو ابوبکرؓ وغیرہ نے معاذ اللہ غضب کیا یا ابوبکرؓ بھی خلیفہ برحق تھا۔ اس واسطے ہم نے اس جگہ مختصر طور سے اس امر پر بحث کی ہے کہ حضرت علیؓ خلیفہ بلافصل نہ تھے بلکہ جو کچھ ہوا یہی حق تھا۔

وراثتِ انبیاء علیہم السلام

اہل حدیث کا مذہب ہے کہ انبیا علیہم السلام کی وراثت ان کی اولاد اور دیگر ورثا کی طرف منتقل نہیں ہوتی بلکہ مثل صدقہ اور وقف مال کے ہوتی ہے۔ یہ مسئلہ خلافت کے مسئلہ کے بعد سنیوں اور شیعوں میں بڑا معرکۃ الآرا ہے۔ مگر ہم اللہ کے فضل سے اس کو ایسی عمدگی سے حل کریں گے کہ باید و شاید۔ ہمارے نزدیک شیعوں نے اپنی کتابوں اور روایتوں کی بھی پروا نہیں کی اور ناحق اس مسئلہ کی آڑ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے بدگمان ہوگئے۔ کچھ تو خلافت کی آڑ میں، کچھ اس مسئلہ کی پناہ میں یہ لوگ جملہ اصحاب کو عموماً اور صدیق کے دشمنوں کو خصوصاً ایسے الفاظ اور القاب سے یاد کیا کرتے ہیں کہ کسی ایماندار کو تو کیا بھلے مانس آدمی کے بھی شایانِ شان نہ ہوں۔ خیر ان الفاظ کا دہرانا یا ان کا عوض لینا تو ہمارے رسالہ کے موضوع سے اجنبی ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ ہمارے رسالہ کے ناظرین میں سے کسی ایک کی بھی ہمارے طرزِ مضمون سے دل آزاری ہو۔ اس لیے ہم اپنے بھائیوں کے ظلم کا بھی اظہار نہیں کرتے۔ اس مسئلہ میں چونکہ ہمارا روئے سخن خاص شیعوں سے ہے، اس لیے ہم ایک روایت اپنی اور ایک دو روایتیں ان کی بیان کریں گے۔ ہماری روایت اس دعویٰ کے متعلق صحیح بخاری کی حدیث ہے۔ حضرت ابوبکر سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ

www.KitaboSunnat.com

سمعت رسول الله ﷺ يقول: «لا نورث ما تركنا صدقة» (رقم:٦٧٣٥)

ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔''

اس بارے میں شیعوں کی حدیث اُصولِ کلینی (جو شیعوں کی مستند کتاب ہے) کی روایت موجود ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں:

عن أبي عبدالله قال: «إن العلماء ورثة الانبياء وذلك أن الانبياء لم يورثوا درهمًا ولا دينارًا وإنَّما أورثوا أحاديث من أحاديثهم فمن أخذ بشيء منها أخذ حظًا وافرًا» (اُصول کلینی، کتاب العلم)

''علما، انبیا کے وارث ہیں اس لیے کہ انبیا اپنی وراثت میں درہم و دینار نہیں چھوڑا کرتے بلکہ صرف علم کی باتیں چھوڑ جاتے ہیں۔ جو شخص ان علمی باتوں میں سے کچھ حصہ لیتا ہے وہ بہت بڑا حصہ لیتا ہے۔''

پس ان دونوں متفقہ روایتوں سے جو اَمر ثابت ہوتا ہے، وہی اہل حدیث کا مذہب ہے۔ میں نے اس روایت کو بعض مشاہیر شیعہ علما کی خدمت میں پیش کیا، لیکن تعجب ہے کہ جو جواب اُنہوں نے دیا۔ اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا میرے بیان سے پہلے اس روایت سے ان کے کان آشنا ہی نہ تھے۔ آخر اُنہوں نے کہا کہ ایسے مسائل کا فیصلہ امام مہدی علیہ السلام ہی کریں گے۔ جس پر میں نے عرض کیا: بہت خوب، چشم ما روشن دل ما شاد!

چونکہ یہ مضمون دونوں گروہوں کی صحیح حدیثوں سے ثابت ہے، اس لیے جو سوال اس پر وارد ہوگا، اس کے جوابدہ دونوں گروہ ہوں گے۔ پس اگر ہمارے جواب آئندہ سوالات کے اٹھانے کو کافی نہ ہوں تو شیعہ ہی کوئی جواب دیں، کیونکہ بموجبِ روایت کلینی ان کا اور ہمارا مذہب اس مسئلہ میں ایک ہی ہے یا ایک ہی ہونا چاہئے۔

بعض شبہات اور ان کا جواب

① ایک سوال اس پر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ شریف میں تمام ایمانداروں کو خطاب کرکے فرمایا: ﴿يُوصِيكُمُ اللهُ فِيْ اَوْلَادِكُمْ..... الاية﴾ (النساء:١١)

''اللہ تم کو تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ لڑکی کی نسبت لڑکے کا دگنا حصہ ہے۔''

اور یہ تو ظاہر ہے کہ اس قسم کے خطاب سرورِ عالم فداہ ابی و امی کو بھی شامل ہوتے ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

پس آیت قرآنی سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی اولاد کو بھی تمام مسلمانوں کی طرح وراثت ملنی چاہیے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آیتِ موصوفہ 'عام مخصوص البعض' ہے یعنی جس قدر اس کا عموم ظاہر میں معلوم ہو رہا ہے، اتنا مراد نہیں بلکہ اس میں سے بعض اقسام دونوں گروہوں (سنی شیعہ) کے نزدیک اس حکم سے باوجودِ شمول آیت کے خارج ہیں۔ چنانچہ حاشیہ پر ہم دونوں گروہوں کی کتبِ وراثت سے عبارت نقل کرتے ہیں جس کا مضمون یہ ہے:

''غلام خواہ مسلمان ہو۔ اور باپ کا قاتل اور مسلمان باپ کا کافر بیٹا (وغیرہ ذلک) باپ کے وارث نہ ہوں گے۔'' (سراجی وشرائع الاسلام)

حالانکہ آیتِ مرقومہ میں عام حکم ہے۔ پس جس طرح یہ اقسام آیت سے باوجود شمول کے خارج از حکم ہیں، اسی طرح آنحضرت ﷺ کے ورثا بھی خارج ہیں، کیونکہ انبیا کی اولاد وارث مال نہیں ہوتی۔

② دوسرا شبہ اس مضمون پر اس آیت سے کیا جاتا ہے جس میں حضرت داؤد علیہ السلام کی وراثت سلیمان تک پہنچنے کا ذکر ہے۔ یعنی ورث سليمان داؤد پس جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے باپ حضرت داؤد علیہ السلام سے وراثت پائی تو آنحضرت ﷺ کے ورثا (حضرت فاطمہؓ) کیوں وارث نہ سمجھے جائیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت سلیمان کو وراثتِ علمی ملی تھی یعنی نبوت اور حکمت میں سلیمان داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے تھے نہ کہ مال واَسباب میں۔ علمی وراثت کے تو ہم بھی معتقد ہیں۔ اختلاف تو مالی وراثت میں ہے، اگر مالی وراثت مراد ہوتی تو اس کا ذکر ہی کیا ضروری تھا۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹے تھے تو ان کے وارث ہونے میں اشتباہ ہی کیا تھا جس کا بیان کرنا مناسب معلوم ہوا۔ نیز حضرت داؤد علیہ السلام کے اور بیٹے بھی تھے۔ پھر بالخصوص حضرت سلیمان علیہ السلام کو وراثت مالی کیسے پہنچ گئی اور دوسرے محروم کیے گئے۔ ان وجوہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی علمی وراثت حضرت سلیمان علیہ السلام تک پہنچی تھی، نہ کہ مالی۔ پس ہمارا مذہب بروایتِ سنی اور شیعہ، دونوں گروہوں کے معتبر کتابوں سے ثابت ہو گیا۔

www.KitaboSunnat.com

اِمام شافعیؒ اور مسئلہ تدلیس

ماہنامہ 'محدث' نومبر ۲۰۱۰ء کے شمارے میں التحقیق والتنقیح في مسئلۃ التدلیس کے نام سے ایک مضمون شائع ہوا جس میں صاحبِ مضمون نے تدلیس کے حکم کے سلسلے میں امام شافعیؒ کے قول کو بعض دلائل کی بنا پر مرجوح قرار دیا۔ مدلس کی روایت کے قابل قبول ہونے کے بارے میں امام شافعی اور دیگر ائمہ حدیث کا اختلاف ہے اور یہ مسئلہ اس لیے خاص اہمیت کا حامل ہے کہ ان دو موقفوں میں سے کسی ایک کے ماننے پر اکثر روایات کے ردّ و قبول کا انحصار ہے۔ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ جو علوم حدیث پر گہری نظر رکھتے ہیں نے زیر نظر مقالہ میں سابقہ موقف پر تعاقب کیا ہے اور شائع شدہ مقالہ کے دلائل کا جائزہ لینے کے بعد، اپنے دلائل پیش کر کے امام شافعی کے موقف کو ہی اَرجح قرار دیا ہے۔ - (کامران طاہر)

روایتِ حدیث میں تدلیس یعنی تدلیس فی الاسناد کے بارے میں محدثین کرام کا مشہور مسلک و مذہب یہ ہے کہ جس راوی سے سند میں تدلیس کرنا ثابت ہو تو اُس کی عَنعَنی روایت ضعیف ہوتی ہے، مثلاً شیخ اِرشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے لکھا ہے:

''اور محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ قتادہؒ مدلس ہے جیسا کہ آئندہ اس کی تفصیل آرہی ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ مدلس کا عنعنہ موجبِ ضعف ہے۔ لہٰذا اس کی سند کو صحیح کہنا محل نظر ہے۔''

(توضیح الکلام: ۱/ ۱۳۰، دوسرا نسخہ ص ۱۳۷)

مولانا اثری حفظہ اللہ نے مزید فرمایا: '' اور یہ طے شدہ اُصول ہے کہ مدلس کی معنعن روایت قبول نہیں۔ ''

(توضیح الکلام: ۲/ ۷۶۵، دوسرا نسخہ ۱۰۳۰)

محترم اثری صاحب نے کئی مدلس راویوں کی مُعَنعَن (عن والی) روایات پر جرح کی اور ان روایات کو غیر صحیح قرار دیا۔ مثلاً:

1 ابوالزبیر المکی (توضیح الکلام: ۲/ ۵۵۸، دوسرا نسخہ ص ۸۸۹)

2 قتادہ بن دعامہ (توضیح الکلام: ۲/ ۲۸۳، دوسرا نسخہ ص ۶۸۸)

3 سلیمان بن مہران اعمش (توضیح الکلام: ۲/ ۷۶۵، دوسرا نسخہ ص ۱۰۳۰)

4 ابراہیم بن یزید نخعی (توضیح الکلام: ۲/ ۷۵۸۔۷۵۹، دوسرا نسخہ ص ۱۰۲۶)

5 محمد بن عجلان (توضیح الکلام: ۲/ ۳۳۱، دوسرا نسخہ ص ۷۲۵)

ان میں سے ابراہیم نخعی اور سلیمان اعمش دونوں حافظ ابن حجر عسقلانی کی طبقاتی تقسیم کے مطابق طبقۂ ثانیہ میں سے تھے۔ دیکھئے: الفتح المبین (۲۳۵، ۲/ ۵۵)

یاد رہے کہ حافظ ابن حجر کی یہ طبقاتی تقسیم صحیح نہیں ہے اور نہ اسے تلقی بالقبول حاصل ہے۔ نیز دیکھئے: ماہنامہ 'الحدیث' حضرو: ۶۷ ص ۲۱۔۲۳

تدلیس کے بارے میں مفصل تحقیق کے لئے دیکھئے میری کتاب: تحقیقی، اصلاحی اور علمی مقالات (۱/ ۲۵۱ تا ۲۹۰، ۳/ ۲۱۸ تا ۲۲۳، ۶۱۲ تا ۶۱۴)

ہمارا موقف یہ ہے کہ مدلس راوی کثیر التدلیس ہو یا قلیل التدلیس، ساری زندگی میں اُس نے صرف ایک دفعہ تدلیس الاسناد کی ہو اور اُس کا اس سے رجوع و تخصیص ثابت نہ ہو یا معتبر محدثین کرام نے اسے مدلس قرار دیا ہو تو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے علاوہ دوسری کتابوں میں ایسے مدلس کی غیر مصرح بالسماع اور معنعن روایت ضعیف ہوتی ہے، اِلا یہ کہ اس کی معتبر متابعت، تخصیصِ روایت یا شاہد ثابت ہو۔ تخصیصِ روایت کا مطلب یہ ہے کہ بعض شیوخ سے مدلس کی معنعن روایت صحیح ہو یا اس کے بعض تلامذہ کی روایات سماع پر محمول ہوں۔

یہی وہ اُصول ہے جس پر اہلِ حدیث، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، دیوبندی، بریلوی اور دیگر لوگ فریقِ مخالف کی روایات پر جرح کرتے رہے ہیں اور کر رہے ہیں، لیکن عصرِ حاضر میں بعض جدید علماء مثلاً حاتم الشریف العونی وغیرہ نے بعض شاذ اقوال لے کر کثیر التدلیس اور قلیل التدلیس کا شوشہ چھوڑ دیا ہے، جس سے اُنھوں نے اُصولِ حدیث کے اس مشہور اور اہم مسئلے کو لٹھ مار کر غرق کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہمارے اس مضمون میں انہی بعض الناس کا ردّ پیشِ خدمت ہے:

1 امام ابو عبداللہ محمد بن ادریس الشافعیؒ (متوفی ۲۰۴ھ) نے فرمایا:

"ومن عرفناه دلّس مرة فقد أبان لنا عورته في روايته" (الرسالۃ: ۱۰۳۳)

"جس کے بارے میں ہمیں معلوم ہو گیا کہ اُس نے ایک دفعہ تدلیس کی ہے تو اُس نے اپنی پوشیدہ بات ہمارے سامنے ظاہر کر دی۔"

اس کے بعد امام شافعیؒ نے فرمایا:

"فقلنا: لا نقبل من مدلّس حديثًا حتى يقول فيه: حدثني أو سمعت"

"پس ہم نے کہا: ہم کسی مدلس سے کوئی حدیث قبول نہیں کرتے، حتیٰ کہ وہ **حدثني** یا **سمعت** کہے۔"

(الرسالۃ: ۱۰۳۵)

امام شافعی کے بیان کردہ اس اُصول سے معلوم ہوا کہ جس راوی سے ساری زندگی میں ایک دفعہ تدلیس کرنا ثابت ہو جائے تو اُس کی عن والی روایت قابلِ قبول نہیں ہوتی۔

ابن رجب حنبلی (متوفی ۷۹۵ھ) نے لکھا ہے:

"ولم يعتبر الشافعي أن يتكرر التدليس من الراوي ولا أن يغلب على حديثه، بل اعتبر ثبوت تدليسه ولو بمرة واحدة" (شرح علل الترمذی: ۱/ ۳۵۳ طبع: دار الملاح للطبع والنشر)

"اور شافعی نے اس کا اعتبار نہیں کیا کہ راوی بار بار تدلیس کرے اور نہ اُنھوں نے اس کا اعتبار کیا ہے کہ اس کی روایات پر تدلیس غالب ہو، بلکہ اُنھوں نے راوی سے ثبوتِ تدلیس کا اعتبار کیا ہے اور اگرچہ (ساری زندگی میں) صرف ایک مرتبہ ہی ہو۔"

امام شافعیؒ اس اُصول میں اکیلے نہیں بلکہ جمہور علما ان کے ساتھ ہیں، لہٰذا زرکشی کا **"وهو نص غريب لم يحكمه الجمهور"** (النکت، ص ۱۸۸) کہنا غلط ہے۔

اگر کوئی شخص اس پر بضد ہے کہ اس منہج اور اُصول میں امام شافعیؒ اکیلے تھے یا جمہور کے خلاف تھے!! تو وہ درج ذیل اقتباسات پر ٹھنڈے دل سے غور کرے:

2 امام ابو قدید عبید اللہ بن فضالہ النسائی (ثقہ مامون) سے روایت ہے کہ (امام) اسحٰق بن راہویہ نے فرمایا: میں نے احمد بن حنبل کی طرف لکھ کر بھیجا اور درخواست کی کہ وہ میری ضرورت کے مطابق (امام) شافعی کی کتابوں میں سے (کچھ) بھیجیں تو اُنھوں نے

میرے پاس کتاب الرسالہ بھیجی۔ (کتاب الجرح والتعدیل: ۷/ ۲۰۴ وسندہ صحیح، تاریخ دمشق لابن عساکر: ۵۴/ ۲۹۱۔ ۲۹۲، نیز دیکھئے مناقب الشافعی للبیہقی: ۱/ ۲۳۴ وسندہ صحیح)

اس اثر سے معلوم ہوا کہ امام احمد بن حنبلؒ کتاب الرسالہ سے راضی (متفق) تھے اور تدلیس کے اس مسئلے میں اُن کی طرف سے امام شافعی پر رد ثابت نہیں، لہٰذا اُن کے نزدیک بھی مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہے، چاہے قلیل التدلیس ہو یا کثیر التدلیس۔ امام ابوزرعہ الرازیؒ نے کہا: احمد بن حنبل نے شافعی کی کتابوں میں نظر فرمائی تھی یعنی اُنھیں بغور پڑھا تھا۔ (کتاب الجرح والتعدیل: ۷/ ۲۰۴ وسندہ صحیح)

امام احمد بن حنبل نے اپنے شاگرد عبدالملک بن عبدالحمید میمونی سے کہا: ''أُنظر في كتاب الرسالة فإنه من أحسن كتبه'' (تاریخ دمشق لابن عساکر ۵۴/ ۲۹۱ وسندہ صحیح)

''کتاب الرسالہ دیکھو! کیونکہ یہ اُن کی سب سے اچھی کتابوں میں سے ہے۔''

تنبیہ: اس تصریح کے مقابلے میں امام احمد کا قول: ''مجھے معلوم نہیں۔'' سوالاتِ ابی داود، ص ۱۹۹ (محدث ص ۴۳) سے پیش کرنا بے فائدہ اور مرجوح ہے۔

مسائل الامام احمد (روایۃ ابی داود ص ۳۲۲) سے استدلال کرتے ہوئے ایک شخص نے لکھا ہے: '' مگر اس کے باوجود امام احمدؒ نے ہشیم کے عنعنہ پر توقف بھی کیا ہے۔'' (محدث، ص ۴۲)

عرض ہے کہ اگر امام ہشیم (جنھیں تدلیس کرنے میں مزہ آتا تھا) کا عنعنہ مضر نہیں تھا تو اُن کی عَن والی روایت میں توقف کرنے کا کیا مطلب تھا؟ کسی روایت میں توقف کرنا اس کی دلیل ہے کہ وہ روایت قابلِ حجت نہیں ہے۔ کیا کسی صحیح حدیث کے بارے میں بھی صحیح کہنے سے توقف کیا جاسکتا ہے؟!

علمائے کرام جب کسی روایت کو مدلس کے عنعنے کی وجہ سے ضعیف کہتے ہیں تو اصل وجہ یہ ہوتی ہے کہ راوی مدلس ہے اور روایتِ مذکورہ میں سماع ثابت نہیں ہے۔ جب سماع ثابت ہو جائے تو فوراً رجوع کیا جاتا ہے اور روایت کو بغیر کسی توقف کے صحیح تسلیم کر لیا جاتا ہے۔

فائدہ:

امام اسحق بن راہویہ نے کہا کہ (امام) احمد بن حنبل نے کتاب الرسالہ کے بارے

میں فرمایا:"هذا كتاب أعجب به عبد الرحمٰن بن مهدي"

"یہ کتاب عبدالرحمن بن مہدی کو پسند تھی۔" (الطیوریات: ۲/ ۱۶۱ ح۶۸۱ وسندہ صحیح)

3 امام اسحٰق بن راہویہؒ کے پاس امام شافعی کی کتاب 'الرسالہ' پہنچی، لیکن انھوں نے تدلیس کے اس مسئلے پر کوئی رد نہیں فرمایا، جیسا کہ کسی روایت سے ثابت نہیں ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ وہ تدلیس کے مسئلے میں امام شافعیؒ کے موافق تھے۔

4 امام اسماعیل بن یحییٰ مزنیؒ نے فرمایا: "**كتبتُ كتاب الرسالة منذ زيادة على أربعين سنة وأنا أقرأه وأنظر فيه ويقرأ عليّ فما من مرة قرأت أو قُرِيء عليّ إلا استفدت منه شيئًا لم أكن أحسنه**" (مقدمۃ الرسالہ، ص ۷۳ روایۃ ابن الاکفانی: ۵۴ وسندہ حسن، تاریخ دمشق: ۵۴/۲۹۲، مناقب الشافعی للبیہقی: ۱/ ۲۳۶ بحوالہ مناقب الآبری العاصمی)

"میں نے چالیس سال سے زیادہ عرصہ پہلے کتاب الرسالہ (نقل کرکے) لکھی اور میں اسے پڑھتا ہوں، اس میں (غور و فکر کے ساتھ) دیکھتا ہوں اور میرے سامنے پڑھی جاتی ہے، پھر ہر بار پڑھنے یا پڑھے جانے سے مجھے ایسا فائدہ ملتا ہے جسے میں پہلے اچھی طرح نہیں سمجھتا تھا۔"

چالیس سال پڑھنے پڑھانے کے باوجود امام مزنی کو تدلیس کے مذکورہ مسئلے کا غلط ہونا معلوم نہیں ہوا جیسا کہ کسی صحیح روایت میں اُن سے ثابت نہیں، لہٰذا ظاہر یہی ہے کہ وہ بھی ایک مرتبہ تدلیس کرنے والے راوی کی معنعن روایت کو صحیح نہیں سمجھتے تھے۔

5 امام شافعی کی کتاب الرسالہ میں تدلیس والے مذکورہ قول کو مشہور محدث بیہقی نے نقل کرکے کوئی جرح نہیں کی بلکہ خاموشی کے ذریعے سے تائید فرمائی۔ (معرفۃ السنن والآثار: ۱/ ۶۷)

معلوم ہوا کہ امام بیہقی کا بھی یہی مسلک ہے۔

محمد بن عبداللہ بن بہادر الزرکشی (متوفی ۷۹۴ھ) نے کہا: "**وقد حكم البهقي بعدم قبول قول من دلّس مرة**" الخ "جو شخص ایک دفعہ تدلیس کرے تو اس کے بارے میں بیہقی نے یہ فیصلہ کیا کہ اس کی روایت (معنعن) غیر مقبول ہے۔" (النکت علیٰ مقدمہ ابن الصلاح ص ۱۹۱)

6 خطیب بغدادی نے امام شافعی کے قولِ مذکور کو روایت کیا اور کوئی ردّ نہیں کیا۔

(دیکھئے: الکفایہ فی علم الروایہ، ص ۲۹۲)

بلکہ تدلیس کے بارے میں: ''الغالب علی حدیثہ لم تقبل روایاتہ'' والا قول نقل کر کے خطیب نے فرمایا:

''وقال آخرون: خبر المدلس لا یقبل إلا أن یوردہ علی وجہ مبین غیر محتمل لإیھام فإن أوردہ علیٰ ذلک قُبل، وھذا ھو الصحیح عندنا''

''اور دوسروں نے کہا: مدلس کی خبر (روایت) مقبول نہیں ہوتی اِلا یہ کہ وہ وہم کے احتمال کے بغیر صریح طور پر تصریح بالسماع کے ساتھ بیان کرے، اگر وہ ایسا کرے تو اس کی روایت مقبول ہے اور ہمارے نزدیک یہی بات صحیح ہے۔'' (الکفایہ ص ۳۶۱)

7 حافظ ابن الصلاح شہر زوری شافعی (متوفی ۶۴۳ھ) نے کہا:

'' والحکم بأنہ لا یقبل من المدلّس حتی یبین، قد أجراہ الشافعي رضي اللہ عنہ فیمن عرفناہ دلّس مرۃ۔ واللہ أعلم ''

''اور حکم (فیصلہ) یہ ہے کہ مدلس کی روایت تصریحِ سماع کے بغیر قبول نہ کی جائے، اسے شافعیؒ نے اس شخص کے بارے میں جاری فرمایا ہے جس نے ہماری معلومات کے مطابق صرف ایک دفعہ تدلیس کی ہے۔ واللہ اعلم'' (مقدمہ ابن الصلاح مع التقیید والایضاح، ص ۹۹، دوسرا نسخہ، ص ۱۶۱)

معلوم ہوا کہ امام شافعی کی طرح ابن الصلاح بھی ایک دفعہ تدلیس کرنے والے مدلس کی معنعن روایت کو صحتِ حدیث کے منافی سمجھتے تھے۔ ابن الصلاح کے اس قول کو اصولِ حدیث کی بعد والی کتابوں میں بھی نقل کیا گیا ہے اور تردید نہیں کی گئی، لہٰذا اسے جمہور کی تلقی بالقبول حاصل ہے۔

8 علامہ یحییٰ بن شرف النووی (متوفی ۶۷۷ھ) نے مدلس کے بارے میں فرمایا:

''فما رواہ بلفظ محتمل لم یبین فیہ السماع فمرسل۔۔۔وھذا الحکم جار فیمن دلّس مرۃ '' (التقریب للنووي فی أصول الحدیث، ص ۹ نوع ۱۲، مع تدریب الراوی للسیوطی: ۱/ ۲۲۹، ۲۳۰، دوسرا نسخہ ص ۲۰۱)

''پس وہ (مدلس راوی) ایسے لفظ سے روایت بیان کرے جس میں احتمال ہو، سماع کی تصریح

نہ ہو تو وہ مرسل (یعنی غیر مقبول ضعیف) ہے۔۔۔اور یہ حکم اس کے بارے میں جاری ہے جو (صرف) ایک دفعہ تدلیس کرے۔"

معلوم ہوا کہ امام شافعی کی طرح نووی بھی مدلس کی عن والی روایت کو ضعیف و مردود سمجھتے تھے، چاہے اُس نے ساری عمر میں صرف ایک دفعہ ہی تدلیس کی ہو۔

9 مشہور صوفی حافظ سراج الدین عمر بن علی بن احمد الانصاری : ابن الملقن (متوفی ۸۰۴ھ) نے ابن الصلاح کا قول: "**والحکم بأنه لا یقبل من المدلّس حتی یبین،أجراه الشافعي فیمن عرفناه دلّس مرة**" نقل کیا اور کوئی رد نہیں کیا، لہٰذا یہ ان کی طرف سے امام شافعی اور ابن الصلاح دونوں کی موافقت ہے۔ (دیکھئے المقنع فی علوم الحدیث : ۱/۱۵۸، تحقیق عبداللہ بن یوسف الجدیع)

10 مشہور ثقہ محدث و مفسر حافظ ابن کثیر دمشقیؒ (متوفی ۷۷۴ھ) نے تدلیس کے بارے میں امام شافعی کا قول نقل کیا اور کوئی جرح یا مخالفت نہیں کی۔ دیکھئے: اختصار علوم الحدیث : ۱/ ۱۷۴، نوع ۱۲

11 حافظ ابوالفضل عبدالرحیم بن الحسین العراقی اثریؒ (متوفی ۸۰۶ھ) نے فرمایا:

" **والشافعي أثبته بمرة** " "اور شافعی نے (تدلیس کو) اس کے لئے ثابت قرار دیا ہے جو ایک دفعہ (تدلیس) کرے۔" (الفیۃ العراقی مع تعلیقات شیخ محمد رفیق اثری، ص ۳۲ شعر ۱۶۰)

معلوم ہوا کہ اس مسئلے میں عراقی بھی امام شافعی کے موافق تھے۔

12 مشہور صوفی سخاوی (متوفی ۹۰۲ھ) نے عراقی کے قول "أثبته بمرة" کی تشریح میں کہا:

"**وبیان ذلک أنه بثبوت تدلیسه مرة صار ذلک هو الظاهر من حاله في معنعناته کما إنه ثبوت اللقاء مرة صار الظاهر من حاله السماع،وکذا من عرف بالکذب في حدیث واحد صار الکذب هو الظاهر من حاله وسقط العمل بجمیع حدیثه مع جواز کو نه صادقًا في بعضه** " (فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث : ۱/ ۱۹۳)

"اور اس کی تشریح یہ ہے کہ اس کی ایک دفعہ تدلیس کے ثبوت سے اُس کی (تمام) معنعن روایات میں اس کا ظاہر حال یہی بن گیا (کہ وہ مدلس ہے) جیسا کہ ایک دفعہ ملاقات کے

ثبوت سے (غیر مدلس کا) ظاہر حال یہ ہوتا ہے کہ اُس نے (اپنے استاد سے) سنا ہے، اور اسی طرح اگر کسی آدمی کا (صرف) ایک حدیث میں جھوٹ معلوم ہو جائے تو اس کا ظاہر حال یہی بن جاتا ہے (کہ وہ جھوٹا ہے) اور اس کی تمام احادیث پر عمل ساقط ہو جاتا ہے، اس جواز کے ساتھ کہ وہ اپنی بعض روایات میں سچا ہو سکتا ہے۔"

دو اہم دلیلیں بیان کر کے سخاوی نے امام شافعی کی تائید کر دی اور ان لوگوں میں شامل ہو گئے جو مدلس کی عن والی روایت نہیں مانتے، چاہے اُس نے ساری زندگی میں صرف ایک دفعہ تدلیس کی ہو۔

13 زکریا بن محمد الانصاری (متوفی ۹۲۶ھ) نے بھی عراقی کے مذکورہ قول (دیکھئے فقرہ: ۱۱) کو نقل کر کے اس کی دلیل بیان کی اور کوئی مخالفت نہیں کی۔ (دیکھئے فتح الباقی بشرح الفیۃ العراقی، تحقیق حافظ ثناء اللہ الزاہدی ص ۱۶۹، ۱۷۰)

معلوم ہوا کہ اس مسئلے میں وہ بھی امام شافعیؒ سے متفق تھے۔

14 جلال الدین سیوطیؒ (متوفی ۹۱۱ھ) نے بھی امام شافعی کا قول نقل کر کے کوئی مخالفت نہیں کی لہٰذا یہ ان کی طرف سے تائید ہے۔ دیکھئے تدریب الراوی (۱/ ۲۳۰)

بلکہ سیوطی نے "ولو بمرۃ وضح" کہہ کر تدلیس کو صراحتاً جرح قرار دیا ہے۔ دیکھئے: الفیۃ السیوطی فی علم الحدیث، ص ۳۱، بتحقیق احمد محمد شاکر

15- حافظ ابن حبان بستی (متوفی ۳۵۴ھ) نے فرمایا:

"الجنس الثالث: الثقات المدلسون الذين كانوا يدلسون في الأخبار مثل قتادة ويحيٰى بن أبي كثير والأعمش و أبو إسحٰق وابن جريج وابن إسحٰق والثوري وهشيم ومن أشبههم ممن يكثر عددهم من الأئمة المرضيين وأهل الورع في الدين كانوا يكتبون عن الكل ويروون عمن سمعوا منه فربما دلّسوا عن الشيخ بعد سماعهم عنه عن أقوام ضعفاء لايجوز الإحتجاج بأخبارهم، فما لم يقل المدلّس وإن كان ثقة: حدثني أو سمعت فلا يجوز الاحتجاج بخبره، وهذا أصْلُ أبي عبد الله محمد بن إدريس الشافعي ـ رحمه الله ـ ومن تبعه من شيوخنا"

(کتاب المجروحین: ۱/ ۹۲، دوسرا نسخہ: ۱/ ۸۶)

''تیسری قسم: وہ ثقہ مدلسین جو روایات میں تدلیس کرتے تھے مثلاً قتادہ، یحییٰ بن ابی کثیر، اعمش، ابو اسحق، ابن جریج، ابن اسحق، ثوری، ہشیم اور جو اُن کے مشابہ تھے جن کی تعداد زیادہ ہے، وہ پسندیدہ اماموں اور دین میں پرہیز گاروں میں سے تھے۔ وہ سب سے (روایات) لکھتے اور جن سے سنتے تو اُن سے روایتیں بھی بیان کرتے تھے۔ بعض اوقات وہ شیخ یعنی اُستاذ سے سننے کے بعد ضعیف لوگوں سے سنی ہوئی روایات اس (شیخ) سے بطورِ تدلیس بیان کرتے تھے، ان کی (معنعن) روایات سے استدلال جائز نہیں ہے۔ پس جب تک مدلس اگرچہ ثقہ ہو حدثنی یا سمعتُ نہ کہے (یعنی سماع کی تصریح نہ کرے) تو اس کی روایت سے اِستدلال جائز نہیں ہے اور یہ ابو عبداللہ محمد بن ادریس الشافعیؒ کی اصل (یعنی اُصول) ہے اور ہمارے اساتذہ نے اس میں اُن کی اتباع (یعنی موافقت) کی ہے۔

اس عظیم الشان بیان میں حافظ ابن حبان نے تدلیس کے مسئلے میں امام شافعی کی مکمل موافقت فرمائی بلکہ منہج المتقدمین کے نام سے کثیر التدلیس اور قلیل التدلیس کی عجیب و غریب، شاذ اور ناقابلِ عمل اصطلاحات کے رواج کے ذریعے سے مسئلہ تدلیس کو بے کار کرنے والوں کے شبہات کا خاتمہ کر دیا ہے۔

حافظ ابن حبان نے دوسری جگہ فرمایا:

''وأما المدلّسون الذين هم ثقات وعدول فإنا لا نحتج بأخبارهم إلا ما بينوا السماع فيما رووا مثل الثوري والأعمش وأبي إسحٰق وأضرابهم من الأئمة المتقين(المُتقنين) وأهل الورع في الدين لأنا متى قبلنا خبر مدلّس لم يبين السماع فيه۔ وإن كان ثقة لزمنا قبول المقاطيع والمراسيل كلها لأنه لا يدري لعل هذا المدلس دلّس هذا الخبر عن ضعيف يهي؟؟؟ الخبر بذكره إذا عرف، اللهم إلا أن يكون المدلّس يعلم أنه مادلّس قط إلا عن ثقة فإذا كان كذلک قبلت روايته وإن لم يبين السماع وهذا ليس في الدنيا إلا سفيان بن عيينة وحده فإنه كان يدلّس ولا يدلّس إلا عن ثقة متقن ولا يكاد يوجد لسفيان بن عيينة خبر دلّس فيه إلا وجد ذلک الخبر بعينه قد بيّن سماعه عن ثقة مثل نفسه والحكم

في قبول روايته لهذه العلة ـ و إن لم يبين السماع فيها ـ كالحكم في رواية ابن عباس إذا روٰى عن النبي ﷺ ما لم يسمع منه " (صحیح ابن حبان، الاحسان: ۱/ ۱۶۱، دوسرا نسخہ: ۱/ ۹۰)

"اور مگر وہ مدلسین جو ثقہ اور عادل ہیں تو ہم ان کی بیان کردہ روایات میں سے صرف ان روایات سے ہی استدلال کرتے ہیں جن میں اُنھوں نے سماع کی تصریح کی ہے، مثلاً ثوری، اعمش، ابو اسحق اور ان جیسے دوسرے ائمہ متقین (ائمہ متقنین) اور دین میں پرہیز گاری والے امام۔ کیونکہ اگر ہم مدلس کی وہ روایت قبول کریں جس میں اُس نے سماع کی تصریح نہیں کی، اگرچہ وہ ثقہ تھا، تو ہم پر یہ لازم آتا ہے کہ ہم تمام منقطع اور مرسل روایات قبول کریں۔ کیونکہ یہ معلوم نہیں کہ ہو سکتا ہے کہ اس مدلس نے اس روایت میں ضعیف سے تدلیس کی ہو، اگر اس کے بارے میں معلوم ہوتا تو روایت ضعیف ہو جاتی، سوائے اس کے کہ اللہ جانتا ہے۔ اگر مدلس کے بارے ہیں یہ معلوم ہو کہ اس نے صرف ثقہ سے ہی تدلیس کی ہے، پھر اگر اس طرح ہے تو اس کی روایت مقبول ہے اور اگرچہ وہ سماع کی تصریح نہ کرے، اور یہ بات (ساری) دنیا میں سوائے سفیان بن عیینہ اکیلے کے کسی اور کے لئے ثابت نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تدلیس کرتے تھے اور صرف ثقہ متقن سے ہی تدلیس کرتے تھے۔ سفیان بن عیینہ کی ایسی کوئی روایت نہیں پائی جاتی جس میں اُنھوں نے تدلیس کی ہو مگر اسی روایت میں اُنھوں نے اپنے جیسے ثقہ سے تصریح سماع کر دی تھی۔ اس وجہ سے ان کی روایت کے مقبول ہونے کا حکم اگرچہ وہ سماع کی تصریح نہ کریں اسی طرح ہے جیسے ابن عباسؓ اگر نبی ﷺ سے ایسی روایت بیان کریں جو اُنھوں نے آپ سے سنی نہیں تھی، کا حکم ہے۔"

اس حوالے میں بھی حافظ ابن حبان نے مدلس راوی کی اس روایت کو غیر مقبول قرار دیا ہے جس میں سماع کی تصریح نہ ہو اور امام شافعی رحمہ اللہ کی معناً تائید فرمائی ہے۔

حافظ ابن حبانؒ کے اس بیان سے درج ذیل اہم نکات واضح ہیں:

1 جس راوی کا مدلس ہونا ثابت ہو، اس کی عدمِ تصریحِ سماع والی روایت غیر مقبول ہوتی ہے۔

2 امام شافعی کا بیان کردہ اُصول صحیح ہے۔

3 امام شافعی اپنے اُصول میں منفرد نہیں بلکہ ابن حبان اور اُن کے شیوخ (نیز [عبدالرحمن بن مہدی] احمد بن حنبل، اسحق بن راہویہ، مزنی، بیہقی اور خطیب بغدادی وغیرہم جیسا کہ

ہمارے اس مضمون سے ثابت ہے) نے امام شافعی کی تائید فرمائی ہے۔

4 کثیر اور قلیل تدلیس میں فرق کرنے والا منہج صحیح نہیں بلکہ مرجوح ہے۔

5 اگر مدلس کی عن والی روایت مقبول ہے تو پھر منقطع اور مرسل روایات کیوں غیر مقبول ہیں؟

6 مدلسین مثلاً امام سفیان ثوریؒ وغیرہ کی معنعن اور سماع کی صراحت کے بغیر والی روایات غیر مقبول ہیں، اگرچہ بعض متاخر علما نے اُنھیں طبقہ ثانیہ یا طبقۂ اولیٰ میں ذکر کر رکھا ہو۔

7 حافظ ابن حبان کے نزدیک امام سفیان بن عیینہ صرف ثقہ سے ہی تدلیس کرتے تھے۔

ہمیں اس آخری شق سے دو دلیلوں کے ساتھ اختلاف ہے:

۱) بعض اوقات سفیان بن عیینہؒ غیر ثقہ سے بھی تدلیس کر لیتے تھے۔ مثلاً دیکھئے تاریخ یحییٰ بن معین (روایۃ الدوري: ۹۷۹) کتاب الجرح والتعدیل (۷/ ۱۹۱) اور میری کتاب توضیح الاحکام (ج ۲ ص ۱۴۹) لہٰذا یہ قاعدہ کلیہ نہیں بلکہ قاعدہ اَغلبیہ ہے۔

۲) امام سفیان بن عیینہؒ بعض اوقات ثقہ مدلس (مثلاً ابن جریج) سے بھی تدلیس کرتے تھے۔ دیکھئے الکفایہ (ص ۳۵۹، ۳۶۰ وسندہ صحیح) اور توضیح الاحکام (ج ۲ ص ۱۴۸)

میں نے یہ کہیں بھی نہیں پڑھا کہ سفیان بن عیینہ ثقہ مدلس راویوں سے بطورِ تدلیس صرف وہی روایات بیان کرتے تھے جن میں اُنھوں نے سفیان کے سامنے سماع کی تصریح کر رکھی ہوتی تھی، لہٰذا کیا بعید ہے کہ ثقہ مدلس نے ایک روایت تدلیس کرتے ہوئے بیان کی ہو اور سفیان بن عیینہ نے اس ثقہ مدلس کو سند سے گرا کر روایت بیان کر دی ہو، لہٰذا اس وجہ سے بھی ان کی معنعن روایت ناقابلِ اعتماد ہے۔ واللہ اعلم

16 حسین بن عبداللہ طیبی (متوفی ۷۴۳ھ) نے اپنے اُصولِ حدیث والے رسالے میں امام شافعیؒ کے اصول کو درج فرمایا ہے اور کوئی تردید نہیں کی، لہٰذا اس مسئلے میں وہ بھی شافعی سے متفق تھے۔ دیکھئے الخلاصۃ فی اصول الحدیث (ص ۲۷ تحقیق صبحی سامرائی)

17 ابو بکر صیرفی (متوفی ۳۳۰ھ) نے (کتاب الرسالہ کی شرح) کتاب الدلائل والاعلام میں فرمایا: ”**كل من ظهر تدليسه عن غير الثقات لم يقبل خبره حتى يقول: حدثني أو سمعت**“ ہر وہ شخص جس کی تدلیس غیر ثقہ راویوں سے ظاہر ہو

جائے تو اس کی روایت قبول نہیں کی جاتی، اِلا یہ کہ وہ حدثنی یا سمعتُ کہے یعنی سماع کی تصریح کرے۔(النکت علیٰ مقدمۃ ابن الصلاح از امام زرکشی ص ۱۸۴)

تنبیہ: چونکہ کتاب الدلائل والاعلام میرے پاس موجود نہیں اور نہ مجھے اس کے وجود کا کوئی علم ہے، لہٰذا یہ حوالہ مجبوراً زرکشی سے لیا ہے اور دوسرے کئی علماء نے بھی صیرفی سے اس حوالے کو نقل کیا ہے (مثلاً دیکھئے شرح الفیۃ العراقی بالتبصرۃ والتذکرۃ: ۱/ ۱۸۳۔ ۱۸۴) نیز یہ کہ کتاب سے روایت جائز ہے اِلا یہ کہ اصل کتاب میں ہی طعن ثابت ہو تو پھر جائز نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ضعیف راوی سے ایک دفعہ بھی تدلیس کرنے والے ثقہ راوی کے بارے میں صیرفی کا یہ موقف تھا کہ اس کی صرف وہی روایت مقبول ہوتی ہے جس میں سماع کی تصریح ہو، لہٰذا امام شافعی کے اصول سے صیرفی بھی متفق تھے۔

18 حافظ ابن حجر عسقلانی نے تدلیس الاسناد کے بارے میں کہا:

"وحكم من ثبت عنه التدليس إذا كان عدلاً، أن لا يقبل منه إلا ما صرّح فيه بالتحديث على الأصح "

(نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر، ص٦٦ ، ومع شرح الملا علی القاری، ص۴۱۹)

" صحیح ترین بات یہ ہے کہ جس راوی سے تدلیس ثابت ہو جائے، اگرچہ وہ عادل ہو تو اُس کی صرف وہی روایت مقبول ہوتی ہے جس میں وہ سماع کی تصریح کرے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ ایک دفعہ تدلیس ثابت ہو جانے پر بھی حافظ ابن حجر مدلس کا عنعنہ صحت کے منافی سمجھتے تھے۔

حافظ ابن حجر نے اپنے نزدیک طبقۂ ثانیہ کے ایک مدلس اعمش کے بارے میں کہا:

"کیونکہ کسی سند کے راویوں کا ثقہ ہونا صحیح ہونے کو لازم نہیں ہے، چونکہ اعمش مدلس ہیں اور اُنھوں نے عطا سے (اس حدیث میں) اپنے سماع کا ذکر نہیں کیا ہے۔" (التلخیص الحبیر: ۳/ ۱۹ ح ۱۱۸۱، السلسلۃ الصحیحۃ: ۱/ ۱۶۵ ح ۱۰۴)

19 محمد بن اسماعیل یمانی (متوفی ۱۱۸۲ھ) نے بھی حافظ ابن حجر کے مذکورہ قول (فقرہ: ۱۸) کو بطورِ جزم اور بغیر کسی تردید کے نقل کیا ہے۔ دیکھئے: إسبال المطر علیٰ قصب السکر بتحقیق الشیخ محمد رفیق الاثری ص ۱۱۶، ۱۱۷

20 شیخ الاسلام سراج الدین عمر بن رسلان البلقینی (متوفی ۸۰۵ھ) نے مقدمہ ابن الصلاح کی شرح میں امام شافعی کا قول نقل کیا اور کوئی تردید نہیں کی، لہٰذا یہ ان کی طرف سے اصولِ مذکور کی موافقت ہے۔ دیکھئے: محاسن الاصطلاح: ص ۲۳۵، تحقیق عائشہ عبدالرحمن بنت شاتی

21 برہان الدین ابو اسحق ابراہیم بن موسیٰ بن ایوب الابناسی (متوفی ۸۰۲ھ) نے بھی امام شافعی کے مذکورہ اُصول کو نقل کیا اور کوئی مخالفت نہیں کی، لہٰذا یہ ان کی طرف سے اصولِ مذکور کی تائید ہے۔ دیکھئے: الشذي الفياح: ۱/ ۱۷۷ ان کے علاوہ اور بھی کئی حوالے ہیں، مثلاً دیکھئے: النکت علیٰ ابن الصلاح لابن حجر: ۲/ ۶۳۴ وغیرہ

.....☆.....☆.....

1- اُصولِ حدیث کے اس بنیادی مسئلے کے خلاف عرب ممالک میں حاتم شریف العونی، ناصر بن حمد الفہد اور عبداللہ بن عبدالرحمن سعد وغیرہم نے منہج المتقدمین (والمتاخرین) کے نام سے ایک نیا اُصول متعارف کرانے کی کوشش شروع کر دی ہے اور وہ یہ ہے کہ مدلسین کی دو قسمیں ہیں:

1 کثیر التدلیس مثلاً بقیہ بن الولید، حجاج بن ارطاۃ اور ابو جناب کلبی وغیرہم

2 قلیل التدلیس مثلاً قتادہ، اعمش، ہشیم، ثوری، ابن جریج اور ولید بن مسلم وغیرہم، دیکھئے: منہج المتقدمین فی التدلیس لناصر بن حمد الفہد، ص ۱۵۵، ۱۵۶

ان لوگوں کا خیال یہ ہے کہ قلیل التدلیس راوی کی صرف وہی روایت ضعیف ہوتی ہے جس میں اُس کا تدلیس کرنا ثابت ہو، ورنہ صحیح اور مقبول ہوتی ہے۔ یہ لوگ اپنے منہج کی تائید میں درج ذیل دلیل پیش کرتے ہیں:

''یعقوب بن شیبہ نے کہا: میں نے علی بن مدینی سے پوچھا: جو شخص تدلیس کرتا ہے، کیا وہ حدثنا نہ کہے تو حجت ہوتا ہے؟ اُنھوں نے فرمایا: ''إذا كان الغالب عليه التدليس فلا حتى يقول: حدثنا'' اگر اس پر تدلیس غالب ہو تو جب تک حدثنا نہ کہے حجت نہیں ہوتا۔'' (الکفایہ ص ۳۶۲ وسندہ صحیح، منہج المتقدمین ص ۲۳ مقدمہ بقلم شیخ عبداللہ بن عبدالرحمن سعد)

گذشتہ محدث میں اس قول کا حوالہ بھی درج کریں۔ ؟؟؟

عرض ہے کہ یہ قول آٹھ (۸) وجوہ سے مرجوح اور نا قابلِ حجت ہے:

1 یہ جمہور کے خلاف یعنی شاذ ہے جیسا کہ ہم نے بیس سے زیادہ علماے کرام کے حوالوں سے ثابت کر دیا ہے اور باقی حوالے آگے آ رہے ہیں۔ اِن شاء اللہ

یاد رہے کہ اس قول یعنی الغالب علیہ التدلیس کو جمہور کا موقف قرار دینا غلط ہے۔

2 اس قول کے راوی خطیب بغدادی نے روایت کے باوجود خود اس قول کی عملاً مخالفت کی۔ دیکھئے یہی مضمون، فقرہ نمبر ٦

3 محدثین متقدمین مثلاً تیسری صدی ہجری تک تدلیس کرنے والے عام راویوں کے بارے میں محدثین کرام سے قلیل التدلیس اور کثیر التدلیس کی صراحتیں ثابت نہیں ہیں۔

4 یہ مفہومِ مخالف ہے اور نصِ صریح کے مقابلے میں مفہومِ مخالف حجت نہیں ہوتا۔

5 یہ قول منسوخ ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ خود امام ابن مدینی نے سفیان ثوری کے بارے میں فرمایا:

”والناس يحتاجون في حديث سفيان إلى يحيٰى القطان لحال الإخبار يعني عليّ أن سفيان كان يدلس وأن يحيٰى القطان كان يوقفه على ما سمع مما لم يسمع “ (الکفایہ ص ۳۶۲ وسندہ صحیح)

”لوگ سفیان کی حدیث میں یحییٰ القطان کے محتاج ہیں، کیونکہ وہ مصرح بالسماع روایات بیان کرتے تھے۔ علی بن المدینی کا خیال ہے کہ سفیان تدلیس کرتے تھے اور یحییٰ القطان ان کی صرف مصرح بالسماع روایتیں ہی بیان کرتے تھے۔“

یاد رہے کہ منہج المتقدمین والے امام سفیان ثوریؒ کو کثیر التدلیس نہیں سمجھتے بلکہ بہت سے علما اُنھیں قلیل التدلیس سمجھتے ہیں، لہٰذا اگر سفیان ثوری کی عن والی اور غیر مصرح بالسماع روایتیں (جن میں صراحتاً تدلیس ثابت نہیں ہے) صحیح و مقبول ہوتیں تو پھر لوگ ان کی روایات میں امام یحییٰ بن سعید القطان کے محتاج کیوں تھے؟

جب قلیل التدلیس راوی کی معنعن روایت میں سماع کی تصریح ضروری نہیں تو پھر یہاں لوگوں کا محتاج ہو کر یحییٰ القطان کی طرف رجوع کرنا نا قابلِ فہم ہے۔

یہاں پر بطورِ فائدہ عرض ہے کہ امام یحییٰ بن سعید القطان نے فرمایا:

''ما کتبت عن سفیان شیئًا إلا ما قال: حدثني أو حدثنا إلا حدیثین۔۔۔''

''میں نے سفیان (ثوری) سے صرف وہی کچھ لکھا ہے جس میں وہ حدثنی یا حدثنا کہتے تھے، سوائے دو حدیثوں کے۔'' (کتاب العلل ومعرفۃ الرجال للامام احمد: ۱/ ۲۰۷ ت ۱۱۳۰، وسندہ صحیح) [یاد رہے کہ ان دو روایتوں کو یحییٰ القطان نے بیان کر دیا تھا]

معلوم ہوا کہ یحییٰ القطان اس جدید منہج المتقدمین کے قائل نہیں تھے بلکہ اپنے استاذ امام سفیان ثوری کے عنعنے اور عدمِ تصریحِ سماع کو صحت کے لئے منافی سمجھتے تھے، ورنہ اتنی تکلیف کی ضرورت کیا تھی؟

6 ابن مدینی کے اس قول کو نہ اہلِ حدیث نے قبول کیا ہے (مثلاً شیخ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے ابوالزبیر، قتادہ، اعمش، ابراہیم نخعی اور محمد بن عجلان وغیرہم کی روایات پر تدلیس کی وجہ سے جرح کی ہے) اور نہ حنفیہ، شافعیہ، دیوبندیہ، بریلویہ اور دیگر لوگ اسے تسلیم کرتے ہیں، مثلاً سرفراز خان صفدر دیوبندی اور احمد رضا خان بریلوی وغیرہم نے کئی مدلس یا تدلیس کی طرف منسوب راویوں کی روایات پر تدلیس کی جرح کی ہے، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ نیز دیکھئے میری کتاب: 'علمی مقالات': ۳، ۲۲۱، ۶۱۲

عام کتبِ اُصولِ حدیث میں بھی اس قول کو بطورِ حجت نقل نہیں کیا گیا بلکہ اس سے اِغماض اس بات کی دلیل ہے کہ یہ قول غلط اور مرجوح ہے۔

7 کون کثیر التدلیس تھا اور کون قلیل التدلیس تھا، اس مسئلے کو متقدمین سے ثابت کرنا اور عام مسلمانوں کو اس پر متفق کرنے کی کوشش کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔

8 اختلافی مسائل کی کتابوں اور مناظراتِ علمیہ میں یہ اُصول غیر مقبول ہے بلکہ اس کے برعکس ثابت ہے۔

2۔ امام یحییٰ بن معینؒ نے مدلس راوی کے بارے میں فرمایا: ''لا یکون حجۃ فیما دلّس'' ''وہ جس میں تدلیس کرے تو حجت نہیں ہوتا۔'' (الکفایہ ص ۳۶۲ وسندہ صحیح)

اس قول کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ وہ جو روایت عن سے بیان کرے تو حجت نہیں ہوتا۔

فی الحال اس مطلب کی تائید میں چار حوالے پیشِ خدمت ہیں:

1 امام ابو نعیم الفضل بن دکین کوفی (متوفی ۲۱۸ھ) نے سفیان ثوری کے بارے میں فرمایا: ''إذا دلّس عنه يقول: قال عمرو بن مرة ''اور جب آپ اُن (عمرو بن مرہ) سے تدلیس کرتے تو فرماتے :'' عمرو بن مرہ نے کہا۔''

(تاریخ ابو زرعہ دمشقی: ۱۱۹۳، وسندہ صحیح، 'علمی مقالات': ج ۱ ص ۲۸۷)

معلوم ہوا کہ امام ابو نعیم غیر مصرح بالسماع روایت کو مدلس کہتے تھے۔

2 طحاوی نے کہا: اور اس حدیث کو زہری نے عروہ سے نہیں سنا، اُنھوں نے تو اس کے ساتھ تدلیس کی ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۱/ ۷۲، علمی مقالات: ۱/ ۲۸۸)

یہاں زہری کی عن عروہ والی روایت کو 'دلس بہ' قرار دیا گیا ہے۔

3 محمد بن اسحق بن یسار امام المغازی نے ایک حدیث امام زہریؒ سے ''فذکر'' کہہ کر سماع کی تصریح کے بغیر بیان کی تو امام ابن خزیمہ نے ''إن صح الخبر'' کی صراحت کے ساتھ روایت کی صحت میں شک کیا اور فرمایا: ''أنا استثنيت صحة هذا الخبر لأني خائف أن يكون محمد بن إسحٰق لم يسمع من محمد بن مسلم وإنما دلّسه عنه'' ''میں نے اس روایت کی صحت کا استثنا اس لئے کیا کہ مجھے ڈر ہے کہ محمد بن اسحق نے محمد بن مسلم (الزہری) سے (اس روایت کو) نہیں سنا اور اُنھوں نے تو اس میں تدلیس کی ہے۔'' (صحیح ابن خزیمہ: ۱/ ۷۱ ح ۱۳۷)

اس قول میں عدمِ تصریح سماع والی روایت پر تدلیس کا اطلاق کیا گیا ہے۔

4 جریر بن حازم نے ابن ابی نجیح سے ایک روایت عن کے ساتھ بیان کی تو بیہقی نے فرمایا:

'' وهذا إسناد صحيح إلا أنهم يرون أن جرير بن حازم أخذه من محمد بن إسحٰق ثم دلسه فإنه بيَّن فيه سماع جرير من ابن أبي نجيح صار الحديث صحيحًا۔ والله أعلم ''

''اور یہ سند (بظاہر) صحیح ہے اِلا یہ کہ وہ لوگ (علمائ) سمجھتے ہیں کہ جریر نے اسے محمد بن اسحق سے لیا اور پھر اس میں تدلیس کر دی (یعنی بطورِ عن بیان کر دیا) پس اگر اس میں جریر کا ابن

ابی نجیح سے سماع واضح ہو جائے تو حدیث صحیح ہو جائے گی۔ واللہ اعلم"

(السنن الکبریٰ: ۵/ ۲۳۰، کتاب الحج باب جواز الذکر والا نثی في الهدایا)

متعدد علماء نے مدلس کی عن والی روایت کو "ضعیف لتدلیس۔۔۔" کہہ کر ضعیف قرار دیا ہے، مثلاً سنن ابن ماجہ (۴۲۵۳) کی ایک روایت: "الولید بن مسلم عن ابن ثوبان عن أبیہ عن مکحول عن جبیر بن نفیر عن عبداللہ بن عمرو عن النبي ﷺ" کے بارے میں بوصیری نے کہا:

"هذا إسناد ضعيف،فيه الوليد بن مسلم وهو مدلس وقد عنعنه وكذلك مكحول الدمشقي ۔۔۔"

(زوائد سنن ابن ماجہ، ص ۵۵۳ ح ۱۴۴۹)

"یہ سند ضعیف ہے، اس میں ولید بن مسلم مدلس ہیں اور انھوں نے عن سے روایت کی ہے، اور اسی طرح مکحول الدمشقی (مدلس ہیں اور اُنھوں نے عن سے روایت کی ہے)۔۔۔"

روایتِ مذکورہ میں ولید بن مسلم کا خاص طور پر تدلیس کرنا ثابت نہیں، بلکہ اُن کے عن کی وجہ سے ہی بوصیری نے اسے تدلیس قرار دیا ہے، حالانکہ وہ اس روایت میں منفرد نہیں بلکہ ایک جماعت نے اُن کی متابعت کی ہے، جیسا کہ بوصیری کے بقیہ کلام سے بھی ظاہر ہے۔ امام مکحول کا مدلس ہونا ثابت نہیں، کجا یہ کہ وہ کثیر التدلیس ہوں اور خاص اس روایت میں ان کا تدلیس کرنا بھی ثابت نہیں، لہٰذا بوصیری کا اس روایت کو مکحول کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف قرار دینا اس بات کی دلیل ہے کہ مدلس کی عن والی روایت کو علما تدلیس قرار دیتے ہیں اور یہ شرط نہیں لگاتے کہ اگر کسی خاص روایت میں مدلس نے صراحت کے ساتھ تدلیس کی ہو گی تو اسے تدلیس قرار دیں گے، ورنہ نہیں! ثابت ہوا کہ عنعنہ کو دلسہ قرار دینا بالکل صحیح ہے۔

3- منہاج المتقدمین کے موقف کا حاملین کا یہ کہنا:

" مدلس کی 'عن' والی ہر روایت صحیح ہوتی ہے اِلا یہ کہ کسی خاص روایت میں تصریح ثابت ہو جائے کہ یہ روایت اُس نے اپنے اُستاد سے نہیں سنی تھی، تو صرف یہ روایت ضعیف ہو گی۔" حوالہ محدث، سابقہ ؟؟؟

اُصولِ حدیث کی رُو سے غلط ہے، ورنہ مدلس اور غیر مدلس کی عن والی روایات میں فرق

ہی باقی نہیں رہتا۔ اگر ثقہ غیر مدلس راوی کی کسی خاص روایت میں یہ ثابت ہو جائے کہ انھوں نے اس روایت کو اپنے استاد سے نہیں سنا تھا تو معلول ہونے کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہوتی ہے۔

فائدہ: سنن ابن ماجہ کی روایتِ مذکورہ میں امام مکحول پر تدلیس کا اعتراض غلط ہے اور عبدالرحمن بن ثابت بن ثوبان جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے حسن الحدیث تھے، لہٰذا یہ روایت حسن لذاتہ ہے اور اس کے شواہد بھی ہیں۔ والحمدللہ!

ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ دلس کا لفظ غیر مصرح بالسماع روایت بیان کرنے پر بھی بولا جاسکتا ہے، لہٰذا یہ ضروری ہے کہ امام ابن معین کے مذکورہ قول کا وہی مفہوم لیا جائے جو جمہور محدثین و علما کی تحقیق کے مطابق ہے۔

4- یعقوب بن سفیان الفارسیؒ کے قول: ''وحديث سفيان وأبي إسحٰق والأعمش ما لم يعلم أنه مدلس يقوم مقام الحجة'' ''اور سفیان، ابو اسحٰق اور اعمش کی حدیث، جب معلوم نہ ہو کہ اس میں تدلیس کی گئی ہے تو حجت کے مقام پر قائم یعنی حجت ہے۔'' کا بھی یہی مطلب ہے جو امام ابن معینؒ کے قول کا بیان کیا گیا ہے۔

یہ کیسے معلوم ہو گا کہ سفیان ثوری، ابو اسحٰق سبیعی اور اعمش نے فلاں حدیث میں تدلیس کی ہے یا نہیں؟ تو اس کا جواب آسان ہے کہ اگر ان کے سماع کی تصریح ثابت ہو جائے تو قطعی فیصلہ ہو گیا کہ انھوں نے تدلیس نہیں کی اور اگر تصریح ثابت نہ ہو تو پھر اس بات کا قوی خوف اور ڈر ہے کہ ہو سکتا ہے انھوں نے اس روایت میں تدلیس کی ہو، کسی غیر ثقہ سے روایتِ مذکورہ کو سن کر اسے گرا دیا ہو جیسا کہ سفیان ثوری نے ایک حدیث اپنے نزدیک غیر ثقہ سے سنی تھی جس نے اسے عاصم سے بیان کیا تھا، پھر اسی روایت کو ثوری نے بغیر تصریح سماع کے عاصم سے بیان کر دیا تو اُن کے شاگرد ابو عاصم نے کہا: ہم یہ سمجھتے ہیں کہ سفیان ثوری نے اس حدیث میں۔۔۔۔ سے تدلیس کی ہے۔ دیکھئے: سنن الدارقطنی: ۳/ ۲۰۱ ح ۳۴۲۳ اور علمی مقالات: ۱/ ۲۵۲، ۲۵۳

4 منہج المتقدمین کے شیخ عبداللہ بن عبدالرحمن السعد حفظہ اللہ نے امام شافعی کے اصولِ تدلیس کو 'کلام نظری' کہہ کر یہ عجیب وغریب دعویٰ کیا:

''بلکہ ہو سکتا ہے کہ شافعی نے اس (اُصول) پر خود عمل نہیں کیا، کیونکہ انھوں نے اپنی کتابوں میں بعض جگہ ابن جریج کی معنعن روایات سے حجت پکڑی اور شافعی نے یہ ذکر نہیں کیا کہ ابن جریج نے یہ روایات اپنے اَساتذہ سے سنی ہیں۔ دیکھئے: کتاب الرسالہ: ۴۹۸، ۸۹۰، ۹۰۳ اور برائے ابوالزبیر الرسالہ: ۴۹۸، ۸۸۹

عرض ہے کہ یہ کلام کئی وجہ سے باطل ہے:

- امام شافعی کا ''بِاسنادہ صحیح'' وغیرہ کہنے کے بغیر مجرد روایت بیان کرنا حجت پکڑنا نہیں ہے۔
- یہ ضروری نہیں ہے کہ مدلس کے سماع کی تصریح خود امام شافعی سے صراحتاً ثابت ہو بلکہ دوسری کتاب میں اس کی صراحت کافی ہے جیسا کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کے مدلسین کی مرویات کے بارے میں علماے کرام کا عمل جاری وساری ہے۔
- روایاتِ مذکورہ کی تفصیل درج ذیل ہے:
- الرسالہ: ۴۹۸ اس میں سماع کی تصریح کتاب الام (۱ ؍ ۸۴) میں موجود ہے۔ دیکھئے: الرسالہ کا حاشیہ ص ۱۷۸ نمبر ۹
- الرسالہ: ۸۹۰ ابن جریج کی عطا سے روایت قوی ہوتی ہے، لہٰذا سماع کی یہاں ضرورت نہیں، دوسرے یہ کہ یہ سیدنا جبیر بن مطعمؓ کی بیان کردہ صحیح حدیث السنن الصغریٰ للنسائی ۱ ؍ ۲۸۴ ح ۵۸۶ ترقیم تعلیقاتِ سلفیہ کی تائید میں ہے۔
- الرسالہ: ۹۰۳ روایتِ مذکورہ موقوف ہے اور اس میں ابن جریج کے ابن ابی ملیکہ سے سماع کی تصریح اخبار مکہ للفاکہی (ج ۱ ص ۲۵۷ ح ۴۹۶ وسندہ حسن لذاتہ) میں موجود ہے۔
- الرسالہ: ۴۹۸ ابوالزبیر کے سماع کی تصریح سنن النسائی (۱ ؍ ۲۸۴ ح ۵۸۶) میں موجود ہے۔
- الرسالہ: ۸۸۹ اس میں ابوالزبیر کے سماع کی تصریح سنن النسائی (۵۸۶) میں موجود ہے۔

ایک شخص نے کتاب الرسالۃ کے فقرہ: ۱۲۲۰، کا حوالہ (محدث: ص ۳۶) بھی امام شافعی کے اُصول کے خلاف بطورِ رد پیش کیا ہے، حالانکہ اسی حوالے میں 'أخبرہ' کے ساتھ سماع کی تصریح موجود ہے۔ ثابت ہوا کہ شیخ عبداللہ السعد کا امام شافعی پر معارضہ پیش کرنا باطل ہے۔

5۔ منہج المتقدمین کے نام سے بعض جدید علما نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ثقہ مدلس کی غیر مصرح بالسماع (عن والی) ہر روایت صحیح و مقبول ہوتی ہے، اِلا یہ کہ کسی خاص روایت میں صراحتاً تدلیس ثابت ہو تو وہ ضعیف ہو جاتی ہے!!

اس مرجوح اور غلط منہج کی تردید کے لئے ہمارے ذکر کردہ اکیس (۲۱) حوالے کافی ہیں، تاہم مزید حوالے بھی پیشِ خدمت ہیں:

22 امام بخاریؒ نے قتادہ عن ابی نضرہ والی ایک روایت کے بارے میں فرمایا:

''ولم یذکر قتادۃ سماعًا من أبي نضرۃ في ھذا'' (جزء القراءۃ: ۱۰۴) ''اور قتادہ نے ابو نضرہ سے اس روایت میں اپنے سماع کا ذکر نہیں کیا۔'' معلوم ہوا کہ امام بخاری کے نزدیک مدلس کا سماع کی تصریح نہ کرنا صحتِ حدیث کے منافی ہے۔

23 أعمش عن حبیب بن أبي ثابت عن عطاء بن أبي رباح عن (ابن) عمر والی ایک روایت پر جرح کرتے ہوئے امام ابن خزیمہ نے فرمایا: دوسری بات یہ ہے کہ اعمش مدلس ہیں، انھوں نے حبیب بن ابی ثابت سے اپنے سماع کا ذکر نہیں کیا۔ الخ

(کتاب التوحید ص ۳۸، علمی مقالات: ۳ ۲۲۰)

24 اِمام شعبہ بن الحجاج رحمہ اللہ (متوفی ۱۶۰ھ) نے فرمایا: میں قتادہ کے منہ کو دیکھتا رہتا، جب آپ کہتے: میں نے سنا ہے یا فلاں نے ہمیں حدیث بیان کی، تو میں اسے یاد کر لیتا اور جب آپ کہتے: فلاں نے حدیث بیان کی، تو میں اسے چھوڑ دیتا تھا۔ (تقدمۃ الجرح والتعدیل ص ۱۶۹، وسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ امام شعبہ بھی مدلس کی عدمِ تصریحِ سماع والی روایت کو حجت نہیں سمجھتے تھے۔ نیز دیکھئے علمی مقالات (ج ۱ ص ۲۶۱۔۲۶۲)

25 حافظ ابن عبدالبر نے کہا: اور انھوں (محدثین) نے فرمایا: اعمش کی تدلیس (یعنی عن والی روایت) غیر مقبول ہے، کیونکہ انھیں جب (معنعن روایت کے بارے) پوچھا جاتا تو

غیر ثقہ کا حوالہ دیتے تھے۔الخ (التمہید: ۱/ ۳۰، علمی مقالات: ۱/ ۲۷۰)

ابن عبدالبر سے اس کے علاوہ تاسف والا ایک گول مول قول بھی موجود ہے۔ (دیکھئے: التمہید: ۱۹/ ۲۸۷) لیکن وہ قول جمہور کے خلاف ہونے کی وجہ سے مرجوح ہے۔

26 محمد بن فضیل بن غزوان (متوفی ۱۹۵ھ) نے کہا: مغیرہ (بن مقسم) تدلیس کرتے تھے، پس ہم اُن سے صرف وہی روایت لکھتے جس میں وہ حدثنا ابراہیم کہتے تھے۔ (مسند علی بن الجعد: ۱/ ۴۳۰ ح ۶۶۳ وسندہ حسن، دوسرا نسخہ: ۶۴۴، علمی مقالات ج ۱ ص ۲۸۷)

معلوم ہوا کہ محمد بن فضیل بھی مدلس کی وہ روایت، جس میں سماع کی تصریح نہ ہو ضعیف و مردود سمجھتے تھے۔

27 ابن القطان الفاسی (متوفی ۶۲۸ھ) نے کہا: ''**ومعنعن الأعمش عرضة لتبين الانقطاع فإنه مدلس**'' اور اعمش کی معنعن (عن والی) روایت انقطاع بیان کرنے کا نشانہ اور ہدف ہے، کیونکہ وہ مدلس ہیں۔ (بیان الوہم والایہام: ۲/ ۴۳۵ ح ۴۴۱)

اگر مدلس کی عن والی روایت مطلقاً صحیح ہوتی ہے تو پھر انقطاع کے ہدف اور نشانہ ہونے کا کیا مطلب؟!

28 زہری عن عروہ والی ایک روایت کے بارے میں امام ابو حاتم الرازی نے فرمایا:

'' **الزهري لم يسمع من عروة هذا الحديث فلعله دلّسه** '' (علل الحدیث: ۱/ ۳۲۴ ح ۹۶۸)

''زہری نے عروہ سے یہ حدیث نہیں سنی، لہٰذا ہو سکتا ہے کہ انھوں نے اس میں تدلیس کی ہو۔''

29 اِمام یحییٰ بن سعید القطان بھی مدلس کی تصریحِ سماع نہ ہونے کو صحتِ حدیث کے منافی سمجھتے تھے، جیسا کہ اُن کے عمل سے ثابت ہے، مثلاً دیکھئے یہی مضمون (فقرہ: ۲۱) ابن المدینی رحمہ اللہ کے قول کا رد نمبر ۴۔

30 ابن الترکمانی حنفی نے ایک روایت پر جرح کرتے ہوئے کہا:

''اس میں تین علتیں (وجہِ ضعف) ہیں: ثوری مدلس ہیں اور انھوں نے یہ روایت عن سے بیان کی ہے۔۔۔'' (الجوہر النقی: ۸/ ۲۶۲، الحدیث حضرو: ۶۷ ص ۱۷)

معلوم ہوا کہ ابن التر کمانی کے نزدیک بھی ہر روایت میں مدلس راوی کے سماع کی تصریح کا ثبوت ضروری ہے اور مطلقاً عدمِ تصریحِ سماع والی روایت معلول یعنی ضعیف ہوتی ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے حوالے ہیں، مثلاً عینی حنفی نے کہا: اور سفیان (ثوری) مدلسین میں سے تھے اور مدلس کی عن والی روایت حجت نہیں ہوتی اِلا یہ کہ اُس کی تصریحِ سماع دوسری سند سے ثابت ہو جائے۔ (عمدۃ القاری: ۳/ ۱۱۲، الحدیث حضرو: ۶۶ ص ۲۷، عدد ۶۷ ص ۱۶)

اب عصرِ حاضر کے بعض اہلِ حدیث علماء کے دس حوالے پیشِ خدمت ہیں:

13 مولانا ارشاد الحق اثری صاحب نے حافظ ابن حجرؒ کے نزدیک طبقۂ ثالثہ و طبقۂ ثانیہ کے مدلسین کی معنعن اور غیر مصرح بالسماع روایات کو غیر صحیح اور ضعیف قرار دیا ہے، جیسا کہ اس مضمون کے بالکل شروع میں باحوالہ بیان کر دیا گیا ہے۔

32 مولانا محمد داود ارشد صاحب نے امام سفیان ثوری کو مدلس قرار دینے کے بعد لکھا:

"جب یہ بات متحقق ہو گئی کہ سفیان ثوری مدلس ہیں، تو اب سنیے کہ زیر بحث اَحادیث میں امام سفیان ثوری نے تحدیث کی صراحت نہیں کی بلکہ معنعن مروی ہے، اور مدلس راوی کی روایت سماع کی صراحت کے بغیر ضعیف ہوتی ہے۔" الخ (حدیث اور اہلِ تقلید: ۱/ ۲۳۷)

33 ذہبیٔ عصر حقاً شیخ عبد الرحمن بن یحییٰ المعلمی الیمانی المکی رحمہ اللہ نے سفیان ثوری کی ایک معنعن روایت کو معلول قرار دیتے ہوئے پہلی علت یہ بیان کی کہ سفیان تدلیس کرتے تھے اور کسی سند میں اُن کے سماع کی تصریح نہیں ہے۔ دیکھئے: (التنکیل بما في تانیب الکوثري من الاباطیل: ۲/ ۲۰) اور الحدیث حضرو: ۶۷ ص ۱۸)

34 محترم مبشر احمد ربانی صاحب نے اعمش کی ایک روایت پر دوسری جرح درج ذیل الفاظ میں لکھی:

" اعمش مدلس ہیں اور ضعفاء و مجاہیل سے تدلیس کر جاتے ہیں اور اس روایت میں انھوں نے سماع کی تصریح نہیں کی۔" (اَحکام و مسائل کتاب و سنت کی روشنی میں: ۱/ ۱۷۶، طبع اوّل ۲۰۰۸ء) نیز دیکھئے: (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/ ۵۳، ۳/ ۵۷۔۵۸)

معلوم ہوا کہ ربانی صاحب کے نزدیک مدلس کی معنعن روایت (غیر صحیحین میں) ضعیف

ہوتی ہے اور اس سلسلے میں اُن سے رابطہ کر کے مزید معلومات بھی حاصل کی جاسکتی ہیں۔

35 مولانا عبدالرحمن مبارک پوری رحمہ اللہ نے سید نا بلالؓ کی طرف منسوب جرابوں پر مسح والی ایک روایت کو ضعیف قرار دیا اور فرمایا: ''في سنده الأول الأعمش وهو مدلس ورواه عن الحكم بالعنعنة ولم يذكر سماعه منه ۔۔۔''

اس کی پہلی سند میں اعمش ہیں اور وہ مدلس ہیں، انھوں نے اسے حکم (بن عتیبہ) سے عن کے ساتھ روایت کیا ہے اور اُن سے سماع کا ذکر نہیں کیا۔ الخ (تحفۃ الاحوذي: ۱/ ۱۰۱ تحت ح ۹۹ باب فی المسح علی الجوربین والنعلین)

36 حافظ ابن حجر کی طبقات المدلسین کے نزدیک طبقۂ ثانیہ کے مدلس یحییٰ بن ابی کثیر کے بارے میں سعودی عرب کے مشہور شیخ عبدالعزیز ابن بازؒ نے فرمایا:

''و يحيى مدلس و المدلس إذا لم يصرح بالسماع لم يحتج به إلا ما كان في الصحيحين''

(مجموع فتاویٰ ابن باز: ۲۶/ ۲۳۶ بحوالہ مکتبہ شاملہ)

''اور یحییٰ مدلس ہیں اور مدلس اگر سماع کی تصریح نہ کرے تو اس سے حجت نہیں پکڑی جاتی اِلا یہ کہ جو کچھ صحیحین میں ہے/ تو وہ حجت ہے۔''

نیز دیکھئے حافظ عبدالمنان نور پوری صاحب کی کتاب: (احکام و مسائل: ج ۱ ص ۲۴۶، ۲۴۷)

37 مولانا محمد یحییٰ گوندلوی نے مدلس کی عن والی روایت کے بارے میں عام اُصول بیان فرمایا کہ '' مدلس کی معنعن روایت ناقابل قبول ہے۔'' (ضعیف اور موضوع روایات ص ۶۸، کتاب الایمان سے تھوڑا پہلے، دوسرا نسخہ ص ۶۶)

گوندلوی صاحب نے سفیان ثوری کی تدلیس (عنعنہ) کو روایت کی علت (وجہ ضعف) قرار دیا ہے۔ دیکھئے: (صحیح سنن الترمذی مترجم: ۱/ ۱۹۲)

اور فرمایا: ''اس روایت کے ضعف کی وجہ سفیان ثوری کی تدلیس ہے۔ سفیان مدلس ہیں اور مدلس جب عن سے روایت کرے تو قابل حجت نہیں اور مذکورہ روایت بھی عن سے ہے، جس وجہ سے اس روایت کو صحیح قرار نہیں دیا جاسکتا۔'' (صحیح سنن الترمذی: ۱/ ۱۹۳)

گوندلوی صاحب نے اپنی ایک سابقہ بات سے رجوع کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

”راقم نے خیر البراہین میں لکھا تھا کہ سفیان کی تدلیس مضر نہیں مگر (صح و فی الاصل : بگر) بعد ازاں تحقیق سے معلوم ہوا کہ مضر ہے۔“ (ضعیف اور موضوع روایات، ص ۲۵۹ کا حاشیہ، طبع ثانی، ستمبر ۲۰۰۶ئ)

38 ملک عبدالعزیز مناظر ملتانی رحمہ اللہ ([سابق] متہم مدرسہ عربیہ دارالحدیث محمدیہ ملتان) نے قتادہ کی ایک روایت کے بارے میں فرمایا: ” قتادہ چونکہ مدلس اور عنعن سے روایت کرتا ہے، ایسی حدیث قابل حجت نہیں ہوتی۔“

(فیصلہ رفع الیدین، تبرید العینین فی اثبات رفع الیدین ص ۳۴، استیصال التقلید و دیگر رسائل ص ۹۰)

39 مولانا محمد ابوالقاسم سیف بن محمد سعید البنارسیؒ ایک روایت پر جرح کرتے ہوئے لکھا:

”۔۔۔ خود معلوم اور قابل حجت و تسلیم نہیں، کیونکہ اس کا ایک راوی سفیان ثوری مدلس ہے اور عن سے روایت کرتا ہے۔۔۔“ الخ (تذکرۃ المناظرین از قلم محمد مقتدی اثری عمری، ص ۳۳۵)

04 حافظ ابن حجر کے نزدیک طبقۂ ثانیہ کے مدلس زکریا بن ابی زائدہ کے بارے میں مولانا خواجہ محمد قاسمؒ نے لکھا ہے: ”گذارش ہے کہ حضرت نعمان بن بشیرؓ والی سند میں زکریا بن ابی زائدہ مدلس ہے جو عن سے روایت کرتا ہے۔“ (حدیث اور غیر اہلِ حدیث بجواب حدیث اور اہلحدیث، ص ۷۲)

منہج المتقدمین والے نہ تو امام شافعی رحمہ اللہ کے بیان کردہ اُصول کو مانتے ہیں اور نہ حافظ ابن حجر کی طبقاتی تقسیم پر یقین رکھتے ہیں، لہٰذا عرض ہے کہ حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ (سابق) متہم جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ نے ایک روایت پر جرح کرتے ہوئے لکھا ہے:

” اس حدیث کی سند میں امام قتادہ ہیں۔ جو تیسرے طبقے کے مدلسین سے ہیں۔ اور وہ عن کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ یعنی یہ نہیں کہتے کہ میں نے یہ حدیث سنی۔ اور ایسی حدیث حجت نہیں ہوتی۔“ الخ (خیر الکلام ص ۱۵۹، دوسرا نسخہ ص ۱۲۳)

نیز دیکھئے: (توضیح الکلام: ۲ ۲۹۵، دوسرا نسخہ ص ۷۰۰ بلفظ مختلف)

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے حوالے ہیں اور عصرِ حاضر میں مسلک حق کا دفاع کرنے والے مناظرین مثلاً مولانا مبشر احمد ربانی، محترم مولانا محمد داؤد ارشد، محترم مولانا ابو الاسجد محمد صدیق رضا اور محترم حافظ عمر صدیق حفظہ اللہ وغیرہم اسی منہج پر قائم ہیں کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم

کے علاوہ دوسری کتابوں میں مدلس کی عن والی روایت حجت نہیں ہوتی اور یہی مفتیٰ بہ قول ہے اور اسی پر عمل ہے۔

ان چالیس حوالوں کے بعد بریلویوں اور دیوبندیوں کے دس حوالے پیشِ خدمت ہیں:

41 احمد رضا خان بریلوی نے عبداللہ بن ابی نجیح المکی المفسر (طبقہ ثالثہ عند ابن حجر) کی ایک روایت کے بارے میں لکھا ہے: ''اس کا مدار ابن ابی نجیح پر ہے وہ مدلس تھا اور یہاں روایت میں عنعنہ کیا اور عنعنۂ مدلس جمہور محدثین کے مذہب مختار و معتمد میں مردود و نامستند ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات: ۵/ ۲۴۵)

شریک القاضی (طبقہ ثانیہ عند ابن حجر) پر بھی احمد رضا خان نے تدلیس والی جرح بطورِ رضامندی نقل کی ہے۔ دیکھئے: (فتاویٰ رضویہ: ۲۴/ ۲۳۹)

42 بریلویوں کے مناظر محمد عباس رضوی بریلوی رضا خانی نے سفیان ثوری کی ایک روایت کے بارے میں لکھا ہے:

'' یعنی سفیان مدلس ہے اور یہ روایت انہوں نے عاصم بن کلیب سے عن کے ساتھ کی ہے اور اصول محدثین کے تحت مدلس کا عنعنہ غیر مقبول ہے جیسا کہ آگے انشاءاللہ بیان ہو گا۔''

(مناظرے ہی مناظرے، ص ۲۴۹)

عباس رضوی نے سلیمان الاعمش کی ایک معنعن روایت کے بارے میں کہا:

'' اس روایت میں ایک راوی امام اعمش ہیں جو کہ اگرچہ بہت بڑے امام ہیں لیکن مدلس ہیں اور مدلس راوی جب عن: سے روایت کرے تو اس کی روایت بالاتفاق مردود ہو گی۔''

(واللہ آپ زندہ ہیں، ص ۳۵۱)

43 غلام مصطفی نوری بریلوی نے سعید بن ابی عروبہ (طبقۂ ثانیہ عند ابن حجر) کی روایت کے بارے میں لکھا ہے:

'' لیکن اس کی سند میں ایک تو سعید بن ابی عروبہ ہیں جو کہ ثقہ ہیں لیکن مدلس ہیں اور یہ روایت بھی انہوں نے قتادہ سے لفظ عن کے ساتھ کی ہے اور جب مدلس عن کے ساتھ روایت کرے تو وہ حجت نہیں ہوتی۔''

(ترکِ رفع یدین، ص ۴۲۵ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ اے، فیصل آباد)

44 محمد شریف کوٹلوی بریلوی نے سفیان ثوری کی ایک روایت پر جرح کرتے ہوئے لکھا:

" اور سفیان کی روایت میں تدلیس کا شبہ ہے۔" (فقہ الفقیہ، ص ۱۳۴)

45 محمود احمد رضوی بریلوی نے کہا: " اور یہ بھی مسلم ہے کہ مدلس جب لفظ عن سے روایت کرے تو روایت متصل نہیں قرار پائے گی۔۔۔ لہٰذا یہ روایت منقطع ہو گی اور قابل حجت نہ رہے گی۔" (فیوض الباری فی شرح صحیح البخاری، حصہ سوم ص ۴۰۶، دیکھئے: علمی مقالات: ۳ ۶۱۳۔۶۱۴)

46 حسین احمد مدنی ٹانڈوی دیوبندی نے امام سفیان ثوری کی روایت پر جرح کرتے ہوئے کہا: " اور سفیان تدلیس کرتا ہے۔" (تقریر ترمذی ص ۳۹۱ کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

47 سرفراز خان صفدر دیوبندی نے کہا:

" مُدلِّس راوی عَنْ سے روایت کرے تو وہ حجّت نہیں اِلاَّ یہ کہ وہ تحدیث کرے یا اسکا کوئی ثقہ متابع ہو مگر یہ یاد رہے کہ صحیحین میں تدلیس مضر نہیں۔ وہ دوسرے طرق سے سماع پر محمول ہے۔" (مقدمہ نووی ص ۱۸، فتح المغیث، ص ۷۷، تدریب الراوی ص ۱۴۴)(خزائن السنن: ۱ ۱)

48 فقیر اللہ دیوبندی نے لکھا ہے:

" حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: **"حكم من ثبت عنه التدليس إذا كان عدلاً أن لا يقبل منه إلا ما صرح فيه بالتحديث على الأصح"** (نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر، ص ۴۵)

"عادل راوی سے جب ایک مرتبہ تدلیس ثابت ہو جائے تو اس کا حکم یہ ہے کہ اس کی وہی روایت مقبول کی جائے گی جس میں تحدیث کی تصریح ہو گی"

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا بیان کردہ یہ حکم تمام علما اصول کے ہاں متفق علیہ ہے علامہ عراقیؒ، علامہ ابن عبدالبرؒ کے مقدمہ تمہید سے مدلس کا یہی حکم نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **"فهذا ما لا اعلم فيه ايضًا خلافًا"** (التقیید والایضاح)

"اس حکم میں علماء اصول کا کوئی اختلاف میرے علم میں نہیں ہے۔" (خاتمۃ الکلام، ص ۴۷۶)

49 ایک غالی دیوبندی امداد اللہ انور تقلیدی نے ایک روایت کے بارے میں کہا:

" اس کی سند میں اعمش راوی مدلس ہیں۔ اس نے عنعن سے روایت کی ہے اور اس کا سماع

حکم سے ثابت ثابت نہیں ہے۔'' (مستند نماز حنفی، ص ۳۵)

50 محمد الیاس فیصل دیوبندی نے لکھا ہے:

'' اس کی سند میں اعمش راوی مدلّس ہے۔ اس نے عَنْعَنَ سے روایت کی ہے اور اس کا سماع حکم سے ثابت نہیں ہے۔'' (نمازِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۸۵)

ان حوالوں سے یہ ثابت ہو گیا کہ جمہور محدثین کرام اور علمائے حق کے نزدیک مدلس راوی کی عن والی روایت (غیر صحیحین میں) حجت نہیں ہے، اور اسے 'سرتاسر حقیقت کے منافی' قرار دینا غلط ہے نیز اہلِ حق کے علاوہ دوسرے فرقوں سے بھی یہی اُصول و منہج ثابت ہے، لہٰذا منہج المتقدمین والوں کا بعض شاذ اقوال لے کر کثیر التدلیس اور قلیل التدلیس کا شوشہ چھوڑ کر مسئلہ تدلیس کا انکار باطل و مردود ہے۔

اس تحقیقی مضمون میں بیان کردہ پچاس حوالوں کے مذکورین کے نام علی الترتیب الہجائی درج ذیل ہیں:

ابن الترکمانی حنفی	ابن الصلاح	ابن القطان الفاسی
ابن الملقن	ابن باز	ابن حبان
ابن حجر العسقلانی	ابن خزیمہ	ابن عبد البر
ابن کثیر	ابناسی	ابو القاسم بنارسی
ابو بکر الصیرفی	ابو حاتم الرازی	احمد بن حنبل
احمد رضا خان بریلوی	ارشاد الحق اثری	اسحاق بن راہویہ
اسماعیل بن یحییٰ المزنی	امداد اللہ انور	بخاری
بلقینی	بیہقی	حسین احمد مدنی
حسین الطیبی	خطیب بغدادی	خواجہ محمد قاسم
داود ارشد	زکریا الانصاری	سخاوی
سرفراز خان صفدر	سیوطی	شافعی
شعبہ	عباس رضوی	عبد الرحمن بن مہدی
عبد الرحمن مبارکپوری	عبد العزیز ملتانی	عراقی

○ غلام مصطفی نوری ○ فقیر اللہ دیوبندی ○ مبشر ربانی
○ محمد الیاس فیصل ○ محمد بن امیر الصنعانی
○ محمد بن فضیل بن غزوان ○ محمد شریف کوٹلوی ○ محمد یحییٰ گوندلوی
○ محمود احمد رضوی ○ معلمی ○ نووی
○ یحییٰ القطان

○ امام مسلم رحمہ اللہ نے فرمایا:

" وإنما كان تفقد من تفقد منهم سماع رواة الحديث ممن روى عنهم – إذا كان الراوي ممن عرف بالتدليس فى الحديث وشهر به فحينئذ يبحثون عن سماعه في روايته و يتفقدون ذلک منه، كي تنزاح عنهم علة التدليس "(مقدمہ صحیح مسلم، طبع دارالسلام، ص ۲۲ب)

"جس نے بھی راویانِ حدیث کا سماع تلاش کیا ہے تو اس نے اس وقت تلاش کیا ہے جب راوی حدیث میں تدلیس کے ساتھ معروف (معلوم) ہو اور اس کے ساتھ مشہور ہو تو اس وقت روایت میں اس کا سماع دیکھتے ہیں اور تلاش کرتے ہیں تاکہ راویوں سے تدلیس کا ضعف دور ہو جائے۔"

اس عبارت کی تشریح میں ابن رجب حنبلی نے لکھا ہے:

"وهذا يحتمل أن يريد به كثرة التدليس في حديثه ويحتمل أن يريد (به) ثبوت ذلک عنه وصحته فيكون كقول الشافعي "(شرح علل الترمذی: ۱/ ۳۵۴)

"اور اس میں احتمال ہے کہ اس سے حدیث میں کثرتِ تدلیس مراد ہو، اور (یہ بھی) احتمال ہے کہ اس سے تدلیس کا ثبوت مراد ہو، تو یہ شافعی رحمہ اللہ کے قول کی طرح ہے۔"

عرض ہے کہ اس سے دونوں مراد ہیں یعنی اگر راوی کثیر التدلیس ہو تو بھی اس کی معنعن روایت (اپنی شروط کے ساتھ) ضعیف ہوتی ہے، اور اگر راوی سے (ایک دفعہ ہی) تدلیس ثابت ہو جائے تو پھر بھی اس کی معنعن روایت (اپنی شروط کے ساتھ) ضعیف ہوتی ہے۔

○ بعض الناس نے الکفایہ (ص ۳۷۴، دوسرا نسخہ ۲/ ۴۰۹ رقم ۱۱۹۰) [محدث، ص ۴۸] سے معنعن روایت کے بارے میں امام حمیدی کا ایک قول پیش کیا ہے۔

عرض ہے کہ اس عبارت میں تدلیس کا لفظ یا معنی موجود نہیں بلکہ عمرو بن دینار عن عبید بن عمیر میں یہ اشارہ ہے کہ اس سے غیر مدلس کی معنعن روایات مراد ہیں۔

بطورِ لطیفہ عرض ہے کہ ہمارے علاقے میں ایک مشہور قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص ایک درخت کی ٹہنی پر بیٹھا ہوا آری کے ساتھ اُسے کاٹ رہا تھا، جس حصے کو وہ کاٹ رہا تھا وہ درخت کی طرف تھا اور یہ خود دوسری طرف بیٹھا ہوا تھا، پھر نتیجہ کیا ہوا؟

دھڑام سے نیچے آرہا اور ایسی 'پھکی' ملی کہ دن میں بھی تارے نظر آگئے۔

بالکل یہی معاملہ اُس شخص کا ہے جو ایک طرف منہج المتقدمین کے نام سے تدلیس کے دو حصے (کثیر و قلیل) بنا کر مدلسین کی معنعن روایات کو صحیح سمجھتا ہے اور دوسری طرف اعمش وغیرہ مدلسین (جن کا کثیر التدلیس ہونا متقدمین سے صراحتاً ثابت نہیں) کی معنعن روایات کو ضعیف سمجھتا ہے۔ یہ شخص اگر نیچے نہ گرے تو کیا آسمان میں اُڑے گا؟!

آخر میں عرض ہے کہ تدلیس کے مسئلے میں دو باتوں کی تحقیق انتہائی ضروری ہے:

1 کیا راوی واقعی مدلس تھا یا نہیں؟ اگر مدلس نہیں تھا تو بری من التدلیس ہے، مثلاً ابو قلابہ الجرمی اور بخاری وغیرہما، لہٰذا اُن کی معنعن روایت (اپنی شروط کے ساتھ) مقبول ہے۔

2 اِرسالِ خفی اور ارسالِ جلی کی تحقیق کر کے مسئلہ واضح کر دیا جائے۔

کاش کہ اپنے قلم کو تناقضات کی وادیوں میں دوڑانے والے صحیح تحقیق کا راستہ اختیار کر کے اس طرف بھی اپنی توجہ مبذول فرمائیں۔

اِعلان

ماہنامہ 'محدث' میں مضامین و مراسلات بھیجنے والے حضرات آئندہ اس فون یا ای میل پر رابطہ کر سکتے ہیں۔ کامران طاہر (معاون مدیر) فون: 0302-4424736
ای میل: mkamrantahir@gmail.com

مقاصدِ شریعت ڈاکٹر صہیب حسن (لندن)

امام قرافیؒ اور اُن کی کتاب 'الفروق' کا تعارف

شریعت کے مقاصد پر کئی عظیم تصانیف پائی جاتی ہیں جن میں سرفہرست امام الشاطبیؒ کی 'الموافقات' ہے۔ عزالدین بن عبدالسلام کی 'القواعد الکبریٰ' اور امام ابن قیمؒ کی 'اعلام الموقعین' بھی اسی فن سے متعلق ہیں۔ ابن عبدالسلام کے شاگرد امام القرافی کی کتاب 'الفروق' نے بھی اسی موضوع پر شہرت پائی ہے۔ اس کتاب میں ۲۷۴ فروق کا ذکر کیا گیا ہے۔ کتاب کے تفصیلی تعارف میں 'الفروق' کے معنی و مطلب پر بحث ہوگی، یہ علم اپنی ندرت کی بنا پر اُردو کتب میں قابل ذکر جگہ نہیں پاسکا ہے۔

میرے سامنے مؤسسة الرسالة (بیروت) کا شائع کردہ نسخہ ہے جو چار جلدوں میں شائع ہوا ہے۔ اس کتاب اور صاحبِ کتاب کا تفصیلی تعارف اُردن کے عالم شیخ عمر حسن القیام طیبی نے دو مقدموں کی شکل میں پیش کیا ہے۔ اس کتاب کے حاشیہ پر ابن الشاط (ابوالقاسم، القاسم بن عبداللہ بن محمد بن الشاط الانصاری ۶۴۳ تا ۷۲۳ھ) کی کتاب إدرار الشروق علی أنواء الفروق دی گئی ہے۔ جس میں ابن الشاط نے القرافی کے دیئے گئے 'الفروق' کی تنقیح کی ہے اور جہاں جہاں محشی نے دلائل میں ضعف پایا، وہاں اس کا تذکرہ کردیا یہاں تک کہ مالکی علما نے یہ خوب کہا: ''القرافی کی 'الفروق' کو تھام کے رکھو، لیکن اس میں سے وہی قبول کرو جسے ابن الشاط نے قبول کیا ہو۔''

میں نے سب سے پہلے دونوں مقدمات کو انتہائی اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے اور پھر اصل کتاب میں سے 'الفروق' کا اختصار اس انداز سے کیا ہے کہ مصنف کی ترتیب کا خیال نہیں رکھا ہے بلکہ اُن الفروق کا ذکر پہلے کیا ہے جو عصر حاضر کے مسائل سے بھی تعلق رکھتے ہیں اور زبان و اُسلوب کے اعتبار سے نسبتاً آسان پیرائے میں بیان ہوئے ہیں۔ گو میں نے اپنی

www.KitaboSunnat.com

ترتیب کا لحاظ رکھا ہے لیکن قوسین میں اصل کے اعتبار سے مذکورہ 'فرق' کا نمبر دے دیا ہے۔ مثلاً فرق نمبر ۱ (نمبر ۳۶) یعنی اصل کتاب میں یہ فرق نمبر ۳۶ کی حیثیت سے ذکر کیا گیا ہے۔ اگر مزید تشریح کی ضرورت ہو تو میں نے ایسے اضافات کو 'فائدہ' یا 'فوائد' کا ذیلی عنوان دے کر ذکر کیا ہے۔ گویا اس کتاب کی عربی عبارات کو اختصار کے ساتھ اُردو کا قالب پہنانا میری ایک حقیری کوشش ہے جس میں 'فوائد' کا اضافہ میرے اپنے فہم و اِدراک کا نتیجہ ہے۔

اب اس تمہید کے بعد شیخ طیبی کے تعارفی مقدمات کا اختصار ملاحظہ ہو:

امام قرافی

امام قرافی کا پورا نام مع نسبت یوں ہے: امام شہاب الدین ابوالعباس احمد بن ابی العلاء ادریس بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن یلّین القرافی مصری مالکی۔

امام قرافی کی طرف نسبت 'قرافہ' نامی جگہ کی طرف ہے جو اس علاقے کا نام ہے جہاں فاتح مصر عمرو بن العاص نے ایک شہر کی بنیاد ڈالی تھی۔ اس شہر کا ایک محلّہ قبیلہ قرافہ کے وہاں آباد ہونے کی وجہ سے قرافہ کہلایا۔ عام طور پر قبائل کے نام بھی کسی سردار یا اہم شخصیت کے نام پر رکھے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ قرافہ اس قبیلے کے اَجداد میں سے ایک خاتون کا نام تھا۔ امام قرافی کی نسبت ان کے خاندان کے یہاں آباد ہونے کی وجہ سے ہے، نہ کہ اصل کے اعتبار سے۔ وہ خود اپنے رسالہ العقد المنظوم في الخصوص والعموم میں لکھتے ہیں:

''میرا قرافی کی نسبت سے مشہور ہونا اس لیے نہیں ہے کہ میں اس قبیلے میں سے ہوں بلکہ اس لیے کہ یہاں کچھ دیر ہماری سکونت رہی ہے۔ میں اصلاً مراکش کے علاقہ صنھاجہ سے ہوں، البتہ میری پیدائش ۶۲۶ھ میں مصر میں ہوئی اور یہیں میں پلا بڑھا۔''

امام قرافی نے قاہرہ کے مدارس ہی میں تعلیم پائی۔ گو اُنہیں مالکی مذہب کے ائمہ میں سے شمار کیا جاتا ہے، لیکن اُنہیں بقولِ امام سیوطیؒ مجتہد کا درجہ حاصل ہے کہ وہ ہمیشہ دلیل کے پابند نظر آتے ہیں، چاہے مذہب کی مخالفت ہی کیوں نہ ہوتی ہو۔

اساتذہ کرام

اُنہیں یہ بلند درجہ اس لیے ملا کہ اُنہوں نے اپنے زمانہ کے مشہور اہل علم کے سامنے

www.KitaboSunnat.com

زانوے تلمذ طے کیا۔ اُن کے اساتذہ میں مندرجہ ذیل مشہور علما وفقہا شامل ہیں:

❶ ابومحمد عزالدین بن عبدالسلام سلمی دمشقی (٦٦٠ھ): مذہبِ شافعی کے مشہور عالم جنہوں نے مقاصدِ شریعت کے موضوع پر ایک انتہائی قابل قدر کتاب تصنیف کی جسے 'القواعد الکبریٰ' کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ اس کتاب کے مقابلے کی تصنیف مشکل سے ملے گی۔ البتہ شاطبی کی 'الموافقات' اس کے ہم پلہ کتاب ہے۔ القرافی اپنے ان شیخ کے ساتھ مصر میں ان کی آمد (٦٣٨ھ) سے لے کر اُن کی وفات (٦٦٠ھ) یعنی بیس سال سے زائد اُن سے استفادہ کرتے رہے۔ شیخ کے دوسرے تلامذہ میں ابن دقیق العید، ابوشامہ مقدسی، علاء الدین الباجی اور حافظ دمیاطی نے بھی میدانِ علم وفضل میں شہرت پائی۔

القرافی نے جہاں اپنے شیخ سے بے پایاں استفادہ کیا، وہاں ایک بات کھٹکتی بھی رہی کہ وہ اکثر اپنے شیخ کی عبارت بغیر ان کا حوالہ دیے نقل کئے جاتے ہیں۔ یہاں امام نووی کی یہ بات قابل ذکر ہے کہ ''نصیحت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ کوئی بھی قابل ذکر یا اچھوتا نکتہ ہو تو اس کی نسبت اس کے قائل کی طرف کی جانی چاہئے، جو ایسا کرے گا تو اس کے عمل اور حالات میں برکت پیدا ہوگی، لیکن جس نے یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ یہ میرا اپنا کلام ہے تو بہتر ہے کہ اس کے علم سے استفادہ نہ کیا جائے۔''

❷ اُن کے دوسرے استاذ ابن الحاجب ہیں، جن کا پورا نام ہے: ابوعمرو عثمان بن عمر بن ابی بکر الکردی (٥٧٠ھ تا ٦٤٦ھ)۔ اپنے زمانہ میں آپ مالکی مذہب کے امام رہے ہیں، اُن کی چند تصانیف یہ ہیں:

① جامع الامہات جز مالکی مذہب کی اصل الاصول کتاب 'المدونة' کا اختصار ہے۔

② نحو وصرف میں الکافیة اور الشافیة

③ الاَمالی: مذکورہ دو کتب سے زیادہ تفصیل موجود ہے۔

④ منتهى السول الأمل في علمي الأصول والجدل

❸ تیسرے اہم استاد شیخ الشریف الکرکی، ابومحمد، محمد بن عمران بن موسیٰ الحسینی (٦٨٨ھ) ہیں۔ ان کی ولادت شہر فاس (مغربِ اَقصیٰ) میں ہوئی لیکن پھر مصر ہجرت کر گئے جہاں القرافی

www.KitaboSunnat.com

نے ان سے استفادہ کیا۔ ابن فرحون نے اُنہیں مصر و شام میں شافعی اور مالکی مذہب کا امام قرار دیا ہے۔

❹ چوتھے استاد خسرو شاہی، عبدالحمید بن عیسیٰ بن عمر یہ (۵۸۰تا۶۵۲ھ) ہیں۔ یہ امام رازی کے تلامذہ میں سے ہیں۔ فقہ اور اُصول فقہ میں بڑا نام پایا۔

ان کی تصنیفات میں موضوع فقہ پر المهذب کا اختصار، ابن سینا کے المقالات کا اختصار اور تتمه الآيات البينات شامل ہیں۔

❺ پانچویں استاد قاضی القضاۃ شمس الدین ابوبکر محمد بن ابراہیم بن عبدالواحد مقدسی حنبلی (۶۰۳تا۶۷۶ھ) ہیں جن کا شمار حنبلی مذہب کے اماموں میں سے ہوتا ہے۔ یہ بھی مصر منتقل ہوگئے تھے۔ القرافی نے ان سے 'کتاب وصول ثواب القرآن' کی سماعت کا ذکر کیا ہے۔

امام قرافیؒ کی تصنیفات

القرافی کی تئیس مصنفات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جن میں سے مندرجہ ذیل کتب اہم ہیں:

① الأجوبة الفاخرة عن الأسئلة الفاجرة في الردّ على اليهود والنصارٰى

② الإحكام في تمييز الفتاوٰى عن الأحكام وتصرفات القاضي والإمام

③ تنقيح الفصول في الأصول

④ الذخيرة ۱۴ جلدوں میں تحقیق کے ساتھ المغرب سے شائع ہوچکی ہے۔

⑤ الفروق جس کا پورا نام ہے: "أنوار البروق في أنواء الفروق"

⑥ نفائس الأصول في شرح المحصول

⑦ اليواقيت في أحكام المواقيت

کتاب الفروق کا تعارف

امام سیوطی نے علم الفروق کا تعارف ان الفاظ سے کیا:

''وہ علم جس میں ایسے مسائل کے بارے میں فرق بیان کیا جاتا ہے جو بظاہر ایک جیسے معلوم ہوتے ہیں لیکن اپنے سبب اور حکم کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں۔''

www.KitaboSunnat.com

اس لحاظ سے اس علم کے لیے فقہ سے اتنی گہری ممارست ہونی چاہئے کہ فقیہ اُن اسباب کی تہ تک پہنچ سکے جو حکم میں مؤثر ہوتی ہیں، کیونکہ اس طرح ہی دو متشابہ مسائل کے درمیان فرق کا پتہ چل سکتا ہے، اس علم کی اساس دو ستونوں پر قائم ہے:

① قواعدِ کلیہ اور ② مقاصدِ شرعیہ کا جاننا: قواعدِ کلیہ سے مراد وہ اصطلاحی تعریفات ہیں جو فقہی انداز میں چند قانونی اُصولوں کو انتہائی جامعیت اور اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ اور جنہیں فقہا شریعت کے مختلف دلائل سے اَخذ کرتے رہے ہیں۔

شیخ مصطفیٰ الزرقا لکھتے ہیں کہ فقہا کی اصطلاح 'قواعد' اور قرافی کے مذکورہ 'قواعد' میں فرق پایا جاتا ہے۔ قرافی کے نزدیک دو متشابہ موضوعات میں بنیادی احکام کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ اس کا اندازہ اُن کے لگائے ہوئے عنوانات سے ہوجاتا ہے مثلاً اُن کے چند عنوانات ملاحظہ ہوں:

① شہادت اور روایت میں فرق

② قاعدہ 'انشاء' اور قاعدہ 'خبر' میں فرق

③ ان دو قواعد میں فرق

وہ مسائل جن میں جہالت اور ناواقفیت مؤثر ہوتی ہے اور وہ مسائل جہاں وہ مؤثر نہیں ہوتی ہے۔ گویا قاعدہ سے مراد ایک خاص موضوع میں بنیادی حکم مقصود ہوتا ہے، نہ کہ اصطلاحی معنی۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کتاب میں ایسے فقہی قاعدے اور دستوری نکات بیان نہیں ہوئے کہ جنہیں قواعد وضوابط اور اسباب وعلل کے تحت بیان کیا جاسکتا ہے۔

اس کتاب کا دوسرا ستون مقاصدِ شرعیہ ہیں۔ یہ وہ علم ہے کہ جس کی جڑیں صحابہ کرام کے فتاویٰ اور فیصلوں میں دیکھی جاسکتی ہیں اور جو امام شاطبیؒ کی 'الموافقات' میں پورے جوبن پر نظر آتا ہے۔ گو اُن کے راستے میں فقہی مذاہب سے قابل مذمت تعصب اور اجتہاد کے دروازوں کو بند کردینے جیسی رکاوٹیں حائل تھیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ مالکی مذہب میں شریعت کے مقاصد کو خاص طور پر ملحوظ رکھا جاتا ہے۔

ابوبکر بن العربی (۵۴۳ھ) کہتے ہیں:

''امام شافعی اور دوسرے ائمہ شریعت کو اس نگاہ سے نہیں دیکھتے کہ جس سے امام مالکؒ سے

www.KitaboSunnat.com

دیکھتے ہیں، اور وہ مصلحت اور مقاصد کا خاص خیال نہیں رکھتے بلکہ ظاہری اُمور پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔'' (احکام القرآن:۲/۶۲۳)

امام ذہبیؒ نے امام مالکؒ کی سیرت میں لکھا ہے:

''بہرصورت مالکی فقہ کا کیا کہنا کہ امام مالک کی اکثر آراء درست پائی گئیں۔ اُن کے اعزاز کے لیے یہی کافی ہے کہ اُنہوں نے حیلوں بہانوں کا چور دروازہ اُٹھا کے بند کردیا اور مقاصد کی طرف خاص توجہ دی۔'' [سیر اعلام النبلاء:۸/۹۲]

امام ابن تیمیہ نے بھی اجمالاً اس بات کا ذکر کیا ہے، وہ کہتے ہیں:

''مدینہ نبویہ کے رہنے والوں کا مذہب مشرق ومغرب کے تمام شہروں کے رہنے والوں کے مذہب سے زیادہ صحیح ہے، اُصول میں بھی اور فروع میں بھی۔''

[صحة أصول مذهب أهل المدينة:ص۱۹]

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ القرافی نے اس فن کی باریکیوں کو سمجھنے کے لیے اپنے شیخ عزالدین بن عبدالسلام سے خاص طور پر استفادہ کیا ہے۔ اور فقہ مقاصد کے ضمن میں اُن کی آراء چار طرح پر ظاہر ہوتی ہیں:

① مقاصد اور اس کی تمام اقسام کی تعریف بیان کرنا اور پھر دلائل میں تعارض کے وقت مقاصد کی بنیاد پر حکم کا لگانا۔

② اَحکام کو مقاصد کے ساتھ مربوط کرنا۔ مثلاً اُن کا یہ کہنا کہ مال کی حفاظت کے لیے چور کا ہاتھ کاٹا جانا، نسب کی حفاظت کے لیے سنگسار کیا جانا، عزت وناموس کی حفاظت کے لیے کوڑے مارنا اور ان میں پھر اہمیت کے اعتبار سے ترتیب کو ملحوظ رکھنا۔

③ اکثر قواعد اور فروق میں مصالح اور مفاسد کا خیال رکھنا اور ان دونوں میں توازن کے اعتبار سے کسی چیز پر حکم لگانا۔

④ سدالذرائع (یعنی حرام چیز کی طرف جانے والے راستوں کا بند کرنا) اور اس کی تمام اقسام کا خاص خیال رکھنا۔

یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ جن فقہا نے مقاصد شریعت کو ملحوظ رکھا ہے، اُنہوں نے اجتہاد کا راستہ اختیار کیا ہے۔ گو ان کی نسبت کسی ایک فقہی مذہب کی طرف رہی ہے، لیکن اس معاملہ میں

www.KitaboSunnat.com

وہ کسی ایک مذہب کی تقلید نہیں کرتے بلکہ دلیل کی روشنی میں مقصدِ شریعت کی رعایت ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے حکم لگاتے ہیں۔ ہمیں یہ طرزِ استدلال مندرجہ ذیل تمام کتب میں نظر آتا ہے:

ابن عبدالسلام کی	القواعد الکبریٰ
ابن رُشد کی	بداية المجتهد
الغزالی کی	غياث الأمم
ابن تیمیہ کی	القواعد الفقهيه النورانية اور السياسة الشرعية
ابن قیم کی	زاد المعاد، إعلام الموقعين اور الطرق الحكمية في السياسة الشرعية
الکاسانی کی	بدائع الصنائع
القرافی کی	الذخيره اور الفروق
ابن دقیق العید کی	شرح عمدة الأحكام
الشاطبی کی	الموافقات

شریعت کے مقاصد کی پاسداری میں جہاں ابن عبدالسلام، امام ابن تیمیہ اور شاطبی رحمہم اللہ نے موضوع کو خوب نکھارا ہے، وہاں امام القرافی کی گہری بصیرت اُن موضوعات میں بھی نظر آتی ہے جو اُن کی فکرِ ثاقب کا نتیجہ ہیں۔ مثلاً اُنہوں نے زمانے کی تبدیلی کی بنا پر فتویٰ میں تبدیلی کی اہمیت کو اُجاگر کیا ہے اور ان جامد فقہا پر نکیر کی ہے جو کتابوں میں تحریر شدہ 'عبارت' سے سرمُو تجاوز کرنا پسند نہیں کرتے۔ اور اس طرح اُنہوں نے نبی ﷺ کے اقوال اور افعال میں موقع ومحال کی مناسبت سے تفریق کی ہے جسے فرق نمبر ۳۶ میں واضح کیا گیا ہے یعنی کون سے اقوال وافعال کا تعلق بحیثیت امیر وحاکم کے ہے اور کن کا بحیثیتِ قاضی سے، اور کون سے عمومی حیثیت کے حامل ہیں جو تبلیغ دین یا فتویٰ کے ضمن میں آتے ہیں؟ تیسرے یہ کہ اُنہوں نے جابجا مصالح ومفاسد کا اعتبار کیا ہے کہ جس کی ضرورت ہر زمانے میں رہی ہے۔

یہاں اس بات کا خیال رہے کہ فقہ المقاصد کا یہ فنِ عظیم ہر کسی کے بس کی بات نہیں اور اس میدان میں صرف وہی اہل علم اُتر سکتے ہیں جو شریعت کی گہری بصیرت رکھتے ہوں تاکہ

www.KitaboSunnat.com

کہیں قرآن وسنت کی محکم نصوص، تغافل کا شکار نہ ہوجائیں۔ مقصدِ شریعت آیا مقصد ہے یا نہیں؟ اس نتیجہ تک پہنچنے کے لیے پہلے تو تمام نصوص کا احاطہ کیا جاتا ہے جسے منہج استقرائی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور پھر جزئی احکام کو ایک ایسے عمومی قانون کے ساتھ مربوط کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ جس شریعت میں بے شمار دلائل اور شواہد موجود ہوتے ہیں، تب کہیں جا کہ اُسے شریعت کے مقاصد میں سے ایک مقصد شمار کیا جاسکتا ہے، اور بقول امام شاطبیؒ:

’’شرعی مقصد، شریعت ہی کا وضع کردہ ہے اور اس طرح لوگوں کو خواہشات کی پیروی سے نکالنا مقصود ہوتا ہے تاکہ جس طرح اضطراری طور پر ایک شخص اللہ کا بندہ ہے، اسی طرح اختیاری طور پر بھی وہ اللہ کا بندہ بن سکے۔‘‘

آئندہ سے ہم ہر شمارے میں کسی دو باہم متقارب اصطلاحات کے مابین ’فروق‘ کو ایک ایک کرکے قارئین محدث کی خدمت میں پیش کریں گے۔ اِن شاء اللہ

✲......✲......✲

جامعة لاهور الإسلامية کے علمی مجلّے ماہنامہ ’رشد‘ لاہور کی

’علم القراءات‘ پر تین خصوصی اشاعتیں

اُردو زبان میں قراءات کا انسائیکلوپیڈیا ◉ مجموعی صفحات: ۳۰ ہزار تقریباً

تمام مکاتبِ فکر کے فتاویٰ ◉ شخصیات وتاریخ قراءات ◉ شجرہ ہائے قراءات

قراءات پر مستشرقین اور منکرین کے اعتراضات اور ان کے شافی جوابات

نامور قراء کے انٹرویوز ◉ دنیا بھر میں مطبوعہ مصاحفِ قراءات کی عکسی نقول

پتہ برائے خریداری:

۹۹/ جے ماڈل ٹاؤن، لاہور...... فون: 35839404, 35866476

www.KitaboSunnat.com

فقہ واجتہاد ترتیب: خالد حسین گورایہ

مسئلہ توہین رسالت پر علمائے اہلحدیث کا متفقہ فتویٰ

ملک کی دِگرگوں حالت اور دین اسلام پر اُٹھنے والے تند و تیز اعتراضات اور حدودِ شرعیہ سے متعلق اُٹھائے جانے والے احمقانہ سوالات نے اُمتِ مسلمہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اور اُمت کے ایک عام فرد کے لئے حق و باطل میں تمیز مشکل سے مشکل تر ہوتی جارہی ہے۔اس طوفانِ بدتمیزی کی انتہا یہاں آکر ختم ہوتی ہے کہ اب پچانوے فیصد سے زائد آبادی کے ایک مسلم ملک میں ان کے ہاں مقدس ترین ہستی محمد ﷺ جیسی عظیم شخصیت پر کی جانے والی سب و شتم پر بحث ہورہی ہے کہ اس کے مرتکب سے کیا سلوک کیا جائے!!!

یہی وہ بنیادی اسباب ہیں جن کی بنا پر اس وقت ملک میں 'تحفظِ ناموس رسالت' کی تحریک زور پکڑ رہی ہے۔تحفظ حرمتِ رسول ﷺ پر جہاں سیاسی اور قانونی سطح پر جنگ لڑی جارہی ہے، وہاں علمی محاذ پر بھی محبینِ رسول ﷺ کی کاوشیں اور کوششیں اپنے عروج پر ہیں ۔تحفظِ ناموس رسالت کے لئے اِنہی علمی اقدامات کے حوالے سے گذشتہ دنوں شہر کراچی کے ایک تحقیقی ادارے مرکز المدینة العلمي لخدمة الكتاب والسنة کے زیر اہتمام قانونِ توہین رسالت کے خلاف ہونے والی ملکی و بین الاقوامی سازشوں کے تدارک اور حرمت رسول کی پاسبانی کے لئے مسلکِ اہل حدیث کی جملہ جماعتوں اور دینی مدارس کی سرکردہ علمی شخصیات، شیوخ الحدیث ومفتیانِ کرام پر مشتمل اہل حدیث علما کا ایک نمائندہ اجلاس منعقد ہوا جس کا عنوان **"مقدس رسول ﷺ کانفرنس"** تھا۔ اجلاس میں بالخصوص کراچی اور سندھ کے علاوہ صوبہ پنجاب، سرحد وغیرہ سے بعض ممتاز علما دین ومفتیانِ کرام نے شرکت کی اور شانِ رسالت اور گستاخِ رسول کے حوالے سے نادر علمی مقالہ جات اور تقاریر پیش کیں۔ اجلاس کی مکمل کاروائی کے بعد آخر میں اہل حدیث علما کی جانب سے متفقہ فتویٰ بھی جاری کیا گیا جس پر اہل حدیث مکتبہ فکر کے ۱۵ ممتاز علمائے دین

www.KitaboSunnat.com

کے دستخط ثبت تھے۔ فتوٰی کا مفصل متن بمع اسماے علماے کرام زیر نظر تحریر کے آخر میں موجود ہیں۔ پروگرام کے اگلے روز (یعنی 12 دسمبر 2010ء) کو مسئلہ توہین رسالت کے حوالے سے حافظ ابتسام الٰہی ظہیر کی قیادت میں کراچی پریس کلب میں پریس کانفرنس کی گئی جہاں علامہ ابتسام الٰہی ظہیر حفظہ اللہ نے دیگر اہل حدیث علما کی معیت میں متفقہ فتوٰی کا متن پڑھ کر سنایا، اور شانِ رسالت کے تحفظ کے حوالے سے جماعت اہل حدیث اور اس کے اکابرین کی کاوشوں پر روشنی ڈالی۔ الحمد للہ اس پریس کانفرنس میں جاری کئے گئے اعلامیے اور متفقہ فتوٰی کو ملک کے ممتاز نیوز چینلز نے نشر کیا، نیز کراچی سے شائع ہونے والے ملک کے معروف جرائد نے بھی اس متفقہ فتوٰی کو اپنے صفحات میں نمایاں جگہ دی۔

اجلاس کی صدارت کے فرائض محترم جناب فضیلۃ الشیخ علامہ حافظ مسعود عالم حفظہ اللہ نے سرانجام دئے۔ اور کانفرنس کے مقررین علماے کرام میں:

* فضیلۃ الشیخ حافظ مسعود عالم حفظہ اللہ
* فضیلۃ الشیخ امین اللہ پشاوری حفظہ اللہ
* فضیلۃ الشیخ محمد سلفی حفظہ اللہ
* فضیلۃ الشیخ ابتسام الٰہی ظہیر حفظہ اللہ
* فضیلۃ الشیخ خلیل الرحمن لکھوی حفظہ اللہ
* فضیلۃ الشیخ محمود الحسن حفظہ اللہ
* فضیلۃ الشیخ ابراہیم بھٹی حفظہ اللہ
* فضیلۃ الشیخ عبدالحنان سامرودی حفظہ اللہ
* فضیلۃ الشیخ یوسف طیبی حفظہ اللہ
* فضیلۃ الشیخ ابو عبدالمجید حفظہ اللہ

وغیرہ نے اس موضوع پر اپنے قیمتی مقالات اور خیالات پیش کئے۔ نیز اجلاس کے شرکاء میں علما اور فاضلینِ مدارس کی ایک بڑی تعداد بھی موجود تھی۔

کانفرنس کا مقصد

مذکورہ کانفرنس کے انعقاد کا بنیادی مقصد اور ہدف وہی تھا جو کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف الصارم المسلول کے ابتدا میں بیان فرمایا:

"یہاں مقصد اس حکم شرعی کا بیان ہے جس کی رو سے مفتی فتوٰی دیتا، اور قاضی فیصلہ سناتا ہے۔ اور ائمہ کرام اور اُمت کے ہر فرد پر اس فریضے کی قدر الامکان ادائیگی واجب اور لازم ہے، اللہ تعالیٰ ہی سیدھی راہ کی جانب رہنمائی کرنے والا ہے۔"

www.KitaboSunnat.com

یوں تو اجلاس کے تمام خطابات بڑے علمی، پر مغز اور دلائل واستدلال سے بھرپور تھے جو مرکز مرکز المدينة العلمي لخدمة الكتاب والسنة کی ویب سائٹ: www.islamfort.com سے ڈاؤن لوڈ کئے جاسکتے ہیں مگر اس مذاکرے کے چند اہم علمی مقالہ جات اور خطابات کا خلاصہ تحریری انداز میں بغرضِ فائدہ عام وخاص کے لئے پیش کیا جارہا ہے۔

یہ مذاکرہ دراصل چار بنیادی موضوعات پر منعقد ہوا:

① توہین رسالت کے مرتکب مسلمان شخص کا حکم اور اس کی سزا۔

② شاتم رسول اگر کافر ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اور اگر وہ ذمی اور معاہد ہے تو اسکے متعلق کیا حکم ہے؟ اس صورت میں اسکے عہد اور ذمہ کی کیا پوزیشن رہے گی؟

③ شاتم رسول اگر تائب ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے۔ کیا اس کی معافی کو قبول کیا جائے گا۔ کیا توبہ اسے قتل کی سزا سے بچا سکتی ہے؟

④ توہین رسالت کی سزا پر اُٹھائے جانے والے اعتراضات کا جائزہ۔

مذاکرہ میں پڑھے جانے والے مضامین 'محدث' کے حالیہ شمارے میں ہی آپ ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ البتہ اس اجلاس کا اختتام ایک متفقہ فتویٰ پر ہوا جس کا متن حسب ذیل ہے:

متفقہ فتویٰ کا متن

توہین رسالت ﷺ کے مسئلہ پر 'اہلحدیث مکتبہ فکر' کے ممتاز علماء ومفتیانِ کرام اور تمام اہلحدیث جماعتوں کے نمائندوں کا متفقہ فتویٰ

جو شخص بھی رحمۃ للعالمین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا ہے، یا آپ ﷺ کی سیرت وزندگی کے کسی گوشے کے بارے میں استہزائیہ انداز اختیار کرتا ہے، یا آپ ﷺ کی توہین وتنقیص کرتا ہے، یا آپ ﷺ پر ہنسی اُڑاتا ہے، یا آپ ﷺ کی طرف بری باتوں کو منسوب کرتا اور آپ ﷺ کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کرتا ہے چاہے وہ صراحتہً ہوں یا کنایتہً، ظاہری ہو یا پوشیدہ تو ''ایسا شخص شاتم رسول ﷺ ہے اور اس کا یہ عمل توہین رسالت کے زمرے میں آتا ہے۔''

www.KitaboSunnat.com

غیر جانبدارانہ عدالتی تحقیق کے بعد اس جرم کے مرتکب پر درج ذیل حکم لگے گا:

① شاتم رسول ﷺ اگر 'مسلم' ہے تو وہ از روئے شریعتِ اسلامیہ مرتد ہو جائے گا اور قرآن وسنت میں اس کی سزا قتل ہے۔

② شاتم رسول ﷺ اگر 'غیر مسلم' ہے تو شریعت میں اس کی سزا بھی قتل ہے۔

③ شاتم رسول ﷺ اگر 'معاہد ہو یا ذمی' آپ ﷺ کی شان میں توہین کرنے سے اس کا ذمہ اور عہد ختم ہو جائے گا اور شریعت میں اس کی سزا بھی قتل ہے۔

④ شاتم رسول ﷺ کی توبہ سے اس کی حد ساقط نہیں ہوگی، البتہ آخرت کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ البتہ دنیا میں ہر حال میں اس کی سزا شرعاً قتل ہے۔

دستخط علما و مفتیانِ کرام

① فضیلۃ الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ (امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث، سندھ)

② فضیلۃ الشیخ حافظ مسعود عالم حفظہ اللہ (امیر ادارۃ الاصلاح، ناظم اعلیٰ مرکز التربیہ، فیصل آباد)

③ فضیلۃ الشیخ امین اللہ پشاوری حفظہ اللہ (رئیس و شیخ الحدیث جامعہ تعلیم القرآن والسنۃ پشاور)

④ فضیلۃ الشیخ محمد سلفی حفظہ اللہ (نائب امیر جماعت غرباء اہل حدیث پاکستان)

⑤ فضیلۃ الشیخ ابتسام الٰہی ظہیر حفظہ اللہ (ناظم اعلیٰ، جمعیت اہل حدیث پاکستان)

⑥ فضیلۃ الشیخ خلیل الرحمن لکھوی حفظہ اللہ (رئیس و شیخ الحدیث معہد القرآن الکریم کراچی)

⑦ فضیلۃ الشیخ محمود الحسن حفظہ اللہ (شیخ الحدیث جامعہ ستاریہ الاسلامیہ کراچی)

⑧ فضیلۃ الشیخ ابراہیم بھٹی حفظہ اللہ (امیر جمعیت اہل حدیث سندھ کراچی)

⑨ فضیلۃ الشیخ عبدالحنان سامرودی حفظہ اللہ (شیخ الحدیث و مفتی جامعہ دارالحدیث رحمانیہ، کراچی)

⑩ فضیلۃ الشیخ حافظ سلیم حفظہ اللہ (شیخ الحدیث المعہد السلفی للتعلیم والتربیۃ کراچی)

⑪ فضیلۃ الشیخ شریف علی حفظہ اللہ (نائب مفتی جامعہ ابی بکر الاسلامیہ کراچی)

⑫ فضیلۃ الشیخ یوسف طیبی حفظہ اللہ (رئیس مجلس الافتاء و مدیر جامعۃ الدراسات الاسلامیہ کراچی)

⑬ فضیلۃ الشیخ یوسف محمدی حفظہ اللہ (مفتی و صدر مدرس جامعہ دارالحدیث رحمانیہ)

⑭ فضیلۃ الشیخ ابو عبدالمجید حفظہ اللہ (امیر ادارۃ الاصلاح صوبہ سندھ)

⑮ فضیلۃ الشیخ افضل ضیاء حفظہ اللہ (مدیر جامعۃ الاحسان الاسلامیہ، منظور کالونی کراچی)

www.KitaboSunnat.com

خطوط و تبصرہ

مکاتیب و مراسلات

❶ بخدمت جناب محترم ڈاکٹر حافظ حسن مدنی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

"اُمتِ مسلمہ میں شرک کا وجود" سے قبل آپ نے جو چند سطور لکھی ہیں، وہ بڑی اہم ہیں شرک کی مذمت کرنے والی بعض جماعتیں اور بعض اَفراد خود شرک میں مبتلا ہیں۔ آج حج یا عمرہ کے بارے میں یہ فقرہ زبان زدعام ہے: "ابھی بلاوا نہیں آیا"، "بلاوے کا انتظار ہے"، "بلاوا آئے گا تو حاضری ہو گی" وغیرہ۔ بلاوے سے مراد رسولِ اکرم ﷺ کی طرف سے بلاوا ہے۔ بظاہر یہ بے ضرر سا فقرہ ایسے ایسے پڑھے لکھے دین دار حضرات لکھتے یا ادا کرتے ہیں، جس کے بارے میں آدمی تصور نہیں کرسکتا کہ یہ بھی شرکیہ عقائد رکھتے ہیں۔

محترم ابوعبداللہ طارق سے گزارش ہے کہ اس مسئلہ سے بھی عقیدہ کی اصلاح کے لیے ضرور مضمون لکھیں، اس کی سخت ضرورت ہے۔

"پاکستان میں طبع ہونے والی لغات قرآنی" پر اکتوبر کے شمارہ میں ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں ڈاکٹر قاری محمد طاہر صاحب نے قرآنی لغات پر روشنی ڈالی ہے۔ "مرأۃ القرآن" محترم دادا جان مولانا محمود الٰہیؒ کے بھائی حافظ عبدالحیؒ کی بہت ہی مفید لغت ہے جو مکتبۃ السلام، وسن پورہ لاہور نے شائع کی ہے اسی طرح آسان لغات قرآن۔ مولانا سید شہید الدین بنارسیؒ کی بڑی عام فہم اور مفید لغت ہے جسے حدیث پبلی کیشنز لاہور نے شائع کیا ہے۔ لگتا ہے محترم ڈاکٹر صاحب کی نظر سے یہ دونوں اہم لغات نہیں گزریں۔

اس 'لغات' کے الحمدللہ تین ایڈیشن طبع ہوچکے ہیں، چوتھا ایڈیشن ایک نئے اضافہ کے ساتھ شائع ہورہا ہے کہ پہلے ایڈیشنز میں کسی لفظ کا حوالہ نمبر نہیں ہے، اب اس ایڈیشن میں یہ اہتمام کیا گیا ہے کہ ہر لفظ کا کم از کم ایک حوالہ ضرور دیا ہے کہ یہ لفظ فلاں نمبر آیت اور فلاں نمبر سورت میں موجود ہے۔ مثلاً:

ضَاحِک: (۱۹:۲۷) اس میں بائیں طرف سورت نمبر اور دائیں طرف آیت نمبر ہے۔

www.KitaboSunnat.com

ضَارّ: (۵۸:۱۰) یعنی ۵۸ نمبر سورت اور دس نمبر آیت میں یہ لفظ موجود ہے۔

پہلے ایڈیشنز میں مولانا شہید الدین بنارسیؒ سے کچھ الفاظ شاید سہواً رہ گئے تھے وہ الفاظ بھی الحمدللہ اس ایڈیشن میں شامل کر لیے گئے ہیں۔

محدث کی ترسیل پر شکر گزار ہوں، اس کے بعض اداریے اور مضامین اپنے ریکارڈ میں محفوظ رکھتا ہوں۔ والسلام! دعا گو محمد اقبال کیلانی

❷ مکرمی و محترمی جناب مدیر 'محدث' صاحب..... زید مجدکم وطال عمرکم

سلامِ مسنون! مزاجِ گرامی!

اللہ تعالیٰ آنجناب کے علم و عمل سے پوری اُمت مسلمہ کو مستفیض فرمائے۔ موجودہ دور میں پیش آمدہ مسائل سے متعلق اہل حق علما کی طرف سے بروقت رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے آنجناب نے ہمیشہ قائدانہ کردار ادا کیا ہے اور اُمید ہے کہ اب بھی پوری قوت کے ساتھ توہین رسالت ایکٹ کے متعلق اُمت کی رہنمائی فرمائیں گے۔ توہین رسالت ایکٹ پر بحث کرنے کے کئی مختلف زاویے اور جہات ہیں ہر ایک اپنی جگہ اہم ہے۔ مثلاً

① توہین رسالت ایکٹ ہے کیا؟

② جب یہ منظور ہوا تھا تو اس کے حق میں کیا دلائل دیئے گئے تھے۔؟

③ کیا ایکٹ بذاتِ خود (نعوذ باللہ) غلط ہے یا اس ایکٹ سے متعلق عدالتی کارروائی کا طریقہ کار غلط ہے۔ طریقہ کار اگر غلط ہے تو اس کی اصلاح چاہیے نہ کہ خود ایکٹ کی اصلاح۔

④ اور کتنے ایسے ایکٹ ہیں، جن کی کارروائی کا طریقہ غلط ہے لیکن ان ایکٹس میں ترمیم یا ان کی تنسیخ کا مطالبہ نہیں کیا جاتا۔ یہ دُہرا معیار کیوں ہے؟

⑤ اس ایکٹ کے حق میں دلائل:

قرآن شریف حدیث پاک اور اجماعِ اُمت سے

فقہائے کرام کے اجماعی اور انفرادی فتاویٰ جات، چودہ صدیوں کا جائزہ

⑥ متجددین کے موقف کی بنیادی غلطی کیا ہے؟

⑦ موجودہ دور میں تمام مسالک کے نمایاں اور سرکردہ اہل علم کی رائے کیا ہے؟

⑧ تمام مسالک کے اہل حق علما کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنا اور ایک اجماعی موقف اپنانا

www.KitaboSunnat.com

⑨ وکلا برادری کو خاص طور پر اپنے ساتھ ملانا اور عدالتی کارروائی اور ایکٹ کے درست ہونے کے بارے میں ان کی رائے اور تجاویز حاصل کرنا

⑩ موجودہ دور میڈیا کا دور ہے۔ ٹیلی ویژن، اُردو اور انگریزی اخبارات، ہفتہ روزہ جات، دینی جرائد و رسائل میں بھرپور مدلل انداز سے اپنا درست موقف پیش کرنا

⑪ اس عنوان پر نمایاں علما کی مجالس مذاکرہ منعقد کروانا، اُن کی ویڈیو، آڈیو کیسٹیں تیار کروانا اور پورے ملک میں پھیلا دینا

⑫ تاجروں اور تاجر تنظیموں کے نمائندوں کی اعانت اور ہمدردی اور بھرپور تعاون حاصل کرنا

⑬ تعلیمی اداروں، کالجز، یونیورسٹیز وغیرہ کے اساتذہ پر محنت کرنا اور اُن کو متحرک کرنا۔

لیکن سب سے زیادہ مؤثر ٹیلی ویژن کا استعمال ہے اور اس کا متبادل اپنی مجالس مذاکرہ اور اُن کی ویڈیو کیسٹیں ہیں۔ جتنا جلدی ہوسکے، ایسی کیسٹیں مارکیٹ میں آنی چاہئیں تاکہ لوگوں کے سامنے مختلف ٹیلی ویژن چینلز کے پیش کردہ متجددین کے پروگرام اور آرا ہی نہ ہوں بلکہ اہل حق کا موقف بھی سامنے ہو اور مختلف جہات پر کام کررہے ہوں گے۔

روزنامہ اسلام، ہفت روزہ جرار اور دیگر دینی رسائل جو اس وقت نمائندہ حیثیت سے صحافتی میدان میں کام کررہے ہیں، اُن کے لیے خاص طور پر یہ بہت ضروری ہے کہ مختلف اہل علم اور صاحبِ قلم صاحبان سے مقالہ جات تحریر کروا کر روزانہ کی بنیاد پر ذہن سازی ہونی چاہئے۔

ترمیم کی کوشش کے خلاف مظاہرے، ریلیاں، ان کی بھی اپنی جگہ بہت اہمیت ہے لیکن اگر علمی طور پر لوگوں کے ذہن کو اپیل کرلیا گیا تو دل سے جو عمومی حمایت حاصل ہوگی وہ اصل چیز ہوگی اور لوگ ترمیم کے خلاف جانی قربانی دینے تک آمادہ ہوجائیں گے۔ اور اگر اہل حق علما، عوام الناس کے ذہن اور دل، ان کو علمی طور پر متاثر نہ کرسکے تو بے حسی کی کیفیت رہے گی اور متجددین اپنا کام کرجائیں گے۔

مطلوبہ لائحہ عمل

مجلس ختم نبوت کی طرف سے اس مقدمہ کے فیصلہ کی کاپی انگریزی زبان میں، جو جناب اسمٰعیل قریشی ایڈووکیٹ کی طرف سے کیا گیا تھا اور جس کے فیصلہ میں شاتم رسول کی سزا عمر قید ختم کرکے صرف اور صرف موت قرار دی گئی تھی، کو تمام ممبران قومی اسمبلی، پارلیمنٹ، انگریزی

www.KitaboSunnat.com

اخبارات و جرائد اور میگزین، تمام اعلیٰ تعلیم کی یونیورسٹیوں کے اساتذہ کرام، اپوزیشن کے تمام نمایاں افراد، تعلیم یافتہ تاجر صاحبان، سٹاک ایکسچینج کے نمائندگان وغیرہ میں تقسیم کیا جائے۔

اسی طرح فیصلہ کا اُردو ترجمہ (مکمل اور اس کی تلخیص) وسیع پیمانہ پر شائع کی جائے اور اس مسئلہ کو ہر مسلمان کا مسئلہ بنا دیا جائے۔

تمام قومی اخبارات (اُردو اور انگریزی، دونوں) کے مدیر صاحبان اور ہو سکے تو مالکان کو اس مسئلہ کی سنگینی اور حساسیت کا احساس دلا کر اُنہیں اپنے میدان میں اپنے انداز سے کام کرنے کی ترغیب دی جائے۔ایسے ہی کالم نویس صاحبان بہت وسیع حلقہ اثر رکھتے ہیں، اُنہیں بھی متوجہ کیا جائے۔ سکولوں / کالجوں کے اساتذہ کرام کی فہم کی سطح کے مطابق مضامین لکھوائے جائیں۔اللہ تعالیٰ ہر دلِ مسلم کو اس مسئلہ کے لیے ہر قسم کی جانی ،مالی قربانی بڑھ چڑھ کر پیش کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔اہل حق کے ساتھ اپنی خصوصی مدد اور نصرت کا معاملہ فرمائے اور ہمیں دعاؤں کے ساتھ ساتھ عملی میدان میں بھی بڑھ چڑھ کر کام کرنے کی توفیق اور حوصلہ مرحمت فرمائے۔ آمین ثم آمین!

والسلام مع الاکرام

محمد اقبال الیکٹریکل مینجر لیہ شوگر ملز، لیہ ۳۷۸۱۹۰۹

❸ جناب مدیر 'محدث' حفظہ اللہ السلام علیکم

بندہ تقریباً ۸۲، ۱۹۸۳ء سے محدث کا باقاعدہ قاری ہے۔اس وقت بھی محدث ایک معیاری، علمی، معتدل، مجلہ تھا اور وقت کے ساتھ ساتھ اس کے معیار میں اضافہ ہوتا چلا گیا ہے۔خصوصاً جو خصوصی نمبر نکالے جاتے مثلاً سود نمبر، استخفافِ حدیث نمبر اور تصویر نمبر ان کا معیار غیر معمولی ہوتا ہے۔معیار میں یہ اضافہ انتہائی ذمہ دار، علمی اور متوازن شخصیت کا تقاضا کرتا ہے کیونکہ اس کے بغیر اس کا حصول خرط القتاد ہے، اس سلسلے میں یہاں ڈاکٹر حسن مدنی صاحب کی کاوشوں کا ذکر نہ کرنا ناانصافی ہو گی۔خصوصاً ان کی ادارت کے بعد مجلہ میں ایک زبردست قسم کی تبدیلی آئی ہے اور اس میں اُنہوں نے تعصّبات سے بالاتر ہو کر مذہبی روایات کے حاملین کی قیادت کا فریضہ انجام دیا ہے۔اسی طرح دین اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع اور اسلامی قوانین کی روح کو کمزوری سے بچانا۔دین اور سیاست کا بہترین ملاپ اور باطل کا مسلسل تعاقب کرتے ہوئے اب یہ مجلہ اپنے اہم مقاصد انتہائی منظم طریقہ سے حاصل کرتے ہوئے نظر آرہا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

فتنہ انکارِ حدیث ہو یا استخفافِ حدیث، تکفیری مواقف کی یلغار ہو یا خرافات کا طوفان ان سب باطل عقائد کا علمی محاسبہ مجلہ کے رفقا کی اوّلین ترجیح رہی ہے۔یہی وجہ ہے کہ 'محدث' اپنی افادیت کے لحاظ سے برسوں اشاعت کے باوجود پوری تابانی سے علمی اُفق پر چمک رہا ہے۔

ہماری دُعا ہے کہ ذاتِ مقدس اس مجلہ کے ذمہ داران کو یہ فرائض تادم زندگی نبھانے کی توفیق دے اور خصوصاً منکرین حدیث کا تعاقب، غامدی صاحب کی عجیب غریب دین کو کمزور کرنے والی فلاسفی وغیرہ کا دفاع کرنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔

ہم محدث کے تمام تر تعلق داران کے حق میں دعا گو ہیں اور مجلہ کی منفرد اور خوبصورت دینی خدمات پر اللہ کے شکر گزار ہیں۔

(ابو رجال ہفت روزہ 'تنظیم اہل حدیث'، لاہور)

نوٹ: 'محدث' میں شائع ہونے والے مضامین پر قارئین کو مثبت تنقید و تبصرہ کی دعوت دی جاتی ہے۔ کسی مضمون میں دی جانیوالی معلومات کی تکمیل اور پیش کئے جانیوالے نقطہ نظر کی عالمانہ اصلاح کے ہم منتظر ہیں۔ [اِدارہ]

خریدارانِ محدث توجہ فرمائیں

خریدارانِ محدث کو مدتِ خریداری ختم ہونے کی اِطلاع بذریعہ پوسٹ کارڈ دی جاتی تھی اَب قارئین کی آسانی کے لیے محدث کے لفافہ پر چسپاں ایڈریس میں بھی زرِ سالانہ ختم ہونے کی اطلاع دی جاتی ہے۔لہٰذا جن حضرات کو مدتِ خریداری ختم ہونے کی اطلاع دی گئی ہے۔از راہِ کرم اوّلین فرصت میں زرِ تعاون بھیج کر تجدید کروائیں۔ شکریہ

منجانب: محمد اصغر، منیجر ماہنامہ 'محدث'، لاہور، فون:0305-4600861

www.KitaboSunnat.com

موضوعاتی اِشاریہ محمد شفیق کوکب

ماہنامہ 'محدث' کا یک سالہ اِشاریہ

جنوری تا دسمبر: ۲۰۱۰ء ◉ جلد ۴۲، عدد ۳۳۴ تا ۳۴۳

قرآن وعلوم قرآن

ابوالجلال ندویؒ، مولانا	حبِ مال اور قرآنی دعوت ①	اپریل	۱۹-۳۰
ابوالجلال ندویؒ، مولانا	حب مال اور قرآنی دعوت ②	جون	۲۱-۳۲
محمد سعد شیخ	عیسائیوں کا تیار کردہ جعلی قرآن	جولائی	۵۶-۶۶
محمد طاہر، قاری	پاکستان میں طبع ہونے والی لغاتِ قرآنی	ستمبر	۳۴-۵۷

حدیث وسیرت

زبیر علی زئی، حافظ	ڈاکٹر طاہر القادری اور موضوع روایات.....	جولائی	۳۷-۴۸
محمد زبیر تیمی	چہرے کا پردہ؛ اَحادیث کی روشنی میں	جولائی	۲۲-۳۶
غلام قادر ابوثوبان	رسولِ کریم ﷺ کے ذرائع معاش	ستمبر	۵۸-۷۲
سلیمان ندوی، سید	سیرتِ محمد ﷺ؛ عالمگیر ودائمی نمونہ عمل [تلخیص: عرفان خالد ڈھلوں]	نومبر	۱۳-۲۸
محمد خبیب احمد	التحقيق والتنقيح في مسئلة التدليس	نومبر	۲۹-۵۱
زبیر علی زئی، حافظ	امام شافعی اور مسئلہ تدلیس	دسمبر	۹۴-۱۲۲

ایمان وعقائد

محمد رمضان سلفی	علم التوحید اور فرقِ باطلہ	فروری	۱۷-۳۶
محمد عمران صدیقی	'مساوات' یا 'عدل'؛ شرعی نقطہ نظر	اپریل	۹-۱۸
طارق ابوعبداللہ	اُمتِ مسلمہ میں شرک کا وجود؟	ستمبر	۱۲-۳۳

فقہ واجتہاد

سلمان بن فہد العودۃ	شرعی ضابطے اور مناسک حج کی رخصتیں [مترجم: مصطفیٰ راسخ]	جنوری	۲۱-۴۷
محمد بن صالح العثیمین	حج سے متعلق بعض اہم فتاویٰ [مترجم: ملک کامران طاہر]	ستمبر	۷۳-۸۷

www.KitaboSunnat.com

فہد بن سعد ابوحسین	حج میں شرعی سہولت وآسانی؛ ایک جائزہ [مترجم: مصطفیٰ راسخ]	نومبر	۶۵-۸۵
صلاح الدین یوسف	خلع اور طلاقِ ثلاثہ کے بعض اَحکام [وفاقی شرعی عدالت کو جواب]	نومبر	۵۷-۶۴
ابتسام الٰہی ظہیر، حافظ	توہین رسالت کی سزا پر اٹھائے جانیوالے اعتراضات	دسمبر	۳۰-۳۶
امین اللہ پشاوری، مولانا	حقوق النبی ﷺ اور شاتم رسول کی توبہ کا حکم	دسمبر	۳۷-۴۸
حافظ مسعود عالم	مسلم اور غیر مسلم شاتم رسول کی سزا؛ شرعی نقطہ نظر	دسمبر	۲۱-۲۹
صہیب حسن، ڈاکٹر	امام قرافی اور ان کی 'الفروق'	دسمبر	۱۲۳-۱۳۰
کامران طاہر	اوقاتِ نماز اور مکروہ اوقات	دسمبر	۴۹-۵۵

الاستفتا

ثناء اللہ مدنی، حافظ	جن نکلوانے کی اُجرت، حالت جنون میں طلاق دینا، خلع کے بعد دوبارہ نکاح، لمبے لمبے القابات کے ساتھ اعلان کرنا	اگست	۴۵-۴۷
خالد حسین گورایہ	مسئلہ توہین رسالت پر علماے اہل حدیث کا متفقہ فتویٰ [رپورٹ]	دسمبر	۱۳۱-۱۳۴

عبادات

کامران طاہر	رمضان المبارک؛ فضائل، احکام ومسائل	اگست	۱۶-۳۷
صلاح الدین یوسف	آدابِ نماز اور خشوع وخضوع کی اہمیت	ستمبر	۸۸-۱۰۵
ابوالکلام آزاد، مولانا	یوم الحج کا ورودِ مقدس	نومبر	۲-۱۲
رضیہ ازہر، مسز	عشرہ ذوالحجہ کی فضیلت	نومبر	۵۲-۵۶

معیشت واقتصاد

ذوالفقار علی حافظ	خرید وفروخت کے زریں اسلامی اصول ②	جنوری	۷-۲۰
ذوالفقار علی حافظ	خرید وفروخت کے زریں اسلامی اصول ③	فروری	۴۹-۵۴
ذوالفقار علی حافظ	اختیارِ بیع: شریعت اور سرمایہ داریت کی نظر میں	اپریل	۳۱-۴۶

قانون وقضا [آئین ودستور]

حسن مدنی، ڈاکٹر حافظ	پاکستان میں نفاذِ شریعت کے اہم مراحل	مئی	۲-۶
خلیل الرحمٰن خاں	نفاذِ شریعت کے رہنما اُصول	مئی	۵۴-۵۵
خلیل الرحمٰن خاں	۲۲ نکات اور دستورِ پاکستان ۱۹۷۳ء؛ ایک تقابل	مئی	۱۴-۳۹
عبدالحلیم بلال، حافظ	دستورِ سعودی عرب کی اسلامی دفعات [مترجم: ڈاکٹر حافظ محمد اسحٰق زاہد]	مئی	۴۴-۴۹

www.KitaboSunnat.com

محمد اسمٰعیل قریشی	'ورلڈ ایسوسی ایشن آف مسلم جیورسٹس' کی دستوری سفارشات	مئی	۵۰-۵۳
.....	جملہ مکاتب فکر کا متفقہ ترمیمی شریعت بل ۱۹۸۶ء	مئی	۴۰-۴۳
.....	قرار دادِ مقاصد کا متن	مئی	۷-۸
.....	۳۱ علمائے کرام کے بائیس نکات [اسلامی حکومت کے بنیادی اُصول؛ ۱۹۵۱ء میں جملہ مکاتبِ فکر کا متفقہ طور پر منظور کردہ]	مئی	۹-۱۳
محمد عطاء اللہ صدیقی	قرآن، آئین پاکستان اور قائداعظم	جون	۳۳-۴۰
حسن مدنی، ڈاکٹر حافظ	قانون توہین رسالت: منظوری اور ترامیم کا جائزہ	دسمبر	۲-۲۰

تعلیم وتعلّم

ثریا بتول علوی	اُردو ذریعہ تعلیم اور قومی یکجہتی کے تقاضے	اپریل	۲-۸
محمد عطاء اللہ صدیقی	کیا دینی مدارس کو بند کردیا جائے؟	جولائی	۴۹-۵۵
حسن مدنی، ڈاکٹر حافظ	دنیوی ترقی اور اسلامی علوم؛ ایک تقابل	اگست	۲-۱۶
محمد بشیر مولانا	بچوں کو قرآنی عربی سکھانے کا طریقہ	نومبر	۸۶-۹۵

تحقیق وتنقید

عبداللہ دامانوی، ڈاکٹر	کیا یزید فوجِ مغفور لھم کا سپہ سالار تھا؟	جنوری	۴۸-۷۳
محمد رفیق چودھری	اِسلامی ریاست کے اختیارات کا مسئلہ	فروری	۳۷-۴۸
حسن مدنی، ڈاکٹر حافظ	مدیران دینی جرائد کی روکشاپ؛ ناقدانہ جائزہ	فروری/مارچ	۲-۱۶
عبدالولی حقانی	لشکرِ قسطنطنیہ اور امارتِ یزید کا مسئلہ	اپریل	۴۷-۵۳
محمد رفیق چودھری	غیر مسلموں پر شرعی قوانین کا نفاذ	جون	۴۱-۴۵
ساجد اَسد اللہ	برصغیر میں اوّلین معمارِ کلیسا کون؟	جولائی	۶۷-۸۰
محمد عطاء اللہ صدیقی	قادیانیوں کا 'مسلمان' کہلانے پر اصرار!	جولائی	۲-۱۰
محمد عطاء اللہ صدیقی	امریکی عدالت کا فیصلہ اور انتہا پسند نقطہ نظر [عافیہ صدیقی]	ستمبر	۶-۱۱
ثناء اللہ امرتسری، مولانا	خلافتِ راشدہ اور وراثت انبیاء	دسمبر	۸۶-۹۳
عطیہ انعام الٰہی	محرم الحرام کی اہمیت اور واقعہ کربلا	دسمبر	۷۹-۸۵

تذکیر وموعظت

مریم جمیلہ علوی	وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ	اپریل	۵۴-۷۱

www.KitaboSunnat.com

عمر فاروق سعیدی	عزت تو اللہ، رسول ﷺ اور اہل ایمان کی ہے!	اگست ۳۸-۴۴

حقائق و وقائع

محمد خلیل الرحمٰن	ملکی خودمختاری کے لئے عوامی تحریک	جنوری ۲-۶
اور یا مقبول جان	ڈاکٹر عافیہ صدیقی اور اہالیانِ پاکستان	ستمبر/اکتوبر ۲-۵
محمد عطاء اللہ صدیقی	تباہی میں ترقی کے خواب [سیلاب ۲۰۱۰ء]	ستمبر/اکتوبر ۱۰۶-۱۱۰
حامد میر	آسیہ مسیح اور قانون توہین رسالت	دسمبر ۷۶-۷۸
محمد عطاء اللہ صدیقی	قانونِ توہین رسالت اور عاصمہ جہانگیر کا کردار	دسمبر ۵۷-۷۵

تہذیب وثقافت

ریحان احمد یوسفی	ویلنٹائن ڈے: ''جب تم حیا نہ کرو!''	فروری ۷۹-۸۰
محمد عطاء اللہ صدیقی	ویلنٹائن ڈے اور ہماری نوجوان نسل	فروری ۵۵-۶۰
محمد عطاء اللہ صدیقی	شعیب ملک کی شادی اور میڈیا	مئی ۵۶-۶۱

عالم اسلام اور مغرب

محمد زاہد صدیق مغل	تھرڈ ورلڈ ازم اور مسلم قوم پرستی	فروری/مارچ ۶۱-۷۱
حسن مدنی، ڈاکٹر حافظ	یورپ میں حجاب ونقاب کے خلاف مہم	جون ۲-۲۰
محمد عمران صدیقی	پیمانۂ فوز وفلاح؛ ترقی یا نجات	جون ۵۲-۶۰
محمد امین، ڈاکٹر	توہین رسالت کے خلاف ردِعمل کیسے مؤثر ہو؟	جولائی ۱۱-۲۱

اسلام اور سائنس

موریسی کریسن، ڈاکٹر	وجودِ باری تعالیٰ سائنس کی نظر میں	جون ۴۶-۵۱
محمد عمران صدیقی	کائنات پر غور وفکر! ایک مشترکہ دلچسپی	اگست ۴۸-۶۰

یادرفتگان/تذکرۃ المشاہیر

محمد طارق، حافظ	ابوعبید قاسم بن سلامؒ کے احوال وآثار	فروری ۷۲-۷۸
عبدالرشید عراقی	ایک مثالی عالم؛ مولانا محمد علی جانبازؒ	اپریل ۷۲-۸۰
حسین ازہر، حافظ	حافظ عبداللہ حسین روپڑیؒ کا سانحہ ارتحال	مئی ۶۳-۶۹
محمد زبیر، حافظ	ایک خادمِ قرآن کی کچھ یادیں، کچھ باتیں	مئی ۷۰-۷۴
محمد عطاء اللہ صدیقی	اک 'اور' شاہ بلوط ٹوٹ گرا!!	مئی ۷۵-۸۰

www.KitaboSunnat.com

محمد یوسف انور، مولانا	ڈاکٹر اسرار احمد بھی چل بسے.....إنا لله	جون	۷۸-۸۰
کامران طاہر	مولانا عزیز زبیدیؒ؛ حالات وخدمات	جون	۶۱-۷۷
عبدالرشید عراقی	آہ! مولانا حکیم محمد ادریس فاروقیؒ	اگست	۷۹-۸۰
صلاح الدین یوسف	مولانا مقتدیٰ حسن ازہریؒ	ستمبر/اکتوبر	۱۲۴-۱۲۶
محمد یوسف انور، مولانا	ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ .....ایک عظیم مفکر وخطیب	ستمبر/اکتوبر	۱۲۶-۱۲۸

مکاتیب [اہل علم کی تنقیدات اور تبصرے]

ارشاد الحق اثری، مولانا	ماہنامہ 'رشد' کی خصوصی اشاعتوں کے سلسلہ میں	اگست	۶۱-۶۸
صلاح الدین یوسف	ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری کی وفات کے متعلق	اگست	۷۷-۷۸
عبدالمجید، میاں	مضمون 'سالار فوج مغفور لہم' پر تبصرہ	اگست	۷۲-۷۴
عبدالولی حقانی، مولانا	چہرے کا پردہ اور زبیر علی زئی کے مضمون پر تبصرہ	اگست	۷۴-۷۷
محمد رمضان یوسف سلفی	'محدث' کے مضامین پر تبصرہ وتعریف	نومبر	۹۶
محمد یوسف انور، مولانا	'محدث' مئی کے مضامین پر تبصرہ	اگست	۶۸-۷۱
عبدالعزیز	'محدث' کے مضامین کے متعلق تبصرہ	نومبر	۹۶
اقبال کیلانی، محمد	مکاتیب ومراسلات؛ تبصرہ وتجاویز	دسمبر	۱۳۵-۱۳۹

متفرقات

تاج الدین الازہری	تبصرہ 'مسئلہ تقدیر؛ کتاب وسنت کی روشنی میں'' محمد فتح اللہ گولن	جنوری	۷۴-۸۰
محمد بشیر متین، پروفیسر	بازگشتِ اعتزال وارتداد	مئی	۶۲
محمد شفیق کوکب رزاہد حنیف	بلاسود بینکاری اور اس کے متعلقات	ستمبر/اکتوبر	۱۱۱-۱۲۳
محمد شفیق کوکب	اِشاریہ ماہنامہ محدث جلد ۴۲: جنوری تا دسمبر ۲۰۱۰ء	دسمبر	۱۴۰-۱۴۴

علوم وفنون، اَفکار ونظریات اور تنظیموں وتحریکوں کے مرکز 'لاہور' میں عظیم الشان لائبریری

المکتبة الرحمانية

اَساتذہ، محققین اور اعلیٰ تعلیم کے طلبہ کی علمی ضروریات کا اہم مرکز ومرجع

بمقام: ادارہ 'محدث' ۹۹/جے ماڈل ٹاؤن، لاہور، فون: 042-5866396

موبائل: 0305-4600861 (لائبریرین: محمد اصغر)

www.KitaboSunnat.com

اہل علم، خطبا، مبلغین اور واعظین کے لیے عظیم خوشخبری

زاد الخطیب

ڈاکٹر حافظ محمد اسحٰق زاہد

سال بھر کی مناسبت سے مخصوص موضوعات پر مشتمل خطبات کا بہترین ذخیرہ

چوتھا ایڈیشن ✳ دو جلدیں ✳ صفحات: ۱۱۶۰

دنیا بھر کے خطبا، واعظین اور اہل علم کی پسند

خصوصیات

✳ دیدہ زیب، خوبصورت اور چہار کلر ٹائٹل، امپورٹڈ کاغذ
✳ سابقہ ایڈیشنوں میں طباعت کی غلطیوں کی تصحیح کر دی گئی ہے
✳ بعض خطبات میں علمی مواد کا اضافہ کیا گیا ہے
✳ بعض علمی موضوعات پر مزید تحقیق کی گئی ہے
✳ کتاب کو فنی اعتبار سے مزید مرتب کیا گیا ہے
✳ صحیح و مستند روایات اور معتبر واقعات کا حامل ترین مجموعہ

ملنے کے پتے

رانا طاہر محمود، مکان ۷، گلی ۳، سلیمان پارک بینک سٹاپ، فیروز پور روڈ، لاہور، فون: 0333-4237720
مکتبہ اسلامیہ، بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور، فون: 042-37244973
مکتبہ اسلامیہ، کوتوالی روڈ، فیصل آباد، فون: 2631204
مولانا ارشد علی، جامعہ محمدیہ للبنین والبنات، کورنگی ۲، کراچی، فون: 0300-2682701
مولانا حافظ محمد رفیق، جامعہ دار الحدیث محمدیہ ملتان، فون: 0321-6335038
حافظ ظہیر احمد سعیدی، عمار بن یاسر ہائی سکول، جام پور روڈ، ڈیرہ غازی خان، فون: 0333-6215594

www.mohaddis.com

CPL No. 49
Vol. 43 No. 1
Monthly MUHADDIS Lahore
5866476
5866396

☜ عناد اور تعصب قوم کے لیے زہرِ ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں
لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر اِفہام وتفہیم اُمت کے لیے رحمت کا باعث ہے۔

☜ علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکارِ انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں
لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

☜ غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے
لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

☜ تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے
لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین ومسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

☜ آئین وسیاست سے بیگانہ ہو کر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے
لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

☜ جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے
لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدث لاہور

کا مطالعہ فرمایئے، آپ اس کو ان جملہ صفات ومحاسن سے مزین پائیں گے، اِن شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

قیمت فی شمارہ ۲۰ روپے ——— زرِسالانہ ۲۰۰ روپے

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL 99-J, Model Town, Lahore 54700